صحابہ کرام کے قطعی جنتی ہونے پہ ظہور فیضی کے اوہام واشکالات کا رد بلیغ

تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قطعی جنتی

مصنف

علامہ مفتی سجاد علی فیضی صاحب

دار التحقیق فاؤنڈیشن پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

''اور سب صحابہ سے اللہ تعالیٰ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے۔''

(القرآن)

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم

قطعی جنتی

مصنف

علامہ سجاد علی فیضی صاحب

مدرس و ناظم تعلیمات دارالعلوم جامعہ فیضیہ

تاندلیانوالہ (فیصل آباد پاکستان)

نام کتاب ..... تمام صحابہ رضی اللہ عنہم قطعی جنتی

مصنف ..... علامہ سجاد علی فیضی صاحب

نظر ثانی ..... مولانا عمران فیضی

تاریخ اشاعت اوّل ..... رجب المرجب ۱۴۴۳ھ/ ۲۰۲۲ء

صفحات 432

تعداد 1100

کمپوزنگ ..... سبحان کمپیوٹرز اینڈ پرنٹرز فیصل آباد

ملنے کے پتے

- احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5551167
- مکتبہ غوثیہ، اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی 0321-5122632
- ورلڈ ویو پبلشرز، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، لاہور 0333-3585426
- اہل سنہ پبلی کیشنز، دینہ، ضلع جہلم 03217641096
- مکتبہ نعیمیہ، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی 0300-2080345
- دارالعلوم جامعہ فیضیہ تاندلیانوالہ فیصل آباد فون نمبر: 0332-3409714
- مکتبہ شہید ختم نبوت، جامعہ اکبریہ فیض العلوم اکبر آباد کوٹلی 0333-3333044
- المدینہ لائبریری P-90 بازار نمبر 2 مرضی پورہ فیصل آباد: 0321-7031640

پیشگی معذرت

فقیر کی اس کتاب یا گذشتہ کتب وتحاریر میں کوئی ایسی بات جو جمہور اہلسنّت وجماعت کے موقف یا مسلمات کے خلاف نقل ہوگئی ہو تو بندہ اس سے پیشگی اعلانِ برأت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ دل، دماغ، نگاہ اور زبان وقلم کو خطا سے محفوظ رکھے۔ فقیر فیضی

فہرست

الاہتداء

ہدیۂ عقیدت برائے

قطب الاقطاب، آفتاب نقشبندیت، غوث زماں، حضور قبلۂ عالم (راقم کے دادا مرشد)

حضرت پیر سید **فیض محمد شاہ** صاحب المعروف پیر قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۴ گ ب فیض آباد شریف تاندلیانوالہ فیصل آباد

و

حاجی الحرمین، غریب نواز، نقش قندھاری

حضرت پیر سید **حسین علی شاہ** صاحب قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۴ گ ب فیض آباد شریف تاندلیانوالہ فیصل آباد

و

سیدی و مرشدی، امین و قاسم فیض قندھاری شیخ کامل

حضرت پیر سید **اکبر علی شاہ** صاحب گیلانی مدظلہ العالی

(کوٹلی میانی شریف، گوجرانوالہ)

و

قاطع مرزائیت، معمار مجاہدین ختم نبوت، اجمل العلماء، سند الفضلاء، شہید ختم نبوت سیدی و مولائی واستاذی

حضرت علامہ صاحبزادہ پیر سید **محمد اجمل گیلانی** نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

اکبر آباد کوٹلی میانی شریف (گوجرانوالہ)

سبب تالیف

۲۲ مارچ ۲۰۲۰ء کو فیصل آباد میں لیاقت شاہ نامی شخص کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے موضوع پہ ہماری گفتگو ہوئی جس میں بحمد للہ ہمارے مقابل شخص نے نہ صرف یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی اور جنتی تسلیم کیا بلکہ اپنے سابقہ عقیدے سے توبہ بھی کی۔ اللہ تعالیٰ اس کو استقامت عطا فرمائے۔ اس مکالمے کی تیاری کے سلسلے میں فقیر کے ساتھی مناظر حضرت علامہ کاشف اقبال مدنی صاحب زیر شرفہ نے قاری ظہور احمد فیضی کی کتاب ''الاحادیث الموضوعہ فی فضائل معاویہ'' دی اور کہا کہ اس کو بھی دیکھ لیجئے گا۔

فقیر نے جب اس کا مطالعہ کیا تو حیران رہ گیا کہ اس میں نہ صرف یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں وارد تمام احادیث کو موضوع و من گھڑت ثابت کرنے کی سعیٔ مذمومہ کی گئی بلکہ آپ رضی اللہ عنہ پر ایسے ایسے بے ہودہ الزامات و اعتراضات کئے گئے کہ بس اللہ کی پناہ یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ کتاب کسی سنی کہلانے والے عالم کی ہے یا کسی غالی شیعہ کی ہے۔

بعدہ راقم نے موصوف کی دیگر تصنیفات بھی منگوا کر ان کا بالاستعاب مطالعہ کیا تو ورطۂ حیرت میں گم ہو گیا کہ جا بجا تمام صحابہ کے جنتی ماننے سے انکار کرتے ہوئے کئی صحابہ کی کردار کشی کی گئی۔ خصوصاً فتح مکہ کے بعد والے اور صفین والے صحابہ پہ اہانت و تنقید کے ایسے ایسے تیر برسائے جن سے ایمان بھی چیخ اٹھے۔

راقم کے تتبع و مطالعہ کے مطابق تقریباً چودہ صحابہ کرام تو وہ ہیں جن کی نام بنام گستاخیاں کی گئیں جن میں حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت وحشی اور حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہم سرفہرست ہیں۔

حتیٰ کہ موصوف کے قلم زہر آلود سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ جیسے سابقین اولین اور جنت کی بشارت پانے والے صحابہ بھی نہیں بچ سکے۔

پھر حد درجے کی زیادتی یہ بھی کی گئی کہ ائمہ صحاح ستہ سمیت امام ذہبی، امام قرطبی، امام ابن حجر عسقلانی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمہم اللہ جیسے درجنوں ائمہ اہلسنّت کی تردید و تغلیط کرتے ہوئے ان کی تنقیص کرنے میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ان کا جرم صرف اتنا ہے کہ ان ائمہ کرام نے عقیدہ اہلسنت کی ترجمانی کی اور حضرت امیر معاویہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل میں احادیث نقل کیں اور ان کو عادل وثقہ اور جنتی قرر دیا ہے اور جا بجا ان کا دفاع کیا، جو موصوف قاری کو ذرہ بھر نہ ہضم ہو سکا۔

راقم نے اس بابت کئی نامور محققین و قلمکاروں سے رابطہ کر کے پر زور اور دست بستہ اپیل کی کہ اس بندے کے ان نوزائدہ نظریات کی سرکوبی کے لئے فی الفور کام کیا جائے۔ مگر باوجود راقم کی گزارش کے قبول کرنے کے اس کو عملی جامہ پہنایا دکھائی نہ دیا۔ جس کی وجہ یقیناً ان صاحبان علم کی اس طرح کی دیگر اہم مصروفیات ہوں گی۔

کچھ عرصہ پہلے معلوم ہوا کہ محقق اہلسنّت علامہ ظفر القادری بکھروی اور محقق اہلسنّت غلام حسین قادری صاحب نے اس محاذ پہ زبردست کام کیا ہے۔

فجزاهما الله خيرا

بالآخر فقیر نے بھی بارگاہ رسالت میں استغاثہ کرتے ہوئے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ اے مالک! دفاع صحابہ کے اس اہم ترین معاملے کو میرے لئے سہل فرما۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ خوبصورت تصنیف بنام ''تمام صحابہ جنتی ہیں'' ترتیب پاکر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

تالیف ہذا کے مقاصد:

۱۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا حصول۔

۲۔ اہلسنّت کو رافضیت کے اس اٹھتے ہوئے فتنے سے بچانے کی حقیری کوشش

۳۔ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ (دین خیر خواہی کا نام ہے) کے تحت قاری ظہور احمد فیضی کو راہ حق سے آشنا کرنے کی کوشش۔ شائد کہ وہ حق کو قبول کر کے توبہ و رجوع سے کام لے اور اپنے اور اپنے چاہنے والوں کے ایمان کو بچا لے۔ کیونکہ اپنی تصنیفات میں جا بجا وہ خود لکھ چکا ہے کہ اگر کوئی میرے موقف کو غلط ثابت کرتے ہوئے مجھ پہ حق واضح کر دے تو۔ رجوع کرلوں گا۔

ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں:

"اگر اہل علم حضرات کو میرے کسی موقف سے اختلاف ہو تو باحوالہ دلائل کے ساتھ مجھے آگاہ فرمائیں۔ اگر میرے کسی موقف کا باطل ہونا مجھ پہ واضح ہو گیا تو میں بلا تاخیر رجوع کروں گا۔"

(شرح کتاب الاربعین ص:۱۰، مزید دیکھئے اہل کساء کا مقام، حقائق و اوہام، ص۸۹، شرح خصائص علی ص ۶۵، صلح الامام الحسن ص ۳۰، شرح اسنی المطالب ص ۳۶، مناقب الزہرہ ص ۱۴، اہلبیت کرام اور علیہ السلام)

رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان مقاصد کو ثمر بار فرماتے ہوئے سعیٔ حقیر کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور اسے میرے لئے، او میرے والدین، پیر و مرشد، اساتذہ اور تمام محبین ومعاونین کی بے حساب مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

خیر اندیش!

احقر العباد ابو السعید سجاد علی فیضی

مقدمہ

صحابی کی تعریف:

حضرت امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ صحابی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

من لقی النبی ﷺ مؤمنا به ومات علی الاسلام

''جس نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور اسلام پر ہی اس کا وصال ہوا۔ وہ صحابی ہے۔''

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۱، ص ۷)

امام اہلسنّت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالت اسلام میں اس چہرہ خدا نما (اور اس ذات حق رسا) کی زیارت سے مشرف ہوا اور اسلام ہی پر دنیا سے گیا۔ (مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ)''

(اعتقاد الاحباب مندرجہ فتاوی رضویہ ج ۲۹، ص ۳۵۵، رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

شارح صحیحین مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو شخص رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ پر ایمان لایا اور اس نے آپ کی حیات ظاہری میں آپ کی صحبت اختیار کی بایں طور کہ آپ کو دیکھا یا آپ کی گفتگو سنی یا آپ کے ساتھ سفر یا حضر کی کسی مجلس میں رہا خواہ یہ صحبت ایک لحظہ کی ہو اور وہ شخص ایمان پر تادم مرگ قائم رہا حتیٰ کہ حالت ایمان میں اس کو موت آئی ہو، وہ شخص صحابی ہے۔'' (شرح صحیح مسلم ج ۶، ص ۸۶۱)

دور حاضر کا نام نہاد محقق قاری ظہور احمد فیضی لکھتا ہے:

"ہر وہ شخص جو اعلان نبوت کے بعد ایمان کے ساتھ حضور ﷺ
سے ملاقات کرے اور پھر ایمان پر اس کا خاتمہ ہو تو وہ صحابی
ہے۔" (شرح اسنی المطالب ص ۱۴۹، طبعہ خامسہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں عقیدۂ اہلسنّت:

صدر اسلام سے لے کر آج ہر دور میں جملہ اہل ایمان کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پہلے صحابی سے لے کر آخری صحابی تک سارے کے سارے صحابہ عادل، ثقہ، متقی اور جنتی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی تنقیص و اہانت کرنا یا کسی کے بارے بھی بد عقیدگی و بدگمانی رکھنا اشد حرام ہے (بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے) اور دوزخ میں لے جانے کا سبب ہے۔ اب اس بابت چند ایک اجلہ ائمہ اسلام کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل اور ثقہ ہیں۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے بعد بغیر کسی استثناء کے آپ جمیع صحابہ کرام کے اقوال کو دین میں حجت سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں آپ کو کسی صحابی کا قول مل جاتا تو آپ اپنا اجتہاد ترک کر دیتے۔ آپ کا مشہور قول ہے:

اٰخذ بکتاب اللہ. فان لم اجد فبسنۃ رسول اللہ
فان لم اجد فبقول الصحابۃ اخذ بقول من
شئت منھم ولا اخرج عن قولھم الی غیر ھم

"(اولا) میں کتاب اللہ سے استدلال کرتا ہوں۔ اگر مجھے
اس میں دلیل نہ ملے تو نبی کریم ﷺ کی سنت کو لیتا ہوں
اور اگر اس میں بھی نہ پاؤں تو پھر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں

سے جس کے قول سے چاہوں استدلال کرتا ہوں اور ان کے اقوال کو چھوڑ کر اوروں کی طرف مائل نہیں ہوتا۔"

(تہذیب التہذیب ج۶،ص ۵۶۰)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

جو شخص کسی بھی صحابی سے بغض رکھے یا اس کی تنقیص کرے آپ کے نزدیک وہ مسلمان نہیں رہتا۔

آپ فرماتے ہیں:

من تنقص احدا من اصحاب رسول اللہ ﷺ او کان فی قلبہ علیہم غل فلیس لہ حق فی فئی المسلمین

"جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی صحابی کی تنقیص کی یا ان کے بارے اس کے دل میں کچھ بھی (بغض و عداوت) ہوئی تو مسلمانوں کے مال فئی (غنیمت) میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔" (الشفاء مع شرح از ملا علی قاری ج۲،ص۹۵)

حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فاراد مالک رحمہ اللہ بنفی حق من ابغض الصحابہ و سبہم من الفئی انہ یخرج بذلک عن جماعۃ المسلمین

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے والے اور انہیں سب و شتم کرنے والے سے مال فئی کی نفی کرنے سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ ہے کہ وہ شخص اس گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔"

(ایضاً ص ۹۴)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

خیر الامۃ بعد النبی ﷺ ابو بکر و عمرو علی و بعد عثمان وقف قوم. وھم خلفاء راشدون مھدون ثم اصحاب رسول اللہ ﷺ بعد ھوءلاء الاربعۃ خیرالناس لایجوزلاحد ان یذکر شیئا من مساوریھم ولایطعن علی احد منھم بعیب ولانقص فمن فعل ذلک فقد وجب تادیبہ

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر اور عمر فاروق ہیں اور (ان کے بعد) عثمان اور ان کے بعد علی رضی اللہ عنہم ہیں (اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی ایک دوسرے پر تفضیل کے بارے) کچھ علماء نے توقف کیا ہے یہ خلفاء راشدین مہدیین ہیں پھر ان چار کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساری امت سے افضل ہیں کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان میں سے کسی کی برائی کرے اور ان کی عیب جوئی کرے اور نقص کی وجہ سے اعتراض کرے۔ جس کسی نے ایسا کیا اسے سزا دینا واجب ہے۔" (الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص ۵۷۳)۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

کسی مسئلہ میں جب تک قرآن و سنت میں دلیل موجود ہو تو اس کا علم

رکھنے والے کو قرآن و سنت کی اتباع کے بغیر چارہ نہیں ہے اور اگر قرآن و سنت میں دلیل نہ ہو تو ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سب اقوال یا ان میں سے کسی ایک قول کی طرف رجوع کریں گے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی)

حضرت امام ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

امام المحدثین حضرت امام ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اذا رائت الرجل ينتقص احدا من اصحاب رسول الله ﷺ فاعلم أنه زنديق وذلك ان الرسول حق والقرآن حق وما جاء به حق و انما اذى الينا ذلك كله الصحابة وهوءلاء يريدون ان يخرجوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة والجرح به اولىٰ وهم زنادقة

"جب تو کسی ایک شخص کو دیکھے جو نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی کی عیب جوئی کرتا ہو تو جان لے کہ وہ زندیق (بے دین) ہے۔ یہ اس لئے کہ رسول کریم ﷺ بھی حق ہیں۔ قرآن مجید بھی حق ہے اور جو کچھ آپ لے کر آئے وہ بھی حق ہے اور یہ سب کچھ ہم تک صرف اور صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پہنچایا ہے اور یہ (رافضی) لوگ ہمارے ان گواہوں پہ جرح کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ (اپنی اس غلیظ حرکت سے) قرآن و سنت کو باطل کر سکیں، حالانکہ یہ (رافضی لوگ) اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان پر جرح کی جائے۔ کیونکہ یہ لوگ زندیق ہیں۔" (الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج ۱، ص ۱۰)

حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اتفق اهل السنة على ان الجميع عدول ولم يخالف فى ذلك الا شذوز من المبتدعة

''تمام اہلسنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ اس بارے چند بدعتی لوگوں کے سوا کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔'' (الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج۱،ص۹)

آپ ایک اور مقام پر کئی آیات واحادیث نقل کرنے کے بعد نتیجۃً فرماتے ہیں:

مثبت ان الجمع من اهل الجنة و انه لا يدخل احد منه النار

''پس ثابت ہوا کہ تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں، اور ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔''

(بمرجع سابق ج۱،ص ۱۶۲، ۱۶۳)

حضرت امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

حضرت امام خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

عدالة الصحابة ثابتة بتعديل الله بهم و اخبار عن طهارتهم واختيارهم

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت ثابت اور معلوم شدہ ہے بوجہ اس کے کہ رب تعالیٰ نے (خود) ان کی تعدیل فرمائی ہے اور ان کی طہارت اور خیریت کی خبر دی ہے۔''

(کفایہ بحوالہ سابق ص۹۔۱۰)

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

حضرت امام نووی فرماتے ہیں:

الصحابة كلهم عدول من لابس الفتن وغيره باجماع من يعتد به

(جنگ جمل وصفین وغیرہ) میں مبتلاء ہونے والے اور ان کے سوا بھی سارے کے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں بمطابق معتبر ائمہ کے اجماع کے۔''

(المرجع سابق ص ۲۳، تقریب مع التدریب ص ۲۱۴)

حضرت امام ابن صلاح رضی اللہ عنہما کی تصریح:

ثم ان الامة مجتمعة على تعديل جميع الصحابه و من لابس الفتن منهم

''پھر امت محمدیہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (عام ازیں کہ) جو فتنوں میں مبتلا ہوئے (اور وہ جو فتنوں میں نہ مبتلا ہوئے) سب کی عدالت پہ متفق ہے۔'' (ایضاً)

حضرت امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

حضرت امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان للصحابة شرفا عظيما ميزة خاصة وهى ان جميع الصحابة عند من يعتدبه اهل السنة سواء من لالبس الفتن منهم ولم يلابس عدول

''تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ایک شرف عظیم ہے جو انہیں ممتاز اور خاص کرتا ہے، وہ یہ کہ اہلسنت کے معتمد علماء کے نزدیک تمام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔" (فتح المغیث ج ۲، ص ۳۵)

حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والقول الفصل انا نقطع بعدالتھم من غیر التفات الی ھذیان الھاذین وزیغ المبطلین.

"اور فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ہم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کی قطعیت کے قائل ہیں۔ بغیر بکواس کرنے والوں کی بکواس اور باطل پرستوں کے برے پن کی طرف توجہ کئے ہوئے۔" (تحریر الاصول مع شرحہ ج ۲، ص ۲۹۰)

حضرت امام نسفی وحضرت امام تفتازانی رحمۃ اللہ علیہم کی تصریح:

شرح عقائد میں ہے:

ویکف عن ذکر الصحابۃ الابخیر لما ورد من الاحادیث الصحیح فی مناقبھم و وجوب الکف عن الطن فیھم

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر صرف خیر کے ساتھ ہی کیا جائے گا۔ بوجہ ان صحیح احادیث کے جوان کے فضائل میں اور ان پر طعن کرنے سے وجوباً گریز کرنے کے بارے وارد ہوئی ہیں۔"

(شرح عقائد ص ۱۵۵)

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

طریقہ اہلسنت و جماعت آنسب کہ زبان از

گفتگوی ایشاں جز بخیر بستہ دارند اگر
چیزی برخلاف آں منقول باشد ازاں اغماض
کنند کہ سلامت دریں است

''اہلسنّت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے
بارے زبانوں کو سوائے خیر کے بند رکھتے ہیں اور اگر کوئی چیز
اس (خیر) کے بر خلاف منقول ہو تو اس سے چشم پوشی
کرتے ہیں۔ کیونکہ اسی میں سلامتی ہے۔''

(اشعۃ اللمعات ج ۴، ص ۶۶۱)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمیں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اصحاب کو بزرگ جاننا چاہئے اور سب کو نیکی
سے یاد کرنا چاہئے اور ان میں سے کسی کے حق میں بھی بدگمان نہ ہونا چاہئے اور
ان کی لڑائی جھگڑوں کو دوسروں کی صلح سے بہتر جاننا چاہئے، فلاح ونجات کا طریق
یہی ہے کیونکہ اصحاب کرام کی دوستی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوستی کے باعث ہے۔ کوئی
بزرگ فرماتا ہے۔ ما امن برسول اللہ من لم یؤقر اصحابہ (اس شخص کا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں ہے جس نے آپ کے اصحاب کی عزت نہ کی)

(مکتوبات شریف ج ۲، ص ۵۔ ۲۰۴، مکتوب نمبر ۶۷)

دوسرے مقام پہ فرماتے ہیں:

''حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی فضیلت میں سب
صحابہ مشترک ہیں اور صحبت کی فضیلت تمام فضیلتوں اور کمالوں
سے بڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اویس قرنی جو تمام تابعین

سے اچھا ہے۔ ایک ادنیٰ صحابی کے درجے کو نہیں پہنچتا۔ پس صحبت کی فضیلت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہوگی۔ کیونکہ ان کا ایمان صحبت اور نزول وحی میں برکت سے شہودی ہو گیا تھا اور صحابہ کے بعد کسی کو اس درجہ کا ایمان نصیب نہیں ہوا اور اعمال ایمان پر مترتب ہوتے ہیں اور کمال عمل کمال ایمان کے موافق حاصل ہوتا ہے۔"

(ایضاً، ج ۱، ص ۲۱۰، مکتوب نمبر ۵۹)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ان (ملائکہ مرسلین و سادات فرشتگان مقربین) کے بعد (بڑی عزت و منزلت اور قرب قبول احدیت پر فائز) اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور انہیں میں حضرت بتول، جگر پارۂ رسول، خاتون جہاں، بانوے جہاں، سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرہ (شامل) اور اس دو جہاں کی آقا زادی کے دونوں شہزادے عرش (اعظم) کی آنکھ کے دونوں تارے، چرخ سیادت (آسمان کرامت) کے مہ پارے باغ تطہیر کے پیارے پھول، دونوں قرۃ العین رسول، امامین کریمین (ہادیان باکرامت و باصفا) سعیدین، شہیدین (نیک بخت و شہیدان جفا) تقیین نقیین (پاک دامن و پاک باطن) نیرین (قمرین آفتاب رخ و ماہتاب رو) طاہرین (پاک سیرت پاکیزہ ہو) ابو محمد (حضرت امام) حسن و ابو

عبداللہ (حضرت امام) حسین اور تمام مادران امت بانوانِ رسالت امہات المومنین) ازواج مطہرات) علی المصطفیٰ وعلیہم کلہم الصلوٰۃ والتحیۃ (ان صحابہ کرام کے زمرہ میں) داخل کہ صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالت اسلام میں اس چہرۂ خدا نما (اور اس ذات حق رسا) کی زیارت سے مشرف ہوا اور اسلام ہی پر دنیا سے گیا (مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نا بالغ) ان (اعلیٰ درجات والا مقامات) کی قدر ومنزلت وہی خوب جانتا ہے جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و رفعت سے آگاہ ہے۔ (اس کا سینہ انوار عرفان سے منور اور آنکھیں جمال حق سے مشرف ہیں۔ حق پر چلتا حق پر جیتا اور حق کے لئے مرتا ہے اور قبول حق اس کا وطیرہ ہے) آفتاب نیم روز (دوپہر کے چڑھتے سورج) سے روشن تر کہ محب (سچا چاہنے والا) جب قدرت پاتا ہے اپنے محبوب کو صحبت بد (میرے ہم نشینوں اور بدکار رفیقوں) سے بچاتا ہے اور مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ) حق تعالیٰ قادر مطلق (ہر ممکن اس کے تحت قدرت ہے) اور یہ کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے محبوب وسید المحبوبین (تمام محبوبان بارگاہ کے سردار وسر کے تاج) کیا عقل سلیم (بشرطیکہ وہ سلیم ہو) تجویز کرتی (جائز و گوارہ رکھتی) ہے کہ ایسا قدیر (فعال لما یرید جو چاہے اور جیسا چاہے کرے) ایسے عظیم وجاہت جان محبوبی دکان عزت (کہ جو ہو گیا جو ہو گا، اور جو ہو رہا ہے، انہیں کی مرضی پر ہوا، انہیں کی مرضی پر ہو گا اور انہیں کی مرضی پر ہو رہا ہے۔ ایسے

محبوب ایسے مقبول) کے لئے خیار خلق کو (کہ انبیاء و مرسلین کے بعد تمام خلائق پر فائق ہوں حضور کا صحابی) جلیس و انیس (ہم نشین و غمخوار) و یار و مددگار مقرر نہ فرمائے (نہیں ہر گز نہیں تو جبکہ مولائے قادر و قدیر جل جلالہ نے انہیں ان کی یاری و مددگاری رفاقت وصحبت کے لئے منتخب فرمالیا تو اب) جو ان میں سے کسی پر طعن کرتا ہے جناب باری تعالیٰ کے کمال حکمت و تمام قدرت (پر الزام نقص و ناتمامی لگاتا ہے) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت محبوبیت (کمال شانِ محبوبی) و نہایت منزلت اور انتہائے عزت و وجاہت اور ان مراتب رفیعہ اور مناسب جلیلہ) پر حرف رکھتا ہے (جو انہیں بارگاہ صمدیت میں حاصل ہیں تو یہ مولائے قدوس تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں یا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخانہ زباں درازی و دریدہ دہنی ہے اور کھلی بغاوت) اسی لئے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

الله الله فی اصحابی لا تتخذوهم غرضا من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم و من ابغضهم فببغضی ابغضهم و من اٰذاهم فقد اذانی و من اذانی فقد اذی الله و من اذی الله فیوشك ان یاخذه

”خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، میرے اصحاب کے حق میں انہیں نشانہ نہ بنا لینا، میرے بعد جو انہیں دوست رکھتا ہے۔ میری محبت سے انہیں دوست رکھتا ہے اور جو انکا دشمن ہے میری عداوت سے ان کا دشمن ہے۔ جس نے انہیں ایذا

دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گرفتار کرے (یعنی زندہ عذاب و بلا میں ڈال دے) رواہ الترمذی وغیرہ۔

(اعتقاد الاحباب، مندرجہ فتاویٰ رضویہ ج ۲۹، ص ۳۵۴ تا ۳۵۶)

پھر فرمایا:

''اے اللہ! تیری برکت والی رحمت اور ہمیشگی والی عنائیت (ہو) اس پاک فرقہ اہل سنت و جماعت پر جس نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب ہم نشینوں اور گلستان صحبت کے گل چینوں کو (ہمیشہ ہمیش کسی استثناء کے بغیر) نگاہ تعظیم و اجلال (اور نظیر تکریم و توقیر) سے دیکھنا اپنا شعار و وقار (اپنی علامت و نشان کر لیا اور سب کو چرخ ہدایت کے ستارے اور فلک عزت کے سیارے جاننا عقیدہ کر لیا کہ ہر ہر فرد بشران (بارّ و نیکو کار) سرور عدول و اخیار و اتقیاء و ابرار کا سردار (اور امت کے تمام عدل گستر، عدل پرور، نیکو کار، پرہیز گار اور صالح بندوں کے سرکا تاج ہے) تابعین سے لے کر تا قیامت امت کا کوئی ولی کیسے ہی پایہ عظیم کو پہنچے۔ صاحب سلسلہ ہو خواہ غیر ان کا، ہرگز ہرگز ان میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ کے رتبہ کو نہیں پہنچتا اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات صادق کے مطابق اوروں کا کوہ احد کے برابر سونا ان کے نیم صاع (تقریباً دو کلو) جو کے برابر نہیں۔ جو قرب خدا انہیں حاصل دوسرے کو میسر نہیں اور جو

درجات عالیہ یہ پائیں گے غیر کو ہاتھ نہ آئیں گے۔ (اہلسنت کے خواص تو خواص، عوام تک) ان سب کو بالاجمال (کہ کوئی فرد ان کا شمول سے نہ رہ جائے از اول تا آخر) پرلے درجے کا برّ و تقی (نیکو کار و متقی) جانے اور تفاصیل احوال (کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں۔ (اس) پر نظر حرام مانتے (ہیں)'' (ایضاً ص۵۸۔۳۵۷)

تمام صحابہ کے برحق اور قابل تعظیم ہونے کا ثبوت نام نہاد محقق ظہور فیضی کے قلم سے:

اور تو اور دورِ حاضر کے معروف نام نہاد محقق قاری ظہور احمد فیضی کو بھی چاہتے نا چاہتے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم برحق اور قابل تعظیم ہیں۔ موصوف ایک حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

''یہاں یہ ضمنی بات ذہن نشین رہے کہ اس حدیث سے جہاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا باب العلم یا اعلم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حق ہونا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حق پر قائم ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔''

(شرح اسنی المطالب ص۱۹،۲۰)

دوسرے مقام پہ لکھا:

''اصل جرم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین و تنقیص ہے۔

(شرح اسنی المطالب ص۱۹)

پھر لکھا:

''معیوب چیز ذکر اہل اہلبیت، حب اہلبیت یا افضلیت

اہلبیت نہیں بلکہ ان کی محبت کی آڑ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے ناحق بات کرنا معیوب ہے۔" (شرح اسنی المطالب ص ۳۴)

تنبیہ:

افضلیت اہلبیت برخلفاء ثلثہ کا قول بھی تفضیلیوں کا عقیدہ ہے۔ ورنہ اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت و رسالت کے بعد برترتیب خلافت خلفاء راشدین ساری امت سے افضل ہیں۔

ایک اور جگہ لکھا:

"تمام لوگوں کی کیا مجال کہ وہ کسی صحابی کے بارے میں رائے زنی کریں۔ اس سلسلہ میں مکمل احتیاط نہ کی جائے تو انسان کی آخرت برباد ہو سکتی ہے۔" (صلح الامام الحسن ص ۱۱۷)

شرح خصائص علی میں لکھا:

"متاخرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں سابقین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صحابی تھے اور بعد والوں کے لئے دونوں جماعتیں (یعنی متاخرین و متقدین صحابہ، راقم) صحابی ہیں اور سب کی تعظیم لازم ہے۔" (شرح خصائص علی ص ۴۹۴)

آگے جا کر مزید لکھا:

"کچھ بخت لوگ تمام نبوی آداب پس پشت ڈال کر ام المومنین رضی اللہ عنہا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کو اپنی عدالت کے کٹہرے میں لانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اگر دل میں ایمان و اخلاص موجود ہو تو ایسی باتوں پر گرفت کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا۔" (شرح خصائص علی ص ۵۸۷)

مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے مذہب اہلسنّت:

قارئین کرام!

بحمد اللہ! ہم نے یہاں تک تصریحات ائمہ کی روشنی اور بعض روافض کی تحریروں سے بھی ثابت کیا کہ تمام کے تمام صحابہ عادل، ثقہ، متقی، برحق، قابل تعظیم اور جنتی ہیں۔ اب ہم یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جو مشاجرات رونما ہوئے۔ ان کے بارے اہلسنّت کا مذہب کیا ہے؟

تو یاد رہے کہ ہم اہلسنّت و جماعت کے نزدیک جنگ جمل ہو یا جنگ صفین وغیرہ حضرت مولائے کائنات شیر خدا علیؓ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ اور ان کے مقابل آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جیسے حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم وغیرہ) اجتہادی خطاء پر تھے۔ (یعنی ایسی خطا کہ جو ذاتی عداوت کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ صرف اور صرف دین کی سربلندی کے لئے ہوتی ہے کہ جس کی کوشش میں مجتہد درستگی کو نہ پہنچا ہو) پھر یہ بات بھی مسلّم ہے کہ اگر کوئی مجتہد درستگی کو پہنچ جائے تو اسے دوگنا اجر ملتا ہے اور اگر درستگی کو نہ بھی پہنچے تو اسے گناہ نہیں ہوتا بلکہ اسے بھی کوشش کرنے پہ اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث نمبر ۶۸۰۵ میں فرمایا گیا ہے کہ:

اذا حکم الحاکم فاجتھد ثم اصاب فلہ اجران و اذا حکم فاجتھد ثم اخطاء فلہ اجر۔

''یعنی جب فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ کیا اور اجتہاد کیا، پھر وہ درستگی کو پہنچا تو اس کے لئے ڈبل اجر ہے، اور جب وہ فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے لیکن درستگی کو نہ پہنچے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ (بخاری) نیز ان معاملات کی وجہ سے کسی

ایک صحابی پر بھی طعن و تشنیع کرنا اشد حرام ہے۔ بلکہ ہمارے ائمہ کرام نے ان معاملات میں پڑنے سے نہ صرف یہ کہ منع کیا ہے بلکہ حرام بھی قرار دیا ہے۔'' (بخاری شریف)

آیئے اب اس پاکیزہ نظریے پہ امت محمدیہ کے جلیل القدر ائمہ و اولیاء کے ارشادات ملاحظہ کرتے ہیں:

مفسر قرآن حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سورۃ حدید کی آیت نمبر ۱۰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لایحل الطعن فی احد منھم ولابد حمل مشاجراتھم علی محامل حسنۃ واغراض صحیحۃ او خطا فی الاجتھاد.

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی پر بھی طعن کرنا حلال نہیں ہے اور ان کے مشاجرات کو اچھے مطالب اور درست اغراض یا خطائے اجتہادی پر محمول کرنا واجب ہے۔

(تفسیر مظہری ج ۷، ص ۳۰)

عارفِ ربانی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ بیان کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان رونما ہونے والے اختلافات کے متعلق لب کشائی سے رکنا واجب ہے اور یہ اعتقاد واجب ہے کہ وہ سب اجر پانے والے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ وہ سب عادل

ہیں برابر ہے کہ کوئی فتنوں میں ملوث (مبتلا) ہوا ہے یا نہیں ہوا جیسے حضرت عثمان، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما اور واقعہ جمل کے دور کا فتنہ اور یہ سب کچھ واجب ہے کہ ان کے متعلق حسن ظن کے وجوب اور انہیں اس بارے میں اجتہاد پر محمول کرتے ہوئے ایسا ضروری ہے۔ کیونکہ ان امور کی بنیاد اس پر ہے اور ہر مجتہد درست ہے یا درست ایک ہے اور ایک خطا کرنے والا معذور بلکہ ماجور (اجر دیا ہوا) ہے...... جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرتا ہے بیشک وہ اپنے دین میں طعن کرتا ہے۔''

(الیواقیت والجواہر مترجم ص ۵۱۵)

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ماجری بین معاویة و علی رضی الله عنهما کان مبنیاً علی الاجتهاد... وقد قال افاضل العلماء کل مجتهد مصیب وقال قائلون المصیب واحد ولم یذهب الی تخطئة علی ذو تحصیل اصلا

''حضرت امیر معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما کے مابین جو معاملہ ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا اور افضل ترین علماء نے کہا ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور بہت سارے علما نے کہا ہے کہ مصیب ایک ہی ہے اور کسی بھی صاحب علم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اصلاً خطا پر قرار نہیں دیا۔ (احیاء العلوم ج ۱، ص ۱۱۵)

محدث کبیر حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اما الحروب التی: فکانت بکل طائفة شبهة اعتقدت تصویب انفسها بسببها وکلهم عدول متاولون فی حروبهم لم یخرج شیئ من ذلك احدا منهم من العدالة لانهم مجتهدون اختلفوا فی مسائل من محل الاجتهاد و کما یختلف المجتهدون بعدهم فی مسائل فی الرحاء وغیرها ولا یلزم من ذلك نقص احد منهم فاعلم ان سبب تلك الحروب ان القضایا مشبتهة فلشدة اشتباءها اختلف اجتهادهم وصارو ثلثة اقسام قسم ظهرلهم الاجتهاد وان الحق فی هذا الطرف و ان مخالفه باغ فوجب علیهم نصرته وقتال الباغی علیه فیما اعتقدوه ففعلوا ذلك ولم یکن یحل لمن هذه صفة التاخر عن مساعدة امام العدل فی قتال البغاة فی اعتقادهم، وقسم عکس هوءلاء ظهر لهم الاجتهاد و ان الحق فی الطرف الآخر فوجب علیهم مساعدته وقتال الباغی علیه و قسم ثالث اشتبهت علیهم القضیة وتحیّروا فیها ولم یظهر لهم ترجیح احد الطرفین فاعتزلوا الفریقین و کان هذا الاعتزال هو الواجب فی حقهم لانه لا یحل الاقدام علی

قتال مسلم حتی یظهر انه مستحق لذلك ولوظهر لهؤلاء رجحان احدالطرفين و ان الحق معه لما جازلهماالتاخر عن نصرته فی قتال البغاةعليه فكلهم معذورون رضی الله عنهم اتفق اهل الحق و من يعتدبه فی الاجماع علی قبول شهاداتهم ورواياتهم و كمال عدالتهم رضی الله عنهم

"یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو جنگیں ہوئی ان میں ہر فریق کو کوئی شبہ لاحق تھا اور ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ صحت اور درستگی پر ہے اور تمام صحابہ عادل ہیں۔ جنگ اور دوسرے نزاعی معاملات میں ہر فریق کی ایک تاویل تھی اور اس اختلاف کی وجہ سے کوئی چیز بھی ان میں سے کسی کو عدالت اور نیکی سے نہیں خارج کرتی۔ کیونکہ وہ سب مجتہد تھے اور ان کا مسائل میں اجتہادی اختلاف تھا، جس طرح ان کے بعد کے مجتہدین کا قصاص اور دیت کے مسائل میں اختلاف ہے۔"

اس سے کسی فریق کی تنقیص لازم نہیں آتی، ان جنگوں کا سبب یہ تھا کہ بعض معاملات میں ان پر مشتبہ ہو گئے تھے اور شدت اشتباہ کی وجہ سے ان کا اجتہاد مختلف ہو گیا تھا، اس لحاظ سے صحابہ کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم:

بعض صحابہ پر اجتہاد سے یہ منکشف ہوا کہ وہ حق پر ہیں اور ان کا مخالف باغی ہے، اس لئے ان پر اپنی جماعت کی نصرت اور اپنے مخالف سے جنگ کرنا واجب تھا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

دوسری قسم:

بعض صحابہ پر اجتہاد سے اس کے برعکس ظاہر ہوا (یعنی) حق دوسری جانب ہے۔ اس لئے ان پر اس جماعت کی موافقت کرنا اور باغیوں سے قتال کرنا واجب تھا۔

تیسری قسم:

بعض پر یہ معاملات مشتبہ ہو گئے اور وہ حیران رہے اور کسی جانب کو ترجیح نہ دے سکے۔ اس لئے وہ ان دونوں فریقوں سے الگ رہے اور ان کے حق میں الگ رہنا واجب تھا، کیونکہ اس وقت تک کسی مسلمان سے جنگ کرنا جائز نہیں۔ جب تک کہ کسی دلیل سے یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ وہ قتل کئے جانے کا مستحق ہے۔ اگر کسی فریق کی ترجیح ان پر ظاہر ہو جاتی تو ان پر ان کی حمایت میں ان کے مخالفین سے قتال کرنا واجب تھا۔

سو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معذور ہیں۔ اسی وجہ سے اہل حق اور قابل ذکر لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدالت میں کامل ہیں اور ان کی شہادت اور روایت کو قبول کرنا واجب ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۷۲)

حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والحروب التی جرت بینهم کانت لکل طائفة شبهة اعتقدت تصویب انفسها بسببها وکلهم تأولون فی حروبهم ولم یخرج بذلك احد منهم من العدالة لانهم مجتهدون اختلفوا فی مسائل کما اختلف المجتهدون بعدهم فی مسائل ولا یلزم من ذلك نقص احد منهم

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱۱، ص ۱۵۱)

"یہ ساری عبارت حضرت امام نووی کی عبارت کے پہلے حصے
ہی کی طرح ہے اس لئے اس کا ترجمہ اُدھر ملاحظہ فرمائیں۔"
یہی امام اجل ایک اور مقام پر حدیث "ان ابنی هذا سید لعل الله
ان یصلح به بین فئتین عظمتین من المسلمین" کی شرح میں شرح
السنہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

فی الحدیث دلیل علی ان واحدا من الفریقین لم یخرج لما کان منه فی تلك الفتنة من قول او فعل عن ملة الاسلام لان النبی ﷺ جعلهم کلهم مسلمین مع کون احدی الطائفتین مصیبة والاخری مخطئة

"حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ ان دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کی طرف سے (دوران جنگ) جو کوئی بھی قول یا فعل صادر ہوا، وہ اس کی وجہ سے ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوا۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر گروہ کو مسلمان قرار دیا ہے۔ باوجود اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ درست تھا اور دوسرا (اجتہادی) خطا پر تھا۔ (ایضا ص ۲۹۹)

امام الاولیاء حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"ہمارے لئے اس سلسلہ میں سب سے بہتر یہ ہے کہ اس معاملہ میں خاموش رہیں۔ ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیں۔"

اس سے قبل فرمایا:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والے مشاجرات میں سے کسی کے بارے میں کلام نہ کیا جائے۔ اس معاملہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حق پر تھے، ان کے پاس لڑائی کا جواز موجود تھا۔ اسی طرح ان کے مقابل افراد کے پاس بھی لڑائی کا جواز موجود تھا۔ (مگر انکا اجتہاد خطاء پر مبنی تھا) (غنیۃ الطالبین ص)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وہ لڑائی جھگڑے جو اصحاب کرام کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ جیسے کہ جمل اور صفین کی لڑائی جھگڑا، ان کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہئے اور ہوائے تعصب سے دور سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ ان بزرگوں کے نفوس حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ السلام کی صحبت میں ہوا ہوس سے پاک اور حرص وکینہ سے صاف ہو چکے تھے۔ اگر ان میں صلح تھی تو حق کے لئے تھی اور اگر لڑائی تھی جھگڑا تھا تو حق کے لئے تھا۔ ہر ایک گروہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا۔'' (مکتوبات شریف ج ۲، ص ۲۰۴، مکتوب نمبر ۴۷)

پھر فرمایا:

''مخالفت اور جھگڑے جو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ نفسانی خواہشوں پر محمول نہیں ہیں۔ کیونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا اور

امارہ پن سے آزاد ہو گیا تھا اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیر (مولائے کائنات علی مرتضیٰ) رضی اللہ عنہم حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر لیکن یہ خطا اجتہادی ہے، جو فسق کی حد تک نہیں پہنچاتی بلکہ اس قسم کی خطا میں ملامت کی بھی مجال نہیں۔ کیونکہ ایسی خطا کرنے والے کو بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہوتا ہے۔ (ایضاً ص۲۰۵)

تاج الاولیاء حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بارے میں مجمل حسن ظن رکھنا چاہئے (یعنی کہ وہ تمام کے تمام عادل، ثقہ، ساری امت سے افضل اور درجات کے تفاوت کے ساتھ جنتی ہیں، راقم) چونکہ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، حسن خدمت اور قرب قرابت رہا تھا اس لئے ان سے محبت لازم ہے۔ بس یہی کافی ہے، ان حضرات کے تفصیلی حالات (یعنی مشاجرات) کے لئے تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ ہیجان اور فتنہ کا موجب ہے۔ (مقامات مظہری ص۲۶۷، تالیف شاہ غلام علی دہلوی)

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

اس بابت آپ کا فرمان مع مکمل حوالہ گزشتہ صفحات پہ گزر چکا ہے۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت مرتضوی (امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے

جنہوں نے مشاجرت و منازعت کئے (اور اس حق مآب صائب الرائے کی رائے سے مختلف ہوئے اور ان سے اختلافات کے باعث ان میں جو واقعات رونما ہوئے کہ ایک دوسرے کے مد مقابل آئے مثلاً جنگ جمل میں حضرت طلحہ و زبیر و صدیقہ عائشہ اور جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ بمقابلہ مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم)

ہم اہلسنت ان میں حق جانب مولیٰ علی کو (مانتے) ہیں اور ان سب کو مورد لغزش بر غلط و خطا اور حضرت اسد الٰہی کو بدرجہا ان سے اکمل و اعلیٰ جانتے ہیں۔ مگر بایں ہمہ بلحاظ احادیث مذکورہ (کہ ان حضرات کے مناقب و فضائل میں مروی ہیں) زبان طعن و تشنیع ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور انہیں ان کے مراتب پر جو ان کے لئے شرع میں ثابت ہوئے رکھتے ہیں۔ کسی کو کسی پر ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے اور ان کے لئے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں اور ان کے اختلافات کو ابو حنیفہ و شافعی جیسا سمجھتے ہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۸، ص ۵۲-۲۵۱، امام احمد رضا اکیڈمی انڈیا)

صاحب بہار شریعت مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے، ان میں پڑنا حرام، سخت حرام ہے۔ مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ سب حضرات آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار اور سچے غلام ہیں۔ (بہار شریعت ج ۱، (الف) ص ۲۲۴، مطبوعہ دعوت اسلامی)

شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنے وصایا شریف میں فرماتے ہیں:

''اور جان لے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے باہمی نزاع کو ہم متشابہات کے درجہ میں رکھتے ہیں۔ ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم ان کی عظمت، ان کے مرتبہ اور مقام میں کسی قسم کا شک کریں اور کیونکر کریں جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

(وصایا شریف ص ۴۴۔ ۴۳)

پھر آگے جا کر فرمایا:

''یاد رکھو کہ وہ تمام روایات جو اس نزاع کی تفصیل میں وارد ہیں وہ یا تو مؤرخ طبری سے مروی ہیں جو کہ اسماء الرجال کی تصریح کے مطابق مردود الروایۃ ہے اور یہ ابن جریر طبری بلا شبہ شیعہ ہے۔ البتہ ابن جریر طبری مفسر ثقہ لوگوں میں سے ہے اور یا وہ روایات ابن قتیبہ الامامۃ والسیاسۃ کے مصنف سے منقول ہیں جو کہ جھوٹا اور مفتری ہے اور یا وہ روایات مؤرخ واقدی سے مروی ہیں تو اس سے بھی کوئی روایت نہیں لی گئی اور نہ ہی اس کی روایت پر اعتماد کیا گیا ہے اور یہ امر یقینی ہے کہ اس نزاع کے بارے میں مروی مرویات میں من گھڑت روایات بیان کرنے والے کذاب لوگوں کا کافی دخل ہے تو ہم ان روایات پر کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں اور ایک یقینی امر کی کیسے مخالفت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بلاشک و شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ کاتب وحی ہیں۔ (بمرجع سابق ص ۴۵۔ ۴۴)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات میں پڑنا حرام اور ممنوع ہے:

قارئین کرام!

یہاں تک آپ نے پڑھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات کے بارے اہلسنت و جماعت کا کیا عقیدہ ہے۔ اب یہ بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان مشاجرات و نزاعی معاملات میں (بلا وجہ و جیز جیسے تردید روافض) پڑنا سخت حرام اور ممنوع ہے۔ ایسا کرنے والا بدعتی، رافضی ہے اور اہلسنت سے خارج ہے۔

اس بارے آپ گزشتہ صفحات پر حضرت غوث اعظم، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی، امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلوی اور صدر الشریعہ صاحب بہار شریعت رحمہم اللہ کی تصریحات پڑھ چکے ہیں، چند ایک اور ملاحظہ ہوں۔

حضرت میمون بن مہران فرمایا کرتے تھے:

''تین چیزوں کو پھینک دو! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالیاں دینا، ستاروں میں غور و فکر کرنا اور تقدیر میں غور و فکر کرنا۔''

(فضائل الصحابہ رقم ۱۷۳۹، بحوالہ سل السنان فی الذب عن معاویہ)

ابن ابی القیر وانی فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جس کا بھی تذکرہ کیا جائے تو اچھا ہی ذکر کیا جائے۔ ان کے مشاجرات سے زبانیں روکی جائیں۔'' (بحوالہ سابق ص ۲۹۱)

امام خطابی فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مابین ہونے والے اختلافات

سے زبانیں بند رکھی جائیں اور ان کے عیوب و نقائص سے زبانوں کو پاک رکھا جائے، ان سب کے لئے رحمت کی دعا کی جائے اور ان سب سے محبت کی جائے۔"

(الغنیۃ ص ۸۹، بحوالہ سابق ص ۲۹۱)

مجدد وقت حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ذكر كثيرون من المحققين ان ذكره حرام مخافة ان يؤدي الى سوء الظن ببغض الصحابة ويعضده الحديث المرفوع. لا يبلغني احد من اصحابي عن احد شياء فاني احب اخرج اليكم و انا سليم الصدر... و انما اضطر اهل السنة الى ذكر تلك القصص لان المبتدعة اخترعوا فيها مفتريات و اكاذيب حتى ذهب بعض المتكلمين الى ان روايات التشاجر كلها كذب ونعم القول هو. الا ان بعضها ثابت التواتر واجمع اهل السنة والجماعة على تاويل ماثبت منه تخليصا للعامة عن الوسواس والهواجس و اما ما لم يقبل التاويل فهو مردود فان فضل الصحابه و حسن سيرتهم واتباعهم الحق ثابت بالنصوص القاطعة واجماع اهل الحق فكيف يعارضه رواية الاحاد. سيما من الروافض المتعصبة الكذابين

"کثیر محققین نے ذکر کیا ہے کہ مشاجرات صحابہ کا ذکر کرنا حرام ہے۔ کیونکہ اس میں یہ اندیشہ ہے کہ یہ بعض صحابہ

کے بارے میں بدگمانی کا باعث ہوگا اور اس بات کی تائید
اس مرفوع حدیث سے ہوتی ہے (کہ جس میں نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) مجھے میرے صحابہ کے بارے
میں کوئی ایسی چیز نہ بتاؤ، میں چاہتا ہوں کہ میں تمہارے پاس
اس حال میں آؤں کہ میرا سینہ صاف ہو۔''

سوائے اس کے نہیں کہ اہلسنّت ان واقعات کو بیان کرنے پر اس لئے مجبور ہوئے کہ بدعتیوں نے اس میں کئی بہتان اور جھوٹی باتیں گڑھ لیں ہیں۔ یہاں تک کہ بعض متکلمین نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ مشاجرات کی تمام روایات جھوٹی ہیں اور یہ کتنا اچھا مؤقف ہے۔ مگر یہ کہ ان میں سے بعض امور تواتر سے ثابت ہیں اور اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے کہ ان میں سے جو امور ثابت ہیں۔ ان کی تاویل کی جائے گی۔ تاکہ عامۃ الناس کو وسوسوں سے بچایا جا سکے۔ بہرحال (ان میں سے اگر کوئی روایت یا تاریخی واقعہ پھر بھی) قابل تاویل نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ بے شک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت، ان کی حسن سیرت اور ان کی پیروی کا حق ہونا نصوص قطعیہ اور اجماع سے ثابت ہیں۔ تو یہ اخبار احاد ان نصوص کے مقابل کیسے آسکتی ہیں؟ بالخصوص متعصب کذاب رافضیوں کی روایات؟

(الناہیہ عن طعن امیر المومنین معاویہ ص ۲۳)

نوٹ:

ان تینوں مضامین کے لئے ہماری تصنیف ''مقالات عالیہ در مدح امیر معاویہ'' کا مطالعہ از حد مفید رہے گا، اس میں ہم نے اس طرح کے کئی اور بھی اقوال نقل کر دیئے ہیں۔ فیضی

عقیدہ اہلسنّت کا قرآن وحدیث سے ماخوذ ہونا:

قارئین کرام!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت ہم نے جتنے بھی اقوال ائمہ کرام نقل کئے ہیں یہ فقط مبنی بر جذبات اور عقیدت بلا حقیقت نہیں ہیں۔ بلکہ مسلک حق اہلسنت و جماعت کے دیگر عقائد حقہ کی طرح یہ بھی قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں۔آیئے اس پر چند ایک شواہد ملاحظہ کرتے ہیں:

۱۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلاوعدالله الحسنیٰ والله بما تعملون خبیر

''تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ کیا اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔''

(ترجمہ کنز الایمان، سورۂ حدید آیت نمبر ۱۰)

۲۔ سورۂ انبیاء میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ۚ وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ

كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴿۱۰۳﴾ (الانبیاء)

''بیشک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی بھنک (ہلکی سی آواز بھی) نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

۳۔ سورۂ توبہ میں فرمایا:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴿۱۰۰﴾ (التوبہ)

''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (کنز الایمان)

ان تینوں آیات سے ثابت ہوا کہ رب تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جنت دینے کے وعدے کے ساتھ ساتھ انہیں اپنی رضا و خوشنودی سمیت بے شمار انعامات عطا کر رکھے ہیں۔

۴۔ صاحبِ قرآن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ عزوجل اختارنی واختارلی اصحابا، فجعل لی

منهم وزراء وانصارا واصهارا فمن سبهم فعليه
لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لايقتبل
الله منه يوم القيامة لا صرفا ولا عدلا

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا اور میرے لئے اصحاب کو چن لیا، پس ان میں سے بعض کو میرے وزیر اور میرے مددگار اور میرے سسرالی بنا دیا، پس جو شخص ان کو برا کہتا ہے اس پر اللہ کی اور سارے فرشتوں اور سارے انسانوں کی لعنت، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرضی عبادت قبول کرے گا نہ ہی نفلی۔'' (مستدرک ج ۳، ص ۶۳۲، الشریعۃ للآجری حدیث نمبر ۱۹۷۳، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحدیث ۴۶۷، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم حدیث نمبر ۴۰۴۰، معجم کبیر، حدیث نمبر ۱۳۸۰۹)

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان الله نظر فى قلوب العباد فوجد قلب محمد ﷺ
خير قلوب العباد فاصطفاه لنفسه فابتعثه
برسالته ثم نظر فى قلوب العباد بعد قلب محمد
فوجد قلوب اصحابه خير قلوب العباد فجعلهم
وزراء نبيه. الخ

''رب تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو بندوں کے دلوں سے بہترین محمد عربی ﷺ کے دل کو پایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے لئے چن لیا اور اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث کیا پھر رب تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے دل کے بعد بندوں کے دلوں کو دیکھا تو آپ کے صحابہ کے دل تمام بندوں

سے بہترین ان کے دلوں کو پایا تو رب تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کے وزیر بنا دیا۔'' (مسند احمد حدیث ۳۶۰۰)

۶۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اکرموا اصحابی فانهم خیارکم ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم

''میرے سب صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کرو کیونکہ وہ تم سے افضل ہیں، پھر وہ جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں (یعنی تابعین) پھر وہ جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں (یعنی تبع تابعین)''

(مشکوۃ مع مرقاۃ ج ۱۱، ص ۱۵۸)

۷۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا رائتم الذین یسبونی اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم

''جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم کہو کہ تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔''

(ترمذی شریف ج ۲، ص ۲۲۷)

۸۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے:

من کان مستنا فلیستن بمن قدمات، اولئك اصحاب محمد ﷺ کانوا خیر هذه الامة، ابرها قلوباً واعمقها علما واقلها تکلفا، قوم اختارهم الله لصحبة بنیه ﷺ و نقل دینه فشبهوا باخلاقهم و طرائقهم فهم اصحاب محمد ﷺ کانوا علی الهدی المستقیم والله رب الکعبة

''اگر کوئی شخص کسی کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ ان لوگوں کی پیروی کرے جو ہو گزرے ہیں اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ہیں وہ ساری امت سے افضل تھے۔ وہ سب سے زیادہ پاکیزہ دل والے۔ سب سے زیادہ گہرے علم والے اور سب سے زیادہ کم تکلف والے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور دین کو آگے منتقل کرنے کے لئے چن لیا تھا۔ لہٰذا تم ان کے اخلاق و اطوار کو اپناؤ، کیونکہ وہ رسول خدا کے ایسے ساتھی تھے کہ جو صراط مستقیم پر قائم تھے۔ رب کعبہ کی قسم (وہ ایسے ہی تھے)

(حلیۃ الاولیاء ج۱، ص۳۰۶۔۳۰۵ جامع بیان العلم وفضلہ حدیث نمبر ۱۱۸۰۴، از ابن عبدالبر شرح عقیدۃ الطحاویہ ص ۵۴۰، معجم کبیر ج۹، ص ۱۵۲، مجمع الزوائد للہیثمی ج۱، ص ۱۸۸، شرح السنۃ ج۱، ص ۲۱۴، الشریعہ للاجری حدیث ۱۱۶۱)

۹۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے:

لا تسبوا اصحاب محمد فلمقام احدهم ساعة خير من عمل احدكم عمره

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو برا نہ کہو۔ اس لئے کہ ان میں کسی ایک کی لمحہ بھر کی نیند تم میں سے کسی کے بھی عمر بھر کے اعمال صالحہ سے بہتر ہے۔'' (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۱۱، ص ۱۵۳، ابن ماجہ ج۱، ص ۵۷، حدیث نمبر ۱۶۲، تفسیر در منثور، ج۸، ص ۵۲)

۱۰۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا ظهرت الفتن او قال البدع و سب اصحابي

فلیظهر العالم علمه فمن لم یفعل ذلك فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین ولا یقبل الله له صرفا ولا عدلا۔

''جس وقت فتنے ظاہر ہوں۔ یا فرمایا جب بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو سب وشتم کیا جائے تو عالم پر لازم ہے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے۔ پس جو ایسا نہیں کرے گا (یعنی اپنے علم کے ذریعے صحابہ کرام کا دفاع نہیں کرے گا) اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت اللہ تعالیٰ اس کی نہ کوئی فرضی عبادت قبول فرمائے گا اور نہ ہی نفلی۔''

(ایضاً)

۱۱۔ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ستکون لاصحابی زلة یغفرها الله لهم لسابقتهم ثم یاتی من بعدهم قوم یکبهم الله علی مناخرهم فی النار۔

''قریب ہے کہ میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہوگی جسے اللہ تعالیٰ بخش دے گا، اس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے۔ پھر ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل جہنم میں اوندھا کر دے گا۔''

المعجم الاوسط حدیث ۳۲۴۳، ج۴، ص۱۴۲، مجمع الزوائد ج۷، ص۲۳۴، کنز العمال، ج۱۱، ص۵۴۱، حدیث ۳۲۵۳۷، کشف الخفا العجلونی ج۱، ص۹۷۶، الکامل لابن عدی ج۶، ص۲۳۹۰، فتاوی

رضویہ ج۹، ص۱۷۰، امام احمد رضا اکیڈمی انڈیا، جامع الاحادیث ج۴،
ص ۴۰۳، امام احمد رضا اکیڈمی انڈیا)

۱۲۔ ایک اور حدیث میں فرمایا ہے کہ:

سیأتی قوم یسبونهم وینقصونهم. فلا تجالسوهم ولاتشاربوهم ولاتؤاكلوهم ولاتناكحوهم.

''عنقریب کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو انہیں (یعنی میرے صحابہ کو) برا کہیں گے اور ان کی شان گھٹائیں گے۔ تم ان کے پاس نہ بیٹھا۔ نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ کھانا کھانا، نہ شادی بیاہ کرنا۔''

(معجم کبیر ج۱۷، ص ۱۴۰، جمع الجمع للسیوطی ۴۶۳۲، کنز العمال، ج۱۱، ص۵۲۹، حدیث ۳۲۴۶۸، جامع الاحادیث ج۴، ص۶۰۲)

قاری ظہور احمد فیضی کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے گستاخیاں:

حق و باطل کی جنگ کے طور پر جس طرح ہر دور میں اللہ اور اس کے رسول کے دشمن و گستاخ پائے جاتے رہے ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمن اور گستاخ بھی ہر دور میں پائے جاتے رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو روافض کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

نام نہاد محقق قاری ظہور احمد فیضی، فیض الباری کے حوالے سے رافضیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

واعلم ان الرافضی عند علماء الجرح والتعديل من سب الصحابة

''جان لو کہ علماء جرح و تعدیل کے نزدیک رافضی وہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہے۔'' (شرح اسنی المطالب ص ۳۳۴)

دوسری جگہ لکھا:

"یہ دشمنی (یعنی اہلبیت سے کمال محبت کے باوجود کسی بھی صحابی سے دشمنی رکھنا) فقط غالی اور روافض میں پائی جاتی ہے۔ (شرح اسنی المطالب ص ۱۳۹)

پھر ایسے لوگوں کی دو اقسام ہیں:

نمبر ا: وہ لوگ جو اعلانیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں اور خود کو شیعت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

نمبر ۲: وہ لوگ جو ظاہراً تو اہلسنّت و جماعت کا نام استعمال کرتے ہیں مگر عملاً اور اعتقاداً اعلانیہ روافض کے بہت قریب ہوتے ہیں۔ (یعنی بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے مسلمات اہلسنّت کے منکر ہوتے ہیں) بالفاظ دیگر یوں بھی کہہ سکتے ہیں جس طرح پہلی قسم کے لوگ برملا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب و شتم کرتے ہیں یہ لوگ بھی اس فعل شنیع کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اور یہ دوسری قسم زیادہ خطرناک اور مضر ایمان ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ سنیت کا لبادہ اوڑھ کر من گھڑت تاریخی واقعات و روایات سنا سنا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا لیتے ہیں اور انہیں راہ راست سے بھٹکاتے رہتے ہیں۔

مؤخر الذکر لوگوں میں سے ہی ایک دورِ حاضر کا معروف نام نہاد محقق ہے جسے "قاری ظہور احمد فیضی" کہا جاتا ہے جو اپنے تائیں "ریسرچ اسکالر" ہونے کا بھی مدعی ہے۔ موصوف نے اپنی کتابوں میں کئی مقامات پر عموماً جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نام بنام بھی چودہ (۱۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کھلے بندوں توہین و تنقیص کی اور انتہائی گستاخانہ انداز سے کام لیا، خاص کر کے کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تو اس کا زہر آلود قلم یوں چلا کہ بس خدا کی پناہ، آپ کی

ذات پر ایسے ایسے قبیح الزامات لگائے اور اتنی کثرت سے آپ کی ذات پر مغلظات بکے کہ پڑھ کر ایک مسلمان کا کلیجہ منہ کو آئے۔

موصوف نے جو اشارۃ، کنایۃ، تعریضاً یا صراحتاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کیا۔ ہم خلاصۃً وہ مقامات آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر آپ فیصلہ نہیں کر پائیں گے کہ یہ جملے کسی غالی شیعہ کے ہیں یا پھر سنیت کے لبادے میں ملبوس کسی نام نہاد محقق کے ہیں۔

صحابی رسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توہین:

نمبر شمار	تردید وتوہین	کتاب	صفحہ نمبر
۱	غیر مناسب فیصلے کے مرتکب	صلح الامام الحسن	۵۲
۲	آپ کی فہم درستگی کو نہ پہنچ سکی	صلح الامام الحسن	۵۸

صحابی رسول حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱	ہزار ہا لالچوں والے	شرح خصائص علی	۵۰۱

صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں گستاخیاں اور جھوٹے الزامات:

۱	قابل تعظیم نہیں	الاحادیث الموضوعۃ	۲۴
۲	ان کے حق میں یہ دعائے نبوی اللھم املاءہ علما قبول نہیں ہوئی	الاحادیث الموضوعۃ	۹۹
۳	آپ میں دعائے نبوی اللہ اجعلہ ہادیا مہدیاً کی تاثیر نہیں پائی گئی۔	الاحادیث الموضوعۃ	۱۷۶-۱۷۷
۴	مسلم خواتین کو لونڈیاں بنانے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۳۹

۵	حرمین میں افعال قبیحہ کا ارتکاب کرنیوالے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۳۹
۶	سونا، ریشم اور درندوں کی کھالیں استعمال کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۰
۷	نصیحت نبوی پر عمل نہ کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۰
۸	صحابہ کو دھمکیاں دینے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۰
۹	سابقین صحابہ کو پاگل کہنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۰
۱۰	حدیث نبوی کو فساد کہنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۰
۱۱	رشوت لینے دینے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۰
۱۲	بدعات کے مرتکب	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۰
۱۳	شراب پینے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۰
۱۴	باطل طریقے سے مال کھانے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۰
۱۵	آدمیوں کو خصی کرانیوالے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۱
۱۶	قرآن مجید کی مخالفت کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۱
۱۷	کبائر حرام، منافی عدل معاملات کا ارتکاب کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۱
۱۸	گمراہ	شرح خصائص	۸۷۷
۱۹	ہٹ دھرم	صلح الامام الحسن	۵۹
۲۰-۲۱	فتنہ باز، چال باز	صلح الامام الحسن	۷۵
۲۲	حلال و حرام اور جائز و ناجائز میں تمیز نہ کرنے والے	صلح الامام الحسن	۱۷۷
۲۳	مجتہد نہیں محب اقتدار	صلح الامام الحسن	۲۳
۲۴-۲۵	نا اہل منحوس	صلح الامام الحسن	۶۱

۲۶	ہوس پرست	صلح الامام الحسن	۱۴
۲۷	اقتدار کے دل دادہ	صلح الامام الحسن	۳۵
۲۸	اقتدار کے جسکو لے	صلح الامام الحسن	۳۵
۲۹	آپ آیت کریمہ ''وکلًا وعداللہ الحسنیٰ میں شامل نہیں ہیں	صلح الامام الحسن	۱۰۰
۳۰	صحابیت کے ٹائٹل سے ناجائز فوائد حاصل کرنے والے	صلح الامام الحسن	۳۱۷
۳۱	طالب الدنیا، باغی	حقیقۃ التفضیل	۳۴۴

صحابی رسول حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱	رسوا ہوئے	صلح الامام الحسن	۷۵
۲	ہفوات کے مرتکب	اہل کساء کا مقام	۵۴

ابن ابی بکر، ابن زبیر و ابن علی رضی اللہ عنہم کی توہین:

۱	یہ لکیر کے فقیر تھے	صلح الامام الحسن	۲۳۰
۲	بڑی غلطی کے مرتکب	صلح الامام الحسن	۲۳۰

صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱	افراط وتفریط کے مرتکب	شرح خصائص علی	۵۰۲
۲	قوم کو گمراہ کرنے والے	شرح خصائص علی	۵۰۴
۳	ناپاک اہتمام کرنے والے	شرح خصائص علی	۵۰۴

صحابی رسول حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱	حسد کرنے والے	شرح خصائص علی	۵۲۷

صحابی رسول حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱	انتہائی سنگ دل، سفاک	الاحادیث الموضوعہ	۶۷
۲	ظالم، برا آدمی	الاحادیث الموضوعہ	۶۷
۳	راہ راست سے بھٹکا ہوا	الاحادیث الموضوعہ	۶۸
۴	دین و دنیا سب کچھ گنوانے والا	الاحادیث الموضوعہ	۷۰
۵	یہ صحابی نہیں تھا	الاحادیث الموضوعہ	۷۰
۶	انتہائی برا انسان تھا	شرح کتاب الاربعین	۲۰۳

صحابی رسول حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱	شراب کے عادی	مناقب زہرہ	۲۰۳
۲	اس فعل شنیع کی نحوست برابر ان کے تعاقب میں رہی	مناقب زہرہ	۲۰۳

صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن عدیس رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱	یہ جنتی نہیں ہے	صلح الامام الحسن	۳۲۱

صحابی رسول حضرت ابوالغادیہ جہنی رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱	یہ جنتی نہیں ہیں	صلح الامام الحسن	۳۲۱

جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین:

۱	دنیا پرست	صلح الامام الحسن	۲۰
۲	تمام مہاجرین و انصار جنتی نہیں ہیں	صلح الامام الحسن	۱۰۳
۳	تمام صحابہ کے لئے محب اہلبیت ہونا لازمی نہیں ہے	صلح الامام الحسن	۱۰۴

۴	ہر صحابی کے لئے محبت اہلبیت ہونا لازمی نہیں ہے	صلح الامام الحسن	۱۵۱
۵	کسی ایک صحابی پر طعن کرنا سب صحابہ پر طعن کرنا نہیں ہے	صلح الامام الحسن	۲۵۲۔ ۲۵۳
۶	کوئی صحابی جوابدہی سے مبرا نہیں ہے	صلح الامام الحسن	۲۵٤
۷	بعض صحابہ حب دنیا میں مبتلا تھے	صلح الامام الحسن	۲۷۵
۸	بعض تو دین دنیا سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے	صلح الامام الحسن	۲۷۵
۹	فتح مکہ کے بعد والے صحابہ "وکلا وعد اللہ الحسنی" میں شامل نہیں ہیں۔	صلح الامام الحسن	۳۲۰
۱۰	حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے جنتی ہونے کی کوئی صحیح السند حدیث نہیں ہے	شرح خصائص علی	۹۹۴
۱۱	فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کی شان میں کوئی حدیث نہیں ہے	الاحادیث الموضوعۃ	۵۴
۱۲	بہت سے صحابہ مرتد ہو گئے تھے	الاحادیث الموضوعۃ	۲۱
۱۳	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی بعض حضرات ایسے تھے جن کا باپ حلالی نہیں تھا	مناقب الذہرہ	۷۹
۱۴	غیر درست اندازے والے	حقیقۃ التفضیل	۳۹۔۱۴۹
۱۵	خلافتی امور میں الجھنے والے	حقیقۃ التفضیل	۲۰۸

تنبیہ:

قاری ظہور سمیت جتنے روافض بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہ الزام تراشیاں کرتے ہیں یاد رہے ان میں سے کوئی ایک الزام بھی صحیح السند روایت سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ یونہی دیگر صحابہ پہ جولایعنی اعتراضات ہوتے ہیں ان کی بھی یہی صورت حال ہے۔ علماء اہلسنّت نے ہر دور میں ایسے بے بنیاد الزامات کے علمی وتحقیقی جوابات دیئے ہیں۔ جن میں سے اردو کے لیٹریچر کے لحاظ سے حضرت العلام محقق اہلسنّت محمد علی نقشبندی صاحب حضرت علامہ ظفر الدین بکھری صاحب، حضرت علامہ غلام حسین قادری صاحب، وغیرہ خاص کر کے مذکور ہیں، ان کی بالترتیب تصنیفات انتہائی مفید اور قابل مطالعہ ہیں۔

(۱) دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ، (۲) الاحادیث الراویہ۔

(۳) الصوارم الحیدریہ

قارئین کرام! آپ اندازہ لگائیں ایک جانب قرآن وحدیث کی وہ ان گنت نصوص اور سلفاً خلفاً ساری امت کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ اول تا آخر تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل، ثقہ، متقی، دارین میں "رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ" کے تاج والے اور جنتی ہیں اور دوسری طرف اغیار کے ٹکڑوں پہ پلنے والے قاری ظہور احمد فیضی جیسے نام نہاد محققین ہیں جو شب وروز اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ طعن وتشنیع اور سب وشتم سے کام لے رہے ہیں۔

فیصلہ ہم انصاف پسند اپنے قارئین پہ چھوڑتے ہیں، آیا وہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کی مانتے ہوئے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے عادل و ثقہ اور جنتی ہونے کا پاکیزہ اعتقاد رکھ کر دارین کی فوز و فلاح حاصل کرنا چاہتے ہیں یا پھر ان روافض کی طرح قرآن وسنت اور ساری امت کی مخالفت کر کے صحابہ کو برا بھلا کہہ کر اور ان کے بارے بداعتقادی رکھ کر دارین میں گھاٹے کا سودا کرنا چاہتے ہیں؟؟؟

موصوف ظہور فیضی کی جانب سے کثیر علماء وائمہ اسلام کی تردید

تغلیط اور بے باکیاں:

موصوف کی کتب کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ان کی یہ عادت ثانیہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کی کوئی تحریر یا موقف ان کے نظریے کے مخالف پایا گیا بس اس کی خیر نہیں ہے جناب کا قلم زہر آلود پھر اس کی تغلیط وتردید اور توہین میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا۔ عام ازیں کہ وہ صحابی ہو یا تابعی، تبع تابعی ہو یا ولی مفسر ہو یا محدث، مجدد ہو یا مجتہد، اس کے خلاف خوب بڑا س نکالتے ہیں یہ ہی وجہ ہے کہ موصوف نے بالعموم ساری امت کے مفسرین، محدثین، فقہاء، اولیاء کی تردید وتنقیص کرنے کے ساتھ ساتھ ایک سو (۱۰۰) سے زائد ائمہ واولیاء کی جی بھر کر تردید وتغلیط اور توہین کی (یہ بھی وہ ہیں جو راقم کے مطالعہ سے آئے اور ان کی مطبوعہ کتب میں، مزید آگے آگے دیکھئے کیسے گل کھلاتے ہیں اور حیرت ہے پھر بھی زہر کی بوتل پہ شہد کا لیبل لگاتے ہوئے کہتے ہیں:

''علماء حق کی تعظیم شرعی طور پر ہر مسلمان پر لازم ہے۔''

(حقیقۃ التفضیل ص ۳۶۵)

بہرحال آیئے ان میں سے چند ایک مقامات آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم ان عبارات کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔ تفصیل کے لئے اصل کتب کو دیکھا جائے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

نمبر شمار	تردید وتوہین	کتاب	صفحہ نمبر
۱	امام اعظم امام الائمہ تھے مگر......	حقیقۃ التفضیل	۳۰۷

۲	آپ کا وصال عقیدہ تفضیل علی پر ہوا ہے	حقیقۃ التفضیل	۳۱۴

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

نمبر شمار	گستاخی	کتاب	صفحہ نمبر
۱	آپ کا قول قرآن و سنت کے خلاف ہے	گھر والے اور در والے	۷

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتوہین:

۱	آپ پہلے ناصبی تھے	حقیقۃ التفضیل	۱۰۹

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

نمبر شمار	گستاخی	کتاب	صفحہ نمبر
۱	تفرد کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۴۹
۲	سنگین لغزش کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۵۰
۳	ان کا قول باطل	حقیقۃ التفضیل	۵۲
۴	مردود قول کے مرتکب	شرح اسنیٰ المطالب	۳۷۷

فرات بن سائب کی تردید وتوہین:

۱	کذاب، وضاع	حقیقۃ التفضیل	۱۰۱

میمون بن مہران کی تردید وتوہین:

۱	یہ ناصبی تھا	حقیقۃ التفضیل	۱۰۲
۲	احمق، غبی، غوی، سفیہ تھا		۱۰۲

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۱	ائمہ اہلبیت سے روایت نہیں لیتے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۵

۲	انتہائی تکلف کے مرتکب	الاحادیث الموضوعۃ	۴۲
۳	امیر معاویہ کی شہرت سے مرعوب ہونے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۴۲

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۱	دھوکہ کھانے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۲۸

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید

۱	دھوکہ کھانے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴
۲	باطل حدیث لانے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴
۲	دھوکہ کھا گئے	صلح الامام الحسن	۳۴۴

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	جان بوجھ کر متن حدیث میں کچھ مخفی رکھنے والے	صلح الامام الحسن	۱۴۷
۲	عمداً معاویہ کی جگہ رُجلٌ لگانے والے	صلح الامام الحسن	۱۵۲

ائمہ صحاح ستہ رحمۃ اللہ علیہم کی تردید وتغلیط:

۱	دھوکے کا شکار ہو گئے	شرح خصائص علی	۳۴۴

علامہ ابن عربی مالکی، محی الدین شیخ زادہ اور ابن عادل حنبلی رحمۃ اللہ علیہم کی تردید وتغلیط:

۱	دھوکے کا شکار ہونے والے	شرح خصائص علی	۷۷۷

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	احادیث کو موضوع کہنے میں بے احتیاط	شرح خصائص علی	۱۸۱
۲	افراط وتفریط کا شکار	شرح خصائص علی	۱۸۳

امام غزالی، حکیم ترمذی، امام شعرانی، امام ابونصر عبداللہ، شیخ اکبر ابن عربی، امام احمد اقلیشی، صاحب کبریات احمر، ابن جوزی کی تردید وتوہین:

۱	علم حدیث میں مہارت نہ رکھنے والے صوفیاء	حقیقۃ التفضیل	۱۷۱

ابو شکور سالمی، امام بزدوی، حضور غوث اعظم، ملا علی قاری، امام ذہبی، امام طاہر بخاری، صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام، امام زین الدین حنفی، امام عبدالعلی برجندی، علامہ شیخ زادہ، امام شمس قہستانی، امام ابن نجیم، امام ابراہیم حلبی، امام عبدالعلی لکھنوی، علامہ شامی، شیخ نظام الدین اور جماعت علماء ہند، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	خلاف حق بات لکھنے والے	حقیقۃ التفضیل	۳۵۱
۲	ان کی لکھی بات بے سود	حقیقۃ التفضیل	۳۵۱
۳	خطا کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۳۴۶

۴	بلا سوچے سمجھے فتوے لگانے والے	حقیقۃ التفضیل	۳۴۶
۵	ان کا قول قرآن مجید کے خلاف ہے	حقیقۃ التفضیل	۳۵۰

حضرت امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید و تغلیط:

۱	غیر مدبرانہ کالم کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۳۵۵
۲	بدنظمی کی حد کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	۳۵۵
۳	ھفوات بکنے والے	حقیقۃ التفضیل	۳۵۶
۴	ڈانواں ڈول ہو گئے	حقیقۃ التفضیل	۳۵۶
۵	ان کو اتنا بھی معلوم نہیں......	حقیقۃ التفضیل	۳۵۶

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۲	انتہائی سنگین زیادتی کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	۲۹۸
۳	ناجائز اضافے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	

امام دار قطنی کی تغلیط و تردید:

۲	حقیقت کے خلاف لکھنے والے	حقیقۃ التفضیل	۳۱

حافظ ابن کثیر کی تغلیط و تردید:

۱	معاویہ کا ناجائز دفاع کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۲۸
۲	اعتدال کی حدود کو پھلانگنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۲۸
۳	صحیح و سقیم میں فرق نہیں کرتے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۲۸
۴	غیر دیانتدار	الاحادیث الموضوعۃ	۳۲۸
۵	معاویہ کی تعریفات میں آنکھیں بند کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۲۸

۶	ین کا قلم بنو امیہ کے بارے خوب لکھتا ہے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۲۸
۷	اور اہلبیت پہ جرح پہ اتراتا ہے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۱۲
۸	جلد دلیل اور اصول حدیث کے خلاف حکم لگانے والے	شرح اسنی المطالب	۱۷۵
۹	وہم کا شکار	شرح کتاب الاربعین	۲۲۶
۱۰	احادیث کے متن میں من مانی ترمیم کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۲۲۷

علامہ توریوشی کی تردید:

۱	نہ درست کلام کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۲۰۶

امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	دبے لفظوں میں حضرت علی کی شان کم کرنے والے	شرح اسنی المطالب	۳۶۲
۲	تردید روافض میں تنقیص اہلبیت کا ارتکاب کرنے والے	شرح کتاب الاربعین	۱۱۰

شیخ احمد میرین البلوشی کی تردید وتغلیط:

۱	انتہائی متشدد شخص	شرح اسنی المطالب	۲۳۳

امام باقلانی، امام ذہبی، علامہ غلام رسول سعیدی، مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہم کی تردید وتغلیط:

۱	تردید روافض میں تنقیص اہلبیت کے مرتکب ہونے والے	شرح کتاب الاربعین	۱۱۰

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	وہم کا شکار	شرح خصائص علی	۹۰۷
۲	دھوکے کا شکار	شرح خصائص علی	۲۲۷

حضرت امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	یہ کون ہوتے ہیں مفاضلہ بیان کرنے والے	صلح الامام الحسن	۲۹۸

مفسر قرآن علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	نام نہاد صوفی	شرح خصائص علی	۱۰۰۲
۲	احمق	شرح خصائص علی	۱۰۰۲
۳	نادان دوستی کا ثبوت دینے والے	شرح خصائص علی	۱۰۰۲
۴	ملعون دھندا کرنے والے	شرح خصائص علی	۱۰۰۲

علامہ جورقانی کی تردید وتغلیط:

۱	کم عقل	الاحادیث الموضوعۃ	۱۵۳
۲	بدبخت، موضوع پہ عمل کا خواہاں	الاحادیث الموضوعۃ	۱۶۴
۳	غباوت، غوایت، سفاہت وحماقت والا	الاحادیث الموضوعۃ	۱۶۴

امام ابن ابی الدنیا کی تردید وتوہین:

نمبر شمار	گستاخی	کتاب	صفحہ نمبر
۱	اموی غلام	الاحادیث الموضوعۃ	٦٦

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ وابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۱	سراسر باطل ومردود استنباط کرنے والے	صلح الامام الحسن	٦٨

۲	بے تکے فوائد مستنبط کرنیوالے	صلح الامام الحسن	۷۰

حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۱	تضاد کا شکار	حقیقۃ التفضیل	۷۹
۲	زبردستی کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	۸۳

امام ابن حجر کی تردید وتوہین:

۱	بے خبر	حقیقۃ التفضیل	۱۰
۲	افراط وتفریط کا شکار، متعصب	حقیقۃ التفضیل	۱۵

شارح بخاری حضرت ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۱	کھائی میں گرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۳۴۶
۲	معاویہ کا ناجائز دفاع کرنے والے	شرح خصائص علی	۸۸۳
۳	باطل تاویلات کے مرتکب	شرح خصائص علی	۸۸۳

حضرت امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتوہین:

۱	موضوع روایات لانے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۴۰
۲	شاہی فرمان پہ ایسی کتاب لکھنے والے جو رطب ویابس کے سوا کچھ نہیں	الاحادیث الموضوعۃ	۴۰
۳	غلط فہمی کا شکار	الاحادیث الموضوعۃ	۴۱
۴	متعصب، افراط وتفریط کا شکار	الاحادیث الموضوعۃ	۱۱۸
۵	ان کی بصیرت سلب ہوگئی	الاحادیث الموضوعۃ	۱۱۸
۶	غیر متوازن	الاحادیث الموضوعۃ	۱۱۸
۷	غیر معتدل	الاحادیث الموضوعۃ	۱۱۸

۸	دفاع معاویہ میں بڑی بڑی شخصیات کی توہین کر گئے	الاحادیث الموضوعۃ	۱۱۹
۹	حقائق کے خلاف کلام کرنیوالے	الاحادیث الموضوعۃ	۲۰۰
۱۰	موضوع روایات اور باطل تاویلات وتلبسات کا سہارا لینے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۲۰۰

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تغلیط وتردید:

۱	غلط فہمی کا شکار	الاحادیث الموضوعۃ	۴۱

حضرت امام ابن عساکر کی تغلیط وتردید:

۲	غلط فہمی کا شکار	الاحادیث الموضوعۃ	۵۵

حضرت امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کی تغلیط وتردید:

۱	عقائد اہلسنت کے منافی لکھنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۷۰

حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تغلیط وتردید:

۱	عدم تدبر کے مرتکب	الاحادیث الموضوعۃ	۱۵۳
۲	اضطراب واحتیاج کے شکار	الاحادیث الموضوعۃ	۱۷۳۔۱۷۲
۳	بلا دلیل دعوے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۳۵۷
۴	برخلاف قرآن بات کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	۳۲
۵	برخلاف حقیقت بات کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	۳۳

علامہ تفتازانی کی تردید:

۱	بے بنیاد دعوے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۳۵

علامہ ابوالمعین نسفی کی تردید:

۱	مخالف اقوال سے آنکھیں چرانے والے	حقیقۃ التفضیل	۳۶

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتوہین:

۱	اپنے ایمان پر نظر ثانی کریں	حقیقۃ التفضیل	۱۴۷
۲	یہ اس حکم میں شامل ہیں یا ایہا الذین امنوا امنوا	حقیقۃ التفضیل	۱۴۷
۳	مخمصہ وتضاد کا شکار	حقیقۃ التفضیل	۱۶۰
۴	ان کا کلام نقل وعقل کے خلاف ہے	حقیقۃ التفضیل	۱۶۲
۵	ثواب کا چکر چلانے والے	حقیقۃ التفضیل	۱۴۸_۱۴۹
۶	چالاکی سے اسے نامعلوم بنانے والے	حقیقۃ التفضیل	۱۴۸
۷	ان کا قول نرا جھوٹ، دجل، فریب ومکر ہے	حقیقۃ التفضیل	۱۴۹
۸	اپنی طرف سے قاعدہ گھڑنے والے	حقیقۃ التفضیل	۲۴۹
۹	مسئلہ تفضیل میں ان کا قول ''محض تخیل'' ہے	حقیقۃ التفضیل	۲۴۹
۱۰	ان کا یہ تخیل ہو یا کشف بہرحال غلطی اور مردود باطل ہے	حقیقۃ التفضیل	۲۴۹
۱۱	من مانیاں کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	۱۴۲
۱۲	انصاف کا خون کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	۱۴۲

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تغلیط وتردید:

۱	مردود قول کے مرتکب	شرح اسنیٰ المطالب	۲۴۱
۲	مسئلہ تفضیل میں ان کا قلم محفوظ نہ رہا	حقیقۃ التفضیل	۲۵۳
۳	مسئلہ تفضیل میں خود ساختہ قاعدے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۲۵۵

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۱	اپنے دعوے کے خلاف جانے والے	حقیقۃ التفضیل	۳۳۵
۲	بے ڈھنگے قواعد وضع کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	۲۵۳
۳	تضاد کا شکار	حقیقۃ التفضیل	۱۶۱

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	متضاد کلام کرنے والے	شرح خصائص علی	۲۰۷
۲	غلط فہمی کا شکار	حقیقۃ التفضیل	۱۴۲
۳	ان کا لکھا سراسر غلط	حقیقۃ التفضیل	۱۴۲
۴	بے بنیاد دعوے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۲۹۴
۵	اس حجۃ المتاخرین کی حالت یہ ہے.....	حقیقۃ التفضیل	۲۹۴

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	عدم تدبر کے شکار	صلح الامام الحسن	۳۶-۵۰
۲	غلطی کے مرتکب ہو گئے	صلح الامام الحسن	۴۰
۳	متعصب، حقائق کو نہ پانے والے	صلح الامام الحسن	۳۰۳

۴	سنگین غلطی کرنے والے	صلح الامام الحسن	۳۰۳
۵	سراسر کتاب وسنت کے منافی لکھنے والے	صلح الامام الحسن	۳۰۳
۶	کچی باتوں پر ہاتھ صاف کرنے والے	صلح الامام الحسن	۳۰۳
۷	غلط استدلال کرنے والے	صلح الامام الحسن	۳۰۸
۸	انکا استدلال مردود وباطل	صلح الامام الحسن	۳۱۰
۹	حلوائی کی دوکان پر ناناجی کی فاتحہ پڑھنے والے	صلح الامام الحسن	۳۲۰
۱۰	کتاب وسنت پر جرأت کرنے والے	صلح الامام الحسن	۳۲۴
۱۱	ان کی تفسیر غلط ہی نہیں سراسر باطل ہے۔	صلح الامام الحسن	۳۲۴
۱۲	نرے تحکم کے مرتکب	صلح الامام الحسن	۳۳۷
۱۳	اپنے لکھے پہ قائم نہ رہنے والے	صلح الامام الحسن	۳۳۸
۱۴	ان پہ حق واضح نہیں ہوسکا	صلح الامام الحسن	۳۴۰
۱۵	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل	۲۴۷
۱۶	حقیقت سے بے خبر	حقیقۃ التفضیل	۲۱_۱۹
۱۷	متشدد ومتعصب	حقیقۃ التفضیل	۲۱
۱۸	ان کا تشدد و تعصب حقائق سے برگشتہ کرگیا	حقیقۃ التفضیل	۲۱
۱۹	ان کی طبیعت میں جبر وتحکم تھا	حقیقۃ التفضیل	۲۷
۲۰	مطلع القمرین کا نام قرآن وسنت کے خلاف ہے	حقیقۃ التفضیل	۴۴_۳۸

۲۱	سنگین لغزش کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۵۰
۲۲	خلاف حقیقت کہنے والے	حقیقۃ التفضیل	۵۱
۲۳	بداہۃً باطل قول کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	۹۱
۲۴	متشدد ملاں	حقیقۃ التفضیل	۱۲۹۔۳۵۲
۲۵	ذاتی اختراع، شریعت گری، تحکم، نری زیادتی اور دھکا بازی کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۱۳۱
۲۶	شریعت پر جرأت، انتہاء پسندی اور مذہبی تعصب کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۱۳۲
۲۷	خود ساختہ اصول وقواعد والے	حقیقۃ التفضیل	۱۵۱
۲۸	متضاد کلام کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	۳۵۳۔۱۵۴
۲۹	بکثرت موضوع روایات درج کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	۱۷۷
۳۰	مطلع القمرین مجموعہ تضادات ہے	حقیقۃ التفضیل	۱۷۸
۳۱	بے سود بحث کی	حقیقۃ التفضیل	۱۹۸
۳۲	ٹھوکر کھا گئے	حقیقۃ التفضیل	۲۲۹
۳۳	تذبذب کا شکار	حقیقۃ التفضیل	۳۳۳
۳۴	ان کا قول پڑھی لکھی جہالت	حقیقۃ التفضیل	۳۳۳
۳۵	ناپاک جرأت کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۳۵۲
۳۶	موصوف کی کتب میں تضادات ہیں	حقیقۃ التفضیل	۳۵۴

صاحب بہار شریعت مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	غلط فہمی کا شکار	صلح الامام الحسن	۷۵

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	ان کی تفسیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے ادبی ہے	صلح الامام الحسن	۹۹
۲	ان کی تفسیر قرآن و سنت سے روگردانی ہے	صلح الامام الحسن	۹۹
۳	قرآن و سنت میں عدم تدبر کا بدترین مظاہرہ کرنے والے	صلح الامام الحسن	۱۱۵
۴	کتاب وسنت کو اپنی ضرورت کے مطابق ڈھالنے والے	صلح الامام الحسن	۲۴۹
۵	تردید روافض میں تنقیص اہلبیت کے مرتکب	شرح کتاب الاربعین	

علامہ شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتوہین:

۱	بدترین و بے ہودہ الفاظ کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۲۵
۲	متصب، ان کی مت ماری	حقیقۃ التفضیل	۲۵

علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید تغلیط:

۱	تکلفانہ استثناء کرنے والے	شرح کتاب الاربعین	۸۸
۲	خلاف احادیث استثناء کے مرتکب	شرح کتاب الاربعین	۸۹
۳	اپنے قیاس کو حدیث پہ ترجیح دینے والے	شرح کتاب الاربعین	۹۳
۴	ترجمہ حدیث میں من پسند ترمیم کرنے والے	شرح کتاب الاربعین	۱۰۰
۵	مغالطہ آفرینی کے مرتکب	شرح خصائص علی	۹۱۱

٦	معاویہ کا ناجائز دفاع کرنے والے	شرح خصائص علی	۹۱۱
۷	ان کا قلم اعتدال سے بھٹک گیا	شرح خصائص علی	۹۱۱
۸	لفظ صحابیت سے مرعوب ہو گئے	شرح خصائص علی	۹۱۱
۹	ترجمہ میں ناجائز اضافہ کرنے والے	اہل کساء کا مقام	۱۰

نائب محدث اعظم مولانا عبدالرشید رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	گمراہ کن غلطی کے مرتکب	شرح کتاب الاربعین	۱۳۵
۲	ان کی مت ماری گئی	شرح کتاب الاربعین	۱۳۹
۳	سنیت سے بے خبر	شرح کتاب الاربعین	۱۳۹
۴	غبی، غوایت وسفاہت والے	شرح کتاب الاربعین	۱۳۹
۵	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل	۲۴۷

مفتی عبدالعلیم سیالوی صاحب کی تردید وتوہین:

۱	غیر معتدل و فتنہ انگیز فتویٰ لکھنے والے	حقیقۃ التفضیل	۷
۲	شرارت وفساد پہ مبنی فتویٰ دینے والے	حقیقۃ التفضیل	۹
۳	مفتی شفتی، بے ڈنگے فتاویٰ والے	حقیقۃ التفضیل	۸
۴	بے احتیاط، غلطی فہمی کا شکار	حقیقۃ التفضیل	۲۹۳_۲۸۲

مفتی منیب الرحمان صاحب کی تردید وتغلیط:

۱	خودساختہ اجماع کی بنیاد رکھنے والے	حقیقۃ التفضیل	۴۷
۲	تنگ بندیوں کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۴۸
۳	جابر ومشدد ملاں	حقیقۃ التفضیل	۱۳۲

۴	انتہائی بے ہودہ اور قرآن و سنت کے خلاف جملے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۲۷۶
۵	زیغ (دل کی کجی) والے	حقیقۃ التفضیل	۲۷۷
۶	متعصب، دل کے اندھے	حقیقۃ التفضیل	۲۷۷
۷	خرافات و بکواسات والے	حقیقۃ التفضیل	۲۷۷

امیر اہلسنّت الیاس عطار قادری صاحب کی تردید وتغلیط:

۱	حاطب اللیل	الاحادیث الموضوعۃ	۶۵
۲	نوے فیصد موضوع روایات و باطل تاویلات پہ مبنی کتاب لکھنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۶۵
۳	باطل استدلال کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ	۶۵
۴	زیادتی کے مرتکب، متشدد	شرح کتاب الاربعین	۶۱
۵	پرلے درجے کی بے احتیاطی کے مرتکب	شرح کتاب الاربعین	۶۲
۶	بغیر پاؤں دیکھے اپنے پاؤں پھیلانے والے	شرح کتاب الاربعین	۷۶
۷	غیر عالم امراء اہلسنّت	اہلبیت اور علیہ السلام	۳۱
۸	امیری کے گھمنڈ میں مبتلا	اہلبیت اور علیہ السلام	۳۳
۹	بغیر چادر دیکھے پاؤں پھلانے والے	اہلبیت اور علیہ السلام	۳۹
۱۰	نرے جاہل	حقیقۃ التفضیل	۱۰

جمیع فضلاء دعوت اسلامی کی تردید وتوہین:

۱	ناصبی مولویوں کی کھیپ	حقیقۃ التفضیل	۱۰

شیخ الحدیث غلام رسول قاسمی صاحب کی تردید وتغلیط:

۱	شان علی رضی اللہ عنہ گھٹانے کی خاطر کئی پیچ وتاب کھانے والے	شرح اسنی المطالب	۴۳
۲	احادیث پر ہاتھ صاف کرنے والے	شرح اسنی المطالب	۶۰
۳	ہیرا پھیری کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	۱۰۳-۱۷۸
۴	غیر محتاط فتوے باز	شرح اسنی المطالب	۱۱۶
۵	امام اعظم کی ذات پہ انتہائی مکروہ الزام لگانے والے	شرح اسنی المطالب	۱۱۸
۶	مردود وباطل ضابطے کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	۱۲۸
۷	مبنی پر حماقت بیان کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	۱۲۹
۸	معنوی ڈنڈی مارنے والے	شرح اسنی المطالب	۲۶۹
۹	پینترے بدلنے والے	شرح اسنی المطالب	۱۷۹
۱۰	اسباب کا چکر چلانے والے	شرح اسنی المطالب	۱۷۹
۱۱	چکر باز، ہیچ پیچ سے کام لینے والے	شرح اسنی المطالب	۲۵۴
۱۲	پانی میں مدھانی چلانے والے	شرح اسنی المطالب	۲۷۳
۱۳	قبیح ترین زیادتی کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	۲۸۳
۱۴	تحریف کے مرتکب، گروگھنٹال	شرح اسنی المطالب	۲۸۳
۱۵	بے اعتدال	شرح اسنی المطالب	۲۸۳
۱۶	حضرت علی کی تنقیص کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	۳۲۶

۱۷	اپنے علم اور منصب شیخ الحدیث کی لاج نہ رکھنے والے	شرح اسنی المطالب	۳۵۴
۱۸	پرفریب جملے لکھنے والے	شرح اسنی المطالب	۳۵۴
۱۹	سنت سیئہ کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	۳۶۰
۲۰	ہیرا پھیری پہ گامزن	شرح اسنی المطالب	۴۲۲
۲۱	بھونڈے استدلال کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	۴۲۷
۲۲	شریعت پر زیادتی کے مرتکب	شرح اسنی المطالب	۴۳۵
۲۳	دھوکہ دہی اور خیانت کا رعب ڈالنے والے	شرح اسنی المطالب	۴۳۵
۲۴	حماقت کرنے والے	شرح اسنی المطالب	۴۴۰

اعلیٰ حضرت، مفتی منیب الرحمان صاحب، غلام رسول قاسمی صاحب کی تردید:

۱	ثواب کا چکر چلانے والے	حقیقۃ التفضیل	۱۳۹
۲	ہیرا پھیری کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۱۴۱

ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب کی تردید وتغلیط:

۱	موضوع و باطل روایات بیان کرنے والے	الاحادیث المرفوعہ	۹۹-۹۴
۲	عمداً موضوع روایات بیان کرنے والے	الاحادیث الموضوعہ	۱۵۳
۳	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل	۲۴۷

علامہ سید ارشد سعید کاظمی شاہ صاحب کی تردید:

۱	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل	۲۴۷

علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب کی تردید:

۱	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل	۲۴۷

محقق ابن محقق قاری محمد طیب نقشبندی صاحب کی تردید وتغلیط:

۱	عدم تدبر وتعصب کے مرتکب	اہل کساء کا مقام	۴
۲	حماقت وغوایت کے مرتکب	اہل کساء کا مقام	۵
۳	حقائق کو مسخ کرنے والے	اہل کساء کا مقام	۹
۴	الفاظ میں کمی و بیشی یا تحریف کرنے والے	اہل کساء کا مقام	۹
۵	ترجمہ میں ناجائز اضافہ کرنے والے	اہل کساء کا مقام	۹

علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتوہین:

۱	نواصب کی بولی بولنے والے	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	۵۶
۲	انتہائی سنگین جسارت کے مرتکب	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	۵۶
۳	خارجی وناصبی ملاں	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	۵۷
۴	حقیقت سے بے خبر	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	۵۶
۵	ان کی بصیرت جواب دے گئی	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	۵۶
۶	اس ملاں کی ذہنی پستی	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	۶۵
۷	مذہبی تعصب میں رضویت بھی کھو بیٹھے	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	۷۱
۸	تعصب سے اندھے ہو گئے	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	۹۲

مفتی مطیع الرحمان رضوی کی تردید:

۱	ترجمے میں ڈنڈی مارنے والے	حقیقۃ التفضیل	۹۵
۲	ناپاک جسارت کرنے والے	حقیقۃ التفضیل	۲۲۹

مفتی شیر محمد خاں کی تردید وتغلیط:

۱	شخصی قول کو حدیث بنانے والے	حقیقۃ التفضیل	۱۷۰

جمیع اہلسنت کی تردید وتغلیط:

۱	معاویہ کو مجتہد قرار دینے والے سابقون اولون صحابہ کی حق تلفی کرتے ہیں	شرح کتاب الاربعین	۳۱۹
۲	بے بنیاد دعوے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل	۳۵
۳	حق چھپانے والے	حقیقۃ التفضیل	۳۰۸

جمہور مفسرین کی تردید وتغلیط:

۱	غرض مند	صلح الامام الحسن	۳۱۵
۲	نانا کی دوکان پر نانا جی کی فاتحہ پڑھنے والے	صلح الامام الحسن	۳۲۰
۳	عدم تدبر کا شکار	صلح الامام الحسن	۳۲۰
۴	کتاب وسنت پر جرات کرنے والے	صلح الامام الحسن	۳۲۴

ظہور احمد فیضی کی طرف سے اغیار کے لئے محبت نامے:

قارئین کرام!

آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ کوئی سنی ہو اور کتنا ہی بڑا ولی یا عالم ہو اگر وہ

موصوف کا ہم خیال ثابت نہ ہوا تو وہ ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتا، اس کے برعکس اگر کوئی غیر سنی ایک بات بھی اس کے موافق و مؤید ہو تو نہ صرف یہ کہ اسے سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں بلکہ اسے دعاؤں اور تعریفوں سے بھی خوب نوازتے ہیں، کسی نے سچ ہی کہا تھا صَاحِبُ الحَاجَةِ اَعْمٰی (یعنی ضرورت مند شخص اندھا ہوتا ہے) بہرکیف آیئے موصوف کی اغیار کے لئے محبت نوازی ملاحظہ کیجئے۔

قتیل بالاکوٹ اسمٰعیل دہلوی کی تحسین و تعریف:

نمبر	القاب	کتاب	صفحہ
۱	شہید، شاہ	صلح الامام الحسن	۱۸۲_۱۰۹
۲	شہید، شاہ	اہل کساء کا مقام	۵۲_۵۳_۵۸
۳	شہید، شاہ	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	٦٨
۴	علامہ	اہل کساء کا مقام	۵۸

قاسم نانوتوی دیوبندی کی تعریف و تحسین:

نمبر	القاب	کتاب	صفحہ
۱	مولانا، صاحب	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	۲۹

رشید احمد گنگوہی دیوبندی کی تعریف و تحسین:

نمبر	القاب	کتاب	صفحہ
۱	مولانا، صاحب	اہلبیت کرام اور علیہ السلام	۷۱

انور شاہ کشمیری کی تعریف و تحسین:

نمبر	القاب	کتاب	صفحہ
۱	علامہ، رحمۃ اللہ علیہ	حقیقۃ التفضیل	۲۵۳ ۲۵۲

یوسف بنوری دیوبندی کی تحسین و تعریف:

نمبر	القاب	کتاب	صفحہ
۱	اللہ تعالٰی علامہ مولانا یوسف بنوی کو اجر عظیم دے	حقیقۃ التفضیل	۲۵۰

اسمٰعیل محمد دیو بندی کی تعریف وتحسین:

۱	ماہر، مناظر، مدرس، عالم، حق گو، حق پسند عالم، رحمۃ اللہ علیہ	ترجمہ تفسیر غریب القرآن	٦

عبداللہ دانش وہابی کی تعریف:

۱	حفظہ اللہ تعالیٰ	گھر والے، در والے	۱۷

غیر مقلد ناصر الدین البانی کی تعریف وتحسین:

۱	ان کا جذبہ حق قابل تحسین ہے	شرح کتاب الاربعین	۲۷
۲	جزاء اللہ تعالیٰ احسن الجزاء	شرح کتاب الاربعین	۲۷

اشرف علی تھانوی کی تعریف وتحسین:

۱	مولانا	لطافت جسم مصطفیٰ	۴۴-٦۵ ۷۷
۲	علامہ حفظہ اللہ تعالیٰ	مناقب زہرہ	۴۰٦

رضوان علی ندوی کی تحسین وتعریف:

۱	حفظہ اللہ تعالیٰ	شرح خصائص علی	۵۲
۲	علامہ حفظہ اللہ تعالیٰ	مناقب زہرہ	۴۰٦

طارق جمیل دیو بندی کی تعریف وتحسین:

۱	عالمی مبلغ، علامہ، مولانا	اہل کساء کا مقام	۹۲
۲	حضرت صاحب، حفظہ اللہ تعالیٰ	اہل کساء کا مقام	۹۲_۹۳
۳	جزاہ اللہ تعالیٰ	اہل کساء کا مقام	۹۳
۴	علامہ حفظہ اللہ	ترجمہ تفسیر غریب القرآن	۳۷

۵	علامہ مولانا حفظہ اللہ تعالیٰ	ترجمہ تفسیر غریب القرآن	۵۲

دیو بندی وہابی بھی سنی ہیں:

۱	دیو بندی، وہابی بھی اہلسنّت ہیں	حقیقۃ التفضیل	۳۲۸

یہ چند حضرات تو وہ تھے کہ جن سے خاص محبت نوازی کا اظہار کیا گیا ہے، ورنہ موصوف کی کتب ایسے کئی اور لوگوں کے لئے علامہ، مولانا، اور شیخ الحدیث جیسے تعظیمی القابات سے بھری ہوئی ہیں۔ مثلاً

ابن تیمیہ، خلیل احمد سہارنپوری، سعید احمد اکبر آبادی، شبیر احمد عثمان، محمد یوسف بنوری، انور شاہ کشمیری، اسحاق مدنی، ابو الکلام آزاد، ثناء اللہ امرتسری، حامد انصاری، اسمٰعیل روپڑی، شبلی نعمانی، زکریا سہارنپوری، نزیر حسین دہلوی، وحید الزماں، شمس الحق عظیم آبادی، عبد السلام ندوی، ادریس کاندہلوی، عبد الرشید نعمانی، عاشق الٰہی میرٹھی، خرم علی، تقی عثمانی۔

آپ اندازہ لگائیں کہ موصوف کی جانب سے کس قدر ڈھٹائی اور بے اعتدالی کا بدترین مظاہرہ کیا گیا ہے کہ اگر نفرت و بے مروتی پہ آئیں تو صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے بھی "رضی اللہ عنہ" جیسے تعظیمی الفاظ کے استعمال سے انکار کر دیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الاحادیث الموضوعہ ص ۲۴) اور فیاضی پہ آئیں تو متنازعہ افراد و اغیار کے لئے بھی بڑے بڑے القابات اور دعائیں پیش کریں۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ دعویٰ پھر بھی یہ ہے کہ:

"ہر حال میں اعتدال ضروری ہے۔"

(الاحادیث الموضوعہ ص ۲۰)

ہم پوچھتے ہیں آپ کی یہ کرتوت اعتدال ہے یا پھر رافضیت کی بدترین مثال ہے، اعتدال ہے یا پھر اپنوں سے نفرت غیروں سے الفت کی منافقانہ چال؟؟

کچھ کتاب ہذا کے بارے:

اس کتاب میں تخصیص کے ساتھ تو ظہور احمد فیضی کے اس باطل نظریات کا رد کرنے کی کوشش کی گئی جو وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے یا فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کے جنتی ہونے کا انکار کرتا ہے۔ مگر ضمناً موصوف کی جانب سے صحابیت کے متعلقہ اٹھائے گئے بے بنیاد اشکالات ولایعنی ابحاث کا بھی رد بلیغ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے باقاعدہ تبویب نہیں کی بلکہ موصوف نے جس قرآنی آیت، حدیث نبوی یا قول از اقوال ائمہ کو پیش کر کے غلط تشریح اور فاسد نتیجہ نکالنے کی سعیٔ مذموم کی ہے اس اس کا براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ کے ساتھ تحقیقی جواب دیا گیا ہے۔

کئی مقامات پر جواب دیتے ہوئے راقم کے قلم سے بھی یقیناً کچھ تلخ جملے بھی ادا ہوئے ہیں، جس کے لئے ہم اپنے نرم مزاج مگر خیر خواہ وحق پسند قارئین سے پیشگی معذرت چاہتے ہیں۔ وہ بھی کسی ذاتی عناد کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اور صرف ''جواب آں غزل'' کے طور پر ہیں اور ایسا ہونا بھی ایک فطری عمل تھا۔ اس لئے کہ اگر کسی صاحب ایمان کے سامنے کوئی بد طینت آدمی، اللہ تعالیٰ یا اس کے مقربین میں سے کسی کی توہین کا ارتکاب کرے تو جذبات کا مچلنا نہ صرف بشری تقاضا ہے بلکہ یہ ایک دینی فریضہ اور غیرت ایمانی کا مظاہرہ بھی ہے۔

غیور مسلمان تو کسی مقرب کی بارگاہ میں گستاخانہ ایک جملہ تک برداشت نہیں کرتے اور ادھر حال یہ ہے کہ موصوف نے ایک درجن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نام بنام جا بجا توہین کی اور عموماً جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہ سب وشتم کیا، یونہی کثیر ائمہ وعلماء اسلام کی تردید وتغلیط کی بلکہ کیئوں کی تو صراحتاً توہین بھی کر ڈالی تو ایسے سیاہ کرتوت کرنے والا یا اس کا کوئی حمائتی یہ سمجھے کہ اس سب کے باوجود اس کا ردِعمل نہیں آئے گا تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔

لگا کے آگ بدن میں وہ مجھ سے چاہتا ہے
کہ سانس لوں تو فضا کو دھواں دھواں نہ کروں

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

راقم الحروف کی نسبت ''فیضی'' راقم کے دادا مرشد شیخ المشائخ، نور زماں حضرت پیر سید فیض محمد شاہ صاحب المعروف حضرت پیر قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کی بدولت ہے اور قاری ظہور احمد غالباً علامہ خورشید احمد فیضی کا مرید ہے اس لئے اپنے نام کے ساتھ فیضی لگاتا ہے۔ بتانا یہ مقصود تھا کہ وہ ہمارا پیر بھائی نہیں ہے اور نہ ہی دور دور تک ہمارا اس سے کوئی واسطہ ہے۔

خادم مسلک حق
احقر
سجاد علی فیضی

آیت حدید اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جنتی ہونا

چونکہ موصوف نے سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۰ کی من چاہی اور فاسد تشریح و توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے مناسب ہوتا ہے کہ اولاً اس آیت کریمہ کی مختصراً تفسیر عرض کر دی جائے تاکہ قارئین بآسانی سمجھ سکیں کہ آیت ہذا کا صحیح معنی و مفہوم کیا ہے۔

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۰﴾

''تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتحِ مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا، اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔''

''الحسنیٰ'' سے مراد جنت ہے:

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں مذکور لفظ ''الحسنیٰ'' سے مراد جنت ہے۔

جلالین شریف میں ہے:

وکلا من الفریقین... ''وعد اللہ الحسنی'' الجنة

''اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دونوں گروہوں میں سے ہر ایک سے رب تعالیٰ الحسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ فرما چکا ہے۔''

(ص ۴۴۹، مزید دیکھئے تفسیر صاوی ج ۶، ۲۱۰۴، تفسیر مدارک ج ۳، ص ۴۳۵، تفسیر بغوی ج ۴، ص ۳۴۴، تفسیر کبیر ج ۱۰، ص ۴۵۳، تفسیر ابی سعود ج ۶، ص ۲۰۲، تفسیر ماوردی ج ۵، ۴۷۱، تفسیر قرطبی جزء ۲۷، ج ۱۷، ص ۲۰۷، تفسیر روح المعانی ج ۱۴، ص ۲۶۴، تفسیر روح البیان ج ۹، ص ۴۴۴، تفسیر جمالین ج ۲، ص ۳۱۷، تفسیر ملا علی قاری ج ۵، ص ۱۰۷، تفسیر ابن عباس ص ۵۳۸، تفسیر در منثور ج ۸، ص ۵۰، غیرہا)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے اول تا آخر جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ عام ازیں کہ انہوں نے فتح مکہ سے قبل کلمہ پڑھا ہو یا بعد میں، ہاں مگر ان میں سے وہ صحابہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے کلمہ پڑھا، خرچ کیا اور جہاد کیا ان کا رتبہ ان سے بہت بلند ہے۔ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد کلمہ پڑھا۔ مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔

آیت ہذا کے ضمن میں پیش کردہ قاری ظہور کے دلائل اور اشکالات کا رد:

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بابت ایک سوال کیا گیا جس کے جواب میں آپ نے سورہ حدید کی درج بالا آیت کریمہ سے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قطعی جنتی ہونے پر استدلال کیا۔ جس سے موصوف کو بڑی شدید تکلیف ہوئی اور اپنے تائیں کئی دلائل ناقصہ قائم کرکے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ نہ تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں اور نہ ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس آیت کے تحت داخل ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک

اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس استدلال کی تردید و تغلیط میں بھی ایڑی

چوٹی کا زور لگایا۔ آیئے سب سے پہلے وہ مکمل فتویٰ ملاحظہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد موصوف کی بھونگیوں کا رد کیا جائے گا۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قطعی جنتی ہونے پہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

"مسئلہ:"

حضرت ہادی و رہنمائے سالکاں قبلۂ دو جہاں دام ظلہم، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، مسائل ذیل میں حضرت کیا فرماتے ہیں

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک روز خفا ہوئے اور روافض کہتے ہیں یہی وجہ ہے باغی ہونے کی پھر ایک کتاب مولانا حاجی صاحب کی تصنیف اعتقاد نامہ ہے جو بچوں کو پڑھایا جاتا ہے اس میں یہ شعر بھی درج ہے:

حق در آنجا بدست حیدر بود
جنگ با او خطا و منکر بود

"حق وہاں حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اس کے ساتھ جنگ غلط اور ناپسندیدہ تھی"

(۲) امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی واسطے دفع جنگ کے۔

الجواب:

(۱) روافض کا قول کذب محض ہے۔ عقائد نامہ میں "خطا و منکر بود" نہیں ہے بلکہ خطائے منکر بود ہے، اہل سنت کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا خطاء اجتہادی تھی۔ اجتہاد پر طعن جائز نہیں، خطاء اجتہادی دو قسم ہے،

مقرر و منکر، مقرر وہ جس کے صاحب کو اس پر برقرار رکھا جائے گا، اس سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ جیسے حنفیہ کے نزدیک شافعی المذہب مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا اور منکر وہ ہے جس پر انکار کیا جائے گا۔ جبکہ اس کے سبب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو جیسے اجلۂ اصحاب جمل رضی اللہ عنہم کہ قطعی جنتی ہیں اور ان کی خطا یقیناً اجتہادی جس میں کسی نام سنیت لینے والے کو محل لب کشائی نہیں، بایں ہمہ اس پر انکار لازم تھا جیسا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کیا باقی مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مداخلت حرام ہے۔ حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا!

"جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو زبان روکو۔"

دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

ستکون لاصحابی بعدی زلۃ غفرھا اللہ لھم لسابقتھم ثم یاتی من بعدھم قوم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار

"قریب ہے کہ میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہوگی جسے اللہ بخش دے گا اس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے، پھر ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل جہنم میں اوندھا کر دے گا۔"

یہ وہ ہیں جو ان لغزشوں کے سبب صحابہ پر طعن کریں گے۔ اللہ عزوجل نے تمام صحابہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرآن عظیم میں دو (۲) قسم کیا، مومنین قبل فتح مکہ و مومنین بعد فتح مکہ اول کو دوم پر تفضیل دی اور صاف فرما دیا:

''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ '' سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرما دیا، واللہ بما تعملون خبیر اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔ بایں ہمہ وہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا پھر دوسرا کون ہے کہ ان میں سے کسی کی بات پر طعن کرے۔ واللہ الہادی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بے شک امام مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد فرمائی اور اس سے صلح و بندش جنگ مقصود تھی اور یہ صلح وتفویض خلافت اللہ ورسول کی پسند سے ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن کو گود میں لے کر فرمایا تھا۔

ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔

''میرا یہ بیٹا سید ہے، میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔''

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگر خلافت کے اہل نہ ہوئے تو امام مجتبیٰ ہرگز انہیں تفویض نہ فرماتے نہ اللہ ورسول اسے جائز رکھتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹، ص ۳۳۵ تا ۳۳۷، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

امیر معاویہ اس آیت میں شامل نہیں (قاری ظہور):

موصوف اپنی بحث کو ''وکلا وعداللہ الحسنیٰ سے استدلال کا جائزہ'' کے عنوان سے شروع کرتے ہوئے پہلی دلیل یوں قائم کرتے ہیں:

''فاضل بریلوی نے بعض طلقاء کو ''وکلا وعداللہ الحسنیٰ' میں بھی شامل کر دیا ہے لیکن ان کا یہ استدلال مردود و باطل ہے۔ کیونکہ سورۃ الحدید فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ یہ اختلاف بھی ہے کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی بعض نے کہا ہے

کہ اس کا کچھ حصہ مکی ہے اور کچھ حصہ مدنی ہے۔ بہرحال یہ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی اور معاویہ بن ابی سفیان فتح مکہ کے بعد مجبوراً اسلام لائے تھے۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۱۰)

یونہی اس کتاب میں ایک اور مقام پر حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

"ہمارے حکیم الامت نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جن صاحب (معاویہ) کا نام لیا ہے ان کے لئے قرآن وسنت میں میں قطعاً ایسی کوئی دلیل نہیں آئی حتیٰ کہ باقی دلائل تو کجا انہیں سورۃ الحدید کی مشہور آیت وکلا اعداللہ الحسنیٰ میں شامل سمجھنا درست نہیں۔ کیوکہ یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی اور اس میں جن حضرات کے لئے وعدہ حسنیٰ کا ذکر ہے وہ وہ ہیں جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان مسلمان ہوئے اور پھر یہ آیت ہے ہی جملہ خبریہ لہٰذا اس میں وہ لوگ کیونکر شامل سمجھے جا سکتے ہیں جو فتح مکہ سے قبل کافر تھے۔"

(ایضاً ص ۱۰۰)

جواب نمبر ا: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے کلمہ پڑھ چکے تھے اس لئے اس آیت میں شامل ہیں:

موصوف کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے اس لئے وہ اس آیت میں شامل نہیں۔ گویا موصوف کا خود ساختہ ضابطہ یہ ٹھہرا کہ اس وعدہ حسنیٰ کا صرف وہی مصداق ہے جو فتح مکہ سے قبل مسلمان ہو چکا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے پہلے کلمہ پڑھ لیا تھا تو آپ بلاشبہ اس آیت "و کلا وعد الله الحسنیٰ" میں شامل ہوں گے۔

تو آیئے ہم اس کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے کلمہ پڑھ چکے تھے۔

الاصابہ فی تمیز الصحابہ ومختصر تاریخ دمشق میں ہے:

انه اسلم بعد الحديبية وكتم اسلامه حتى اظهره عام الفتح وانه كان فى عمرة القضاء مسلما

"بلاشبہ آپ رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو چکے تھے اور اپنا اسلام چھپائے رکھا یہاں تک کہ فتح مکہ والے دن ظاہر کیا اور بے شک آپ عمرۃ القضاء کے وقت مسلمان تھے۔"

(الاصابہ ج ۳، ص ۱۸۵۵، مختصر تاریخ دمشق ۲۴ / ۴۰۲)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں:

صحابى يشتهر اسلم قبل الفح وكتب الوحى

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی مشہور ہیں، آپ نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا اور آپ نے وحی کی کتابت کی۔

(ص ۴۵۰، ترجمہ نمبر ۲۹۲۱، مطبوعہ دار العاصمہ بتحقیق صغیر احمد شاغف)

حضرت امام ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"علامہ واقدی کی روایت کے مطابق صلح حدیبیہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور آپ کے علاوہ کا موقف یہ ہے کہ حدیبیہ کے دن ہی مشرف با سلام ہوئے تھے اور

اپنے والدین سے اپنے اسلام کو چھپا کر رکھا تھا حتیٰ کہ فتح مکہ کے دن اپنے اسلام کا اظہار کر دیا تھا۔"

آپ رضی اللہ عنہ اس عمرہ کے وقت مسلمان تھے، اس کی تائید اس روایت سے بھی ملتی ہے کہ امام احمد نے دوسرے طریقہ سے جس کی روایت فرمائی کہ محمد بن باقر بن علی زین العابدین بن الحسین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"میں نے مقام مروہ میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک لئے (قصر کا لفظ عربی زبان میں بال کاٹنے کے لئے استعمال ہوتا ہے) (تطہیر الجنان مترجم ص ۱۹، اکبر بک سیلر)

موصوف قاری کے استاد، شارح صحیحین مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مشہور قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔ علامہ واقدی نے یہ حکایت کی ہے کہ حضرت معاویہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا حتیٰ کہ فتح مکہ کے سال انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا اور یہ عمرۃ القضاء میں مسلمان تھے، لیکن یہ قول حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث کے معارض ہے کہ ہم نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا اور اس وقت یہ کافر تھے۔ تاہم اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا یہ قول حضرت معاویہ کے ظاہر حال پر محمول ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے اسلام کو چھپایا ہوا تھا۔" (نعمۃ الباری شرح بخاری ج ۶، ص ۹۱-۸۹۰)

ان تصریحات سے جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل اسلام لا چکے تھے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ قاری موصوف کے خود ساختہ ضابطے کی روشنی میں بھی آپ رضی اللہ عنہ ''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ ''میں شامل ہیں۔

جواب نمبر ۲: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دوسرے گروہ کے تحت اس آیت میں شامل ہیں:

موصوف کا یہ استدلال اس لئے بھی باطل و مردود ہے کہ اگر اُن کی اس بات کہ ''اس میں جن حضرات کے لئے وعدہ حسنیٰ کا ذکر ہے وہ وہ ہیں جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان مسلمان ہوئے'' تو اس وعدے کے مصداق لوگ ایک ہی گروہ ثابت ہوں گے۔ حالانکہ ہم کئی تفاسیر کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں کہ اس کے مصداق دو گروہ ہیں جیسا کہ جلالین کی شہادت ''وکلا من الفریقین'' اس پہ صاف طور پر دلالت کر رہی ہے اور یہ تفسیر تبھی درست قرار پاتی ہے کہ اگر صحابہ کے دو گروہ (۱) قبل فتح مکہ کلمہ پڑھنے والے (۲) بعد فتح مکہ کلمہ پڑھنے والے تسلیم کئے جائیں۔

جواب نمبر ۳:

آپ رضی اللہ عنہ صحابی ہونے کے ناطے اس آیت میں شامل ہیں:

اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ والے دن ہی کلمہ پڑھا تھا تو بھی آپ اس وعدے کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ یہ وعدہ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ہے چاہے وہ فتح مکہ سے پہلے والے ہوں یا اس کے بعد والے اور آپ کا صحابی رسول ہونا قطعی اور اجماعی ہے۔ آیئے اس پہ چند ایک شواہد ملاحظہ کرتے ہیں۔

(۱) پہلے جواب کے تحت نقل کی گئی تصریحات آپ کی صحابیت کو روز روشن کی

طرح واضح کررہی ہیں۔

(۲) کسی نے حضرت معافی بن عمران سے یہ پوچھا کہ اے ابومسعود! عمر بن عبدالعزیز کا معاویہ بن ابی سفیان کے سامنے کیا مقام ہے؟

(یہ سن کر) وہ سخت غصے میں آ گئے اور فرمایا:

لایقاس باصحاب رسول اللہ ﷺ احد معاویة صاحبہ وصھرہ کاتبہ وامینہ علی وحی اللہ

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر کسی کو بھی قیاس نہ کرو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے صحابی، سسرالی رشتہ دار کاتب اور وحی خدا کے امین ہیں (پھر یہ حدیث بیان کی کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

دعوا لی اصحابی و اصھاری فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔

''میرے صحابہ اور سسرالی رشتہ داروں کو میرے لئے چھوڑ دو پس جو بھی انہیں برا بھلا کہے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔''

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۸، ص ۳۵۳)

(۳) بخاری شریف کی مشہور حدیث پاک ہے کہ جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

انہ فقیہ

''بے شک آپ مجتہد ہیں۔'' (بخاری حدیث نمبر ۳۷۶۵)

دوسری روایت میں ہے:

فانه صحب رسول الله ﷺ

''بے شک آپ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔''

(بخاری حدیث نمبر ۳۷۶۴)

(۴) حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معاویة رضی الله عنه فهو من العدول الفضلاء والصحابة النجباء رضی الله عنهم

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل، فاضل اور منتخب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔'' (شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۷۲)

(۵۔۶) اسی مضمون کی تصریحات حضرت امام طیبی اور حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی پائی جاتی ہیں، ان ائمہ کی بالترتیب صراحت ملاحظہ ہو:

''معاویة فهو من العدول الفضلاء ومن الصحابة الخیار ''معاویة فهومن العدول الفضلاء والصحابة الاخیار

''طیبی شرح مشکوٰۃ ج ۱۲، ص ۸۶۰، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۱، ص ۱۵۱)

(۷) سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا خود موصوف قاری کو بھی تسلیم ہے، اس کی عبارات ملاحظہ ہوں:

موصوف حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''بہر کیف یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور اگرچہ یہ سابقین اولین کی طرح سراپا ایمان نہ تھے۔'' (شرح خصائص علی ص ۹۳۸)

اسی کتاب میں آگے جا کر لکھا:

''حضرت معاویہ کے نام کے ساتھ ہمیشہ کے لئے کاتب وحی

کا لفظ منتھی کر دیا گیا۔ حالانکہ انہیں صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فقط آخری دو سال میسر آئے تھے۔'' (ایضاً ص ۹۴۸)

تنبیہ:

موصوف نے جو یہ کہا کہ ''اگرچہ یہ (معاویہ و عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم) سابقین اولین کی طرح سراپا ایمان نہ تھے یہ بھی انکے رافضیت آلودہ ذہن کی اختراع ہے ورنہ باوجود فرق مراتب کے تمام کے تمام صحابہ سراپا ایمان اور کامل ایمان والے تھے۔ رب تعالیٰ کے اس فرمان:

اولئك هم المومنون حقا (یہی سچے مسلمان ہیں)۔''

(سورۃ انفال، آیت ۴)

کے اولین و حقیقی مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انما المومنون

انما الكاملوا الایمان

''سوائے اس کے نہیں کہ کامل ایمان والے۔''

پھر کہا:

اولئك هم المومنون حقا

ای اولئك هم المومنون ایمانا حقا

''یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو حقیقی ایمان والے ہیں۔''

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۶۰۳ قدیمی کتب خانہ)

جواب نمبر ۵: موصوف سے ایک اہم مطالبہ:

اگر ان تمام حقائق کے باوجود بھی قاری صاحب اپنے ڈھٹھ پن اور

"میں نہ مانوں" کی روش پہ قائم رہیں تو ہمارا ان سے یہ مطالبہ ہے کہ کوئی ایسی آیت یا حدیث صحیح تو صحیح ضعیف ہی پیش کریں جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کی نفی ہو۔ یا آپ کے جنتی ہونے کی نفی کی گئی ہو۔

یونہی کسی صحابی، تابعی اور معتبر امام کا کوئی ایک ایسا مستند قول ہی پیش کر دیں جس میں یہ وضاحت ہو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس آیت کے تحت شامل نہیں ہیں اور اگر یہ مطالبہ پورا نہیں کر سکتے بلکہ بالیقین نہیں کر سکتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے ایسی ھفوات بک کر اپنی آخرت تباہ نہ کریں۔ کیونکہ یہ بات تو آپ خود بھی لکھ چکے ہیں کہ:

> "تمام لوگوں کی کیا مجال کہ وہ کسی صحابی کے بارے رائے زنی کریں، اس سلسلہ میں مکمل احتیاط نہ کی جائے تو انسان کی آخرت برباد ہو سکتی ہے۔" (صلح الامام الحسن ص ۱۱۷)

جواب نمبر ۶:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قاری ظہور کے مسلمہ تفسیری قواعد کی روشنی میں بھی آیت ہذا میں شامل ہونا:

موصوف قاری ایک مقام پر ایک تفسیری قاعدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہوئے ہیں:

> "اہل علم کے نزدیک اصول یہ ہے کہ اگر کسی آیت میں حکم، نہی، مدح یا ذم کا بیان ہو اور اس کی شان نزول معین ہو تو ایسے ہر حکم ہر نہی ہر مدح اور ہر دم کا اطلاق اس شخص پر بھی ہو گا جس کے بارے میں وہ آیت نازل ہوئی اور اس کی مانند دوسرے اشخاص پر بھی ہو گا چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اور امام

سیوطی لکھتے ہیں:

والآیۃ التی لھا سبب معین ان کانت امر منھیا فھی متناولۃ لذلك ولغیرہ ممن کان بمنزلتہ و ان کانت خبرا بمدح اوذم فھی متناولۃ لذلك الشخص وغیرہ ممن کان بمنزلتہ ایضًا

''وہ آیت جس کی شان نزول معین ہو، اگر وہ امر اور نہی پر مبنی ہو تو وہ اس شخص اور اس کی طرح دوسرے لوگوں کو بھی شامل ہو گی اور اگر وہ مدح یا ذم کی خبر ہو تو تب بھی وہ اس شخص اور اس کی مانند دوسرے لوگوں کو بھی شامل ہو گی۔''

(اہل کساء کا مقام، حقائق واوہام ص ۱۲، ۱۳)

ہم کہتے ہیں اگر بفرض تسلیم یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ آیت صرف اور صرف صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان والے لوگوں کے لئے نازل ہوئی ہے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پھر بھی اس آیت کے تحت شامل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ نفسِ صحابیت میں (یعنی صحابی ہونے کی حیثیت سے) آپ بھی ان دوسرے صحابہ کی مانند ہیں جن کے لئے یہ ''وعدہٗ حسنیٰ''، نازل ہوا اور یہ بات تو خود موصوف بھی مانتے ہیں کہ اگر کسی آیت میں مدح کی خبر ہو اور اس کی شان نزول معین ہو تو اس مدح کا اطلاق اس شخص پر بھی ہوگا جس کے بارے میں وہ آیت نازل ہوئی اور اس کی مانند دوسرے اشخاص پر بھی ہو گا، چونکہ اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح کے طور پر ان کے جنتی ہونے کی خبر دی گئی ہے لہٰذا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اس آیت کا اطلاق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی ہوگا۔

پھر دوسرا قاعدہ بیان کرتے ہوئے لکھا:

''فقط یہ بھی نہیں کہ دوسرے لوگ اس شخص کے برابر ہو سکتے

ہیں بلکہ اس سے بڑھ بھی سکتے ہیں۔" (اہل کساء کا مقام صاحب ۱۳)
موصوف نے پھر اس کے تحت کچھ مثالیں بھی ذکر کیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ:

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ"

(النساء:۶۹)

"اگرچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے لئے نازل ہوئی ہے مگر اس خبر مدح میں ان سے افضل صحابہ بھی شامل ہیں۔"

یونہی آیت کریمہ:

"وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ"

(الاحزاب:۳۷)

"اگرچہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لئے نازل ہوئی ہے۔ مگر اس فقہی مسئلہ میں ان سے افضل صحابہ بھی شامل ہیں۔"

ہم کہتے ہیں کہ جب ادنیٰ کے بارے نازل شدہ خبر مدح کے تحت اعلیٰ شامل ہوسکتا ہے تو پھر اعلیٰ کے بارے نازل شدہ خبر مدح کے تحت بلحاظ فرق مراتب کے ادنیٰ بھی شامل ہوسکتا ہے۔

بلکہ ہماری اس بات کی تائید موصوف کی پیش کردہ تیسری مثال بھی کر رہی ہے کہ آیت کریمہ:

وسيجنبها الاتقى (اللیل:۱۷)

اگرچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے نازل ہوئی اور آپ کی افضلیت کی بہترین دلیل ہے مگر راہ خدا میں خرچ کرنے والے کے لئے رضائے الٰہی کے ملنے کی خبر مدح میں ہر وہ شخص بھی شامل ہوگا جو آپ سے ادنیٰ ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ بفرض تسلیم اگر زیر بحث آیت کو حدیبیہ و فتح مکہ کے درمیان والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

لئے مانا جائے تو بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آیت حدید میں شامل ہوں گے۔

تنبیہ:

ہم نے جو اعلیٰ و ادنیٰ کے الفاظ کہے یہ افضل و مفضول ہونے کے معنی میں ہیں ورنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی اعلیٰ ہیں ان میں کوئی بھی ادنیٰ نہیں۔

نوٹ:

اگر موصوف قاری یا اس کا کوئی حمایتی یہ کہے کہ آپ کا یہ بعد والا استدلال درست نہیں بلکہ ان مثالوں میں تو صرف افضل ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت کی جا رہی ہے تو ہم کہیں گے کہ آپ کا یہ عذر نامعقول ہے۔ اس لئے کہ یہ جزیات جس قاعدے کے تحت بیان کی جا رہی ہیں وہ شمولیت و عدم شمولیت کے بارے ہے نہ کہ افضلیت و عدم افضلیت کے ثبوت کے بارے۔

اس پہ مزید دلیل یہ ہے کہ موصوف نے ان جزئیات کو بیان کرنے سے قبل ان کا ماقبل بیان کردہ قاعدہ سے ربط کرتے ہوئے خود یوں لکھا ہے:

> ''فقط یہ بھی نہیں کہ دوسرے (شامل ہونے والے راقم) لوگ اس شخص کے برابر ہو سکتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ بھی سکتے ہیں۔''

اس فتح سے فتح مکہ نہیں بلکہ صلح حدیبیہ مراد ہے (قاری ظہور):

موصوف اپنے مؤقف پہ دوسری دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''سورۃ الحدید کی اس آیت میں جو لفظ ''الفتح'' آیا ہے اس کی تفسیر معلوم کرنے کے لئے اگر آپ کتب تفسیر کو کھنگالنا شروع کر دیں تو آپ کو نقل در نقل کے طور پر فتح مکہ کے قائلین کی تعداد زیادہ ملے گی مگر اہل تحقیق مفسرین نے اس سے فتح مکہ نہیں بلکہ صلح حدیبیہ کی فتح مراد لی ہے اور اسی کو صحت

کے قریب اور راجح قرار دیا ہے۔
چنانچہ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فتح مکہ اور فتح حدیبیہ دونوں کے بارے میں تفسیری اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واولی الاقوال فی ذلك عندی ان یقال معنی ذلك لایستوی منکم ایها الناس من انفق فی سبیل الله من قبل الفتح الحدیبیة للذی ذکرنا من الخبر عن رسول الله ﷺ الذی رو یناه عن ابی سعید الخدری عنه

''اور میرے نزدیک ان اقوال میں سے صحیح یہ کہ اس آیت کا معنی یوں کیا جائے اے لوگو! تم ان کے برابر نہیں ہو جنہوں نے تم میں سے فتح حدیبیہ سے قبل راہ الٰہی میں خرچ کیا ہے، اس لئے کہ ہم اس کی دلیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد نقل کر چکے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔'' (جامع البیان ج ۱۲، ص ۳۹۵)

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے قبل جو حدیث نبوی نقل فرمائی ہے وہ یہ ہے:

عن ابی سعید الخدری قال: قال لنا رسول الله ﷺ عام الحدیبیه یوشك ان یاتی قوم تحقرون اعمالكم مع اعمالكم قلنا: من هم یا رسول الله! قریش هم؟ قال: لا، ولكن اهل الیمن ارق افئدة والین قلوبا. فقلنا هم خیر امنا یا رسول الله؟ فقال لو كان لاحدهم جبل من ذهب

فانفقه. ما ادرك من احد كم ولانصيفه الا ان
هذا فصل ما بيننا و بين الناس لايستوى منكم
من انفق من قبل الفتح و قاتل، الى قوله: والله
بما تعملون خبير

''سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیبیہ کے سال ارشاد فرمایا: عنقریب تمہارے پاس ایک قوم آئے گی جن کے اعمال کے مقابلہ میں تم اپنے اعمال کو حقیر سمجھو گے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون ہیں کیا قریش ہیں وہ؟ فرمایا نہیں، لیکن وہ اہل یمن جو بہت زیادہ رقیق القلب اور نرم خو ہیں۔ ہم نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ ہم سے بہتر ہیں؟ فرمایا: اگر ان میں سے کسی کے پاس سونے کا پہاڑ ہو پھر وہ اس کو خرچ کر دے تو وہ تمہارے ایک اور آدھے مد کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا۔، سنو! ہمارے اور ان کے لوگوں کے درمیان یہ آیت حد فاصل ہے تم میں سے کوئی برابری نہیں کرسکتا۔ ان کی جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی انکا درجہ بہت بڑا ہے ان سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جنگ کی اور سب کے ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ہے بھلائی کا اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے بخوبی خبردار ہیں۔''

(جامع البیان ج ۲۲ ص ۳۹۴، تفسیر ابن ابی حاتم ج ۱۰، ص ۳۳۳۶)

اس روائت کے راویوں پہ بحث کرنے کے بعد مزید لکھا:

امام سیوطی نے سورۃ الفتح کی تفسیر میں محدث عبد بن حمید سے اس سے بھی

زیادہ واضح حدیث نقل فرمائی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

عن عامر الشعبی. ان رجلاسئل النبیﷺ یوم الحدیبیة أفتح هذا؟ قال: و انزلت علیه انا فتحنا لك فتحنا مبینا فقال النبیﷺ: نعم: عظیم. قال: وکان فصل مابین الهجرتین فتح الحدیبة. فقال "لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل"

''حضرت عامر شعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیبیہ کے دن دریافت کیا: کیا یہ فتح ہے؟ راوی کہتے ہیں: اور آپ پر یہ آیت انا فتحنا لك فتحا مبینا'' نازل کی گئی تھی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں عظیم فتح ہے۔فرمایا دو ہجرتوں کے درمیان فرق حدیبیہ کی فتح ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی''لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قائل'' (الدر المنثور ج ۱۳، ص ۲۶۱) صلح الامام الحسن ص ۳۱۰،تا ۳۱۳)

جواب نمبر ا:

امت کے کثیر اور اجلہ مفسرین نے اس فتح سے فتح مکہ مراد لی ہے:

موصوف نے یہ لکھ کر کہ ''سورۃ الحدید کی اس آیت میں جو لفظ ''الفتح'' ہے اس کی تفسیر معلوم کرنے کے لئے اگر آپ کتب تفسیر کھنگالنا شروع کریں گے تو آپ کو نقل در نقل کے طور پر فتح مکہ کے قائلین کی تعداز یادہ ملے گی۔ مگر اہل تحقیق مفسرین اس فتح سے فتح مکہ نہیں بلکہ صلح حدیبیہ کی فتح مراد لی ہے۔''

بڑی چالاکی سے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ جن مفسرین نے اس سے صلح حدیبیہ مراد لی ہے اہل تحقیق تو صرف وہی ہیں، باقی تمام تو نہ صرف یہ کہ غیر اہل تحقیق ہیں بلکہ مکھی پر مکھی مارتے آئے ہیں۔ انہیں ذرا بھی سمجھ نہ آئی کہ اس آیت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

لیکن اس حقیقت سے موصوف بھی نہ انکار کر سکے کہ فتح مکہ کے قائلین کی تعداد زیادہ ہے، آیئے ہم ان تفاسیر میں سے کچھ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جن میں ''فتح مکہ'' مراد لی گئی ہے اور فیصلہ اپنے قارئین پہ چھوڑتے ہیں کہ آیا ان کے مصنفین بھی اہل تحقیق شمار ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ ان کی تفسیر بھی معتبر و مقبول سمجھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

ملاحظہ ہو:

تفسیر خازن جزء ۲۷، ص ۲۷، تفسیر جلالین ص ۴۴۹، تفسیر مدارک ج ۳، ص ۴۳۵، تفسیر بغوی ج ۴، ص ۳۲۳، تفسیر ماوردی ج ۵، ص ۴۷۱، تفسیر ابن عباس ص ۵۳۸، تفسیر کبیر ج ۱۰، ص ۴۵۲، تفسیر مظہری ج ۷، ص ۲۸، تفسیر ابی سعود ج ۶، ص ۲۰۱، تفسیر روح المعانی ج ۱۴، ص ۲۶۳، تفسیر قرطبی، ج ۱۷، ص ۲۰۵، تفسیر صاوی ج ۶، ص ۲۱۰۶، تفسیر روح البیان ج ۹، ص ۴۲۲، تفسیر جمالین ج ۲، ص ۳۷۰، تفسیر ماتریدی ج ۹، ص ۵۱۹، تفسیر البحر المحیط ج ۸، ص ۳۰۹، احکام القرآن للجصاص ج ۳، ص ۶۲۲، ابن کثیر مترجم ج ۵، ص ۲۴۳، کشاف ص ۱۳۵۴، تفسیر ضیاء القرآن ج ۵، ص ۶۲۲، تفسیر رضوی ج ۴، ص ۱۸۲، تفسیر نور العرفان ص ۸۴۰، تفسیر تبیان القرآن ج ۱۱، ص ۷۱۸، تفسیر صراط الجنان ج ۹، ص ۷۳۳)

درج تفاسیر میں بھی یہ تفسیر مراد لی گئی ہے:

''تفسیر سمرقندی، تفسیر التحریر والتنویر، تفسیر بیضاوی، تفسیر

لطائف الاشارات تفسیر کبیر للطبرانی، تفسیر جیلانی، تفسیر ثعلبی، تفسیر تذکرۃ الاریب لابن جوزی، تفسیر صنعانی وغیرہا۔''

جواب نمبر ۲:

تفسیر طبری اور تفسیر در منثور کے حوالاجات موصوف کے مؤید نہیں ہیں:

موصوف نے صلح حدیبیہ کی فتح مراد لینے پہ تائیداً جو پہلی نقل پیش کی ہے وہ تفسیر ابن جریر سے ہے کہ:

واولی الاقوال فی ذلك بالصواب عندی...

''یعنی امام طبری فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ان اقوال سے صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔(خلاصہ)''

اس نقل کے بارے پہلی گزارش تو یہ کہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف قاری کی طرح فتح مکہ کے قائلین کو غیر اہل تحقیق اور مکھی پہ مکھی مارنے والا قرار نہیں دیا بلکہ اولاً اس کے بارے اختلاف کو بایں الفاظ بیان کیا۔

اختلف اهل التاويل فی تاويل ذلك فقال بعضهم: معناه لايستوی منكم ايها الناس من امن قبل وهاجر و قال آخرون عنی بالفتح فتح: مكة وبالنفقة فی جهاد المشركين قال آخرون: عنی بالفتح فی هذا الموضع صلح الحديبية

''مفسرین کا اس (فتح) کی تفسیر میں اختلاف ہے، ان میں سے بعض کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اے لوگو تم میں سے وہ لوگ برابر نہیں جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے اور ہجرت کی اور دوسرے بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد فتح

مکہ ہے اور خرچ سے مراد مشرکین کے خلاف جہاد میں خرچ
کرنا ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ اس جگہ فتح سے مراد
صلح حدیبیہ ہے۔" (تفسیر طبری ج ۱، ص ۲۲۲)

اس کے بعد اپنی رائے دی اور اسے بھی "عندی" (میرے نزدیک) سے مقید کر دیا: اس قید سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ آپ کی رائے ہے، مگر اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ یہ قول علی الاطلاق "اولی الاقوال" ہے ورنہ آپ بھی "عندی" کی قید نہ لگاتے جبکہ فتح مکہ کے قائل مفسرین کی ایسی عبارات ملتی ہیں کہ جن میں سے فتح مکہ مراد ہونا مطلقاً اولیٰ اور ارجح قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر ہم اس پر باحوالہ گفتگو کریں گے۔

جہاں تک موصوف کی دوسری نقل کا تعلق ہے جس کو بایں الفاظ بڑے طمطراق سے پیش گیا ہے کہ:

"امام سیوطی نے سورۃ الفتح کی تفسیر میں محدث عبد بن حمید
سے اس سے بھی زیادہ واضح حدیث نقل فرمائی ہے۔"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ موصوف کو یہ نقل بھی ذرا بھر مفید نہیں، بلکہ ان کے مخالف اور ہمارے موافق و مؤید ہے، وہ اس لئے کہ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر درمنثور میں صرف اور صرف اس بات کا التزام کیا ہے کہ کسی بھی آیت کے متعلق جو احادیث و آثار آئے ہیں ان کو اس کے تحت درج کر دیا جائے، قطع نظر اس کے کہ وہاں فیصلہ کن تفسیر کون سی ہوگی۔

جبکہ اس کے برعکس تفسیر جلالین میں ان اقوال کو لانے کا التزام کیا گیا جو فیصلہ کن، معتمد اور ارجح ہیں جیسا کہ تفسیر جلالین کے مقدمہ میں فرمایا:

والاعتماد علی ارجح الاقوال

"اور ارجح اقوال پر اعتماد کیا گیا ہے" (تفسیر جلالین ص ۴)

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے امام اہلسنت فرماتے ہیں:

''مطلب اصح جس کے مطالعہ کو جلالین کہ اصح الاقوال پر اقتصار کا جن کو التزام ہے سردست بس ہے، ہاتھ سے نہ جائے۔'' (فتاوی رضویہ ج۲۶،ص ۶۵۷)

اس تفسیر جلالین میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث آیت میں مذکور ''الفتح'' سے فتح مکہ ہی مراد لی ہے۔ جلالین کے الفاظ یہ ہیں:

من قبل الفتح لمكة

''یعنی فتح مکہ سے پہلے۔'' (ص۴۴۹)

ثابت ہوا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے منصب محدث کے پیش نظر وہ حدیث درمنثور میں تو نقل کر دی ہے لیکن جہاں تک اس بابت ان کا اپنا نظریہ ہے تو وہ خود اس سے ''فتح مکہ'' کو بطورِ ارجح الاقوال لیتے ہیں۔

قارئین کرام:

تفسیر جلالین چونکہ مدارس دینیہ میں بطور درسی کتاب کے پڑھائی جاتی ہے اور اس بارے ہماری نقل کردہ تحقیق علم تفسیر کے اول درجے کے طلباء بھی جانتے ہیں۔ مگر یہ کتنی شرم کی بات ہے کہ جس چیز کو ابتدائی طلباء تو جانتے ہوں مگر خود ساختہ اک ''ریسرچ اسکالر'' نہ جانتا ہو!

ہمیں نہیں معلوم کہ بایں وجہ موصوف کو علم تفسیر سے جاہل سمجھا جائے یا پھر خائن و دھوکے باز۔

اصل فتح صلح حدیبیہ ہے، قول محقق (ظہور فیضی):

موصوف درج بالا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

اس تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی ابہام باقی نہ ہو رہا کہ سورۃ الحدید کی آیت نمبر دس ''لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح و قاتل''

میں جس فتح کا ذکر ہے ،اب اس سلسلہ میں اگر چہ تفسیری اقوال نقل کرنے کی حاجت نہیں تاہم بعض لوگوں کی تسلی کے لئے چند حوالات پیش کرتا ہوں امام ابو حیان اندلسی نے اس قسم کے دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو قول جمہور قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وقال الجمهور هو فتح الحديبية قاله السدى والشعبى والزهرى قال ابن عطية وهو الصحيح.

''جمہور نے کہا یہ فتح حدیبیہ ہے اور یہی سدی، شعبی اور زہری کا قول ہے ابن عطیہ نے کہا: یہی صحیح ہے۔ (البحر المحیط ج ۸، ص ۸۹)

علامہ محمود آلوسی حنفی نے اس مقام پر تفصیلی کلام کیا اور فرمایا ہے کہ قبل از فتح اور بعد از فتح سے مراد صلح حدیبیہ کے بعد ہے پہلے انہوں نے مشہور حدیث ''لاتسبوا اصحابی'' درج فرمائی ہے۔ اس میں حضرت عبدالرحمان بن عوف اور خالد بن ولید کے تنازع کا ذکر ہے۔ ان میں اول الذکر قدیم الاسلام میں اور مؤخر الذکر صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے آیت میں جو لفظ ''اولئک اعظم'' درجہ آیا ہے اس سے انہوں نے حدیبیہ سے پہلے والے قدیم الاسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مراد لیا ہے اور ''من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا'' سے صلح حدیبیہ سے بعد والوں کو مراد لیا ہے۔ پھر انہوں نے نتیجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ثم فى الحديث تائيد مالكون اولئك هم الذين انفقوا قبل الحديبية إلا ان اسلامه رضى الله عنه كان بين الحديبية و فتح مكة كما فى التقريب وغيره والزمخشرى فسر الفتح بفتح مكة. فلا تغفل

''پھر حدیث (لاتسبوا) میں اس بات کی تائید ہے کہ

''اعظم درجة'' میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے کیونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں اسلام لائے تھے جیسا کہ تقریب التہذیب وغیرہ کتب میں ہے اور علامہ زمخشری نے الفتح کی تفسیر فتح سے کی ہے۔ لہٰذا غفلت کا شکار نہ ہونا۔'' (روح المعانی ج ۲۴، ص ۳۱۲)

پیر محمد کرم الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق سورۃ الحدید کا نزول ہی فتح مکہ سے پہلے ہوا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں اس کی آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نزول غزوہ احد اور صلح حدیبیہ کے درمیان عرصہ میں ہوا۔

(ضیاء القرآن ج ۵، ص ۱۰۳)

اس فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ (ضیاء القرآن ج ۵، ص ۵۳۱)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ الفتح کی پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اکثر مفسرین فتح سے صلح حدیبیہ مراد لیتے ہیں۔''

(خزائن العرفان ص ۵۲۰)

اس کے بعد نواب صدیق حسن کا حوالہ پیش کیا۔

جواب نمبر ۱:

موصوف کی دھوکہ دہی اور ان کے نقل کردہ تفسیری شواہد کی حقیقت:

موصوف نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس فتح سے فتح حدیبیہ ہونا ہی محقق وارجح ہے، اپنے ماہرانہ تبصرہ کے ساتھ ساتھ چند تفسیری شواہد بھی پیش کئے تھے، ہم کوشش کرتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے بارے منصفانہ کلام کریں تاکہ ہمارے قارئین ان کی حقیقت سے آگاہ ہوسکیں۔

پہلی شہادت تفسیر "البحر المحیط" سے نقل کی گئی ہے، جس میں "قول جمہور" کا قول کیا گیا۔ مگر راقم نے جب تفسیر "البحر المحیط" کا یہ مطلوبہ مقام دیکھا تو حیران رہ گیا کہ امام ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ حدید کی اس آیت کی تفسیر موصوف قاری کے مؤقف کے بالکل برعکس کی ہے ان کی اصل عبارت یوں ہے:

والمفتح مكة وهو المشهور وهو قول قتادة وزيد بن اسلم و مجاهد فقال ابو السعيد والشعبي وهو فتح الحديبية وقد تقدم في اول سورة الفتح كونه فتحا..

اس آیت میں (مذکور) فتح سے مراد فتح مکہ ہے اور یہی مشہور قول ہے اور یہی قتادہ، زید بن اسلم اور مجاہد کا قول ہے اور ابو السعید اور شعبی کہتے ہیں اس سے مراد فتح حدیبیہ ہے اور سورۃ فتح کے شروع میں اس کے فتح ہونے کے بارے گفتگو گزر چکی ہے۔ (تفسیر البحر المحیط ج ۸، ص ۳۰۹)

موصوف کی اس چوری کو علمی خیانت کہا جائے یا دھوکہ دہی؟ اس کا فیصلہ ہم قارئین پہ چھوڑتے ہیں مگر ہم ایسی ریسرچ اسکالری کو ست سلام کہتے ہیں۔

اک شبہ کا ازالہ:

ممکن ہے موصوف یا ان کا کوئی چاہنے والا یہ کہے کہ جی یہاں کوئی دھوکہ دہی نہیں ہے بلکہ امام ابو حیان کی یہ عبارت سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کے تحت سے لی گئی ہے۔

تو ہم کہیں گے کہ آپ کی یہ بات "عذر گناہ بدتر گناہ" کی مصداق ہے، اس لئے کہ تصنیف کی انصافی حدود کا تقاضا یہ تھا کہ اس عبارت کو نقل کرتے ہوئے یہ وضاحت کی جاتی کہ یہ تفسیر سورۂ حدید کی آیت نمبر دس کی نہیں بلکہ سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کی ہے۔ کیونکہ موصوف اپنی اس بحث کو یہ عنوان خود دے چکے ہیں:

"وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" سے استدلال کا جائزہ":

"مگر موصوف ایسا کرتے بھی کیوں، ایسا کرنا تو گویا ان کے لئے زہر کا پیالہ پینے کے مترادف تھا۔"

اس لئے کہ امام حیان رحمۃ اللہ علیہ سورہ حدید کی زیر بحث آیت کی تفسیر میں دوٹوک الفاظ میں اپنا یہ فیصلہ دے چکے ہیں کہ:

"**والفتح مكة وهو المشهور**"

جہاں تک سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کا تعلق ہے تو موصوف قاری کے نقل کردہ قول کے باوجود حضرت امام اندلسی لکھتے ہیں:

والظاهر ان هذا الفتح هو فتح مكة

"اور ظاہر ہے کہ اس فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔"

(تفسیر البحر المحیط ج ۸، ص ۱۲۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نقل موصوف قاری کی مؤید نہیں ہے بلکہ ایک دم ان کے مخالف اور ہماری مؤید ہے۔ جہاں تک "قال الجمہور" کا معاملہ ہے تو ان شاء اللہ آگے چل کر اس پر بھی کلام کیا جائے گا۔

یونہی تفسیر روح المعانی کی شہادت بھی موصوف کو ذرہ بھر مفید نہیں ہے بلکہ ان کے مؤقف کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ حضرت امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی مؤقف بھی یہی ہے کہ زیر بحث آیت میں مذکور "الفتح" سے مراد فتح مکہ ہے۔ بلکہ آپ نے بھی اسے ہی مشہور قول قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں "**والفتح فتح مكة على ماروى عن قتادة زيد بن اسلم و مجاهد وهو المشهور۔ وقال الشعبى هو فتح الحديبية**...... اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے اس بنیاد پر کہ یہ حضرت قتادہ، زید بن اسلم اور مجاہد سے مروی ہے اور یہی مشہور قول ہے...... اور شعبی فرماتے ہیں کہ یہ فتح حدیبیہ ہے۔

(تفسیر روح المعانی جزء ۲۷، ج ۱۴، ص ۲۶۳)

موصوف نے جو روح المعانی سے حدیث نقل کی وہ بھی اس کے مخالف موقف کو ثابت کرتی ہے اس لئے کہ موصوف تو اپنے اس عقیدے کے حامل ہیں کہ ''لاتسبوا اصحابی'' سے صرف اور صرف سابقین اولین صحابہ ہیں۔

(دیکھئے الاحادیث الموضوعہ ص ۲۰)

اور یہ کہ تمام صحابہ جنتی نہیں ہیں۔ (دیکھئے صلح الامام الحسن ص ۱۰۴)

جبکہ حضرت امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث ''لاتسبوا اصحابی'' سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت کے لئے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں:

اقول: شاع الاستدلال بهذا الحديث على فضل الصحابةمطلقاً بناء على ماقالوا: ان اضافة الجمع تفيدالاستغراق۔

''میں کہتا ہوں کہ اس حدیث مبارکہ کے ذریعے مطلقاً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت پر استدلال کرنا مشہور و معروف ہے۔ اس قانون کی بنیاد پر جو علماء نے بیان کیا ہے کہ جمع کی اضافت استغراق کا فائدہ دیتی ہے۔ (جیسا کہ حدیث میں اصحاب جمع کی اضافت ہے یاء ضمیر متکلم کی طرف، راقم)

(روح المعانی جزء ۲۷، ج ۱۴، ص ۲۶۵)

ان حقائق کی روشنی میں ہم یہ کہنے پہ مجبور ہیں کہ موصوف کی آنکھوں پر عشقِ رافضیت کی ایسی سیاہ پٹی بندھ چکی ہے کہ انہیں سفید بھی سیاہ دکھائی دیتا ہے۔ کسی نے ٹھیک کہا تھا:

عشق میں ہر نقش اُلٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

موصوف نے حسبِ عادت ضیاء القرآن کی نقل میں بھی دھوکہ دہی سے کام لیا ہے کیونکہ ضیاء القرآن میں بھی زیر بحث آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فتح مکہ مراد لی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"فتح سے مراد فتح مکہ ہے، بعض نے صلح حدیبیہ بھی مراد لیا ہے۔" (ضیاء القرآن ج ۵، ص ۱۱۳)

راقم کہتا ہے کہ موصوف کو ضیاء القرآن سے حوالہ نقل کرنا "موت کو ماسی" کہنے کے مترادف ہے کیونکہ صاحب ضیاء القرآن نے اپنی تفسیر میں جا بجا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عادل، متقی، مغفور، اور قطعی جنتی ہونا بیان کرنے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی پر بھی طعن کرنے والے کی ٹھیک ٹھاک ٹھکائی کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

ج ۵، ص ۱۱۴، زیر آیت واللہ بما تعملون خبیر حدید: ۱۰
ج ۲، ص ۱۷۰، آیت نمبر ۷۴، سورہ انفال
ج ۱، ص ۲۵۹۔ ۲۶۰، سورہ العمران آیت نمبر ۱۰۳، وغیرہا

اور ادھر حال یہ ہے کہ موصوف نہ صرف یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کھلے بندو سب و شتم کرتے ہیں بلکہ تمام صحابہ کے جنتی ہونے سے بھی انکاری ہیں۔

یونہی موصوف نے تفسیر خزائن العرفان کی شہادت نقل کرنے میں بھی مغالطہ آفرینی سے کام لیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث آیت کی تفسیر قطعاً وہ نہیں فرمائی جو موصوف نے نقل کی ہے۔ بلکہ آپ نے بھی اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی ہے:

"یعنی پہلے خرچ کرنے والوں سے بھی اور فتح کے بعد خرچ کرنے والوں سے بھی۔"

(خزائن العرفان ص ۹۹۴، تحت آیت: ۱۰ سورہ حدید)

چونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث آیت کے ترجمہ میں "فتح مکہ" مراد لیا اور حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو برقرار رکھا ہے۔ جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک بھی اس سے مراد "فتح مکہ" ہے۔ مگر موصوف نے یہاں پر بھی کمال چالاکی کے ساتھ سورۂ حدید کی آیت ۱۰ کی یہ تفسیر چھوڑ کر سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کی تفسیر اٹھا کر نقل کر دی۔ حالانکہ آغاز بحث میں وہ اپنا عنوان یوں قائم کر چکے تھے۔

"وکلا وعد اللہ الحسنیٰ سے استدلال کا جائزہ"

ایسی شان تحقیق وتصنیف کو داد دیتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں
دے گا تمام عقل کے بخیے ادھیڑ تو

نوٹ:

اس بابت جو اغیار کا حوالہ پیش کیا گیا چونکہ وہ ہمارے مسلمات سے نہیں اس لئے اس سے صرف نظر کیا جا رہا ہے۔

جواب نمبر ۲:

اس سے مراد "فتح مکہ" کے ارجح واصح ہونے پہ دس (۱۰) دلائل:

بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے دلائل کی روشنی میں ثابت کیا کہ نہ ہی موصوف کا دعویٰ درست ہے اور نہ ان کی پیش کردہ تفسیری شہادتیں ان کے دعوے سے میل کھاتی ہیں۔ اب اس بات پر دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ اس فتح سے "فتح مکہ" کا ہونا ہی ارجح اور اصح ہے۔

دلیل نمبر ۱:

تفسیر جلالین میں فتح مکہ ہی سے تفسیر کی گئی ہے جو اس کے ارجح ہونے

کی واضح ترین دلیل ہے کیونکہ اس میں ارجح اقوال لانے کا التزام کیا گیا ہے۔
تفسیر جلالین کے مقدمے میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

والاعتماد علی ارجح الاقوال

''یعنی ارجح اقوال پر اعتماد کیا جائے گا۔'' (ص ۴)

دلیل نمبر ۲:

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس بابت دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

المراد لهذا الفتح فتح مكة لان اطلاق لفظ الفتح فی التعارف يصرف اليه. قال عليه السلام لا هجرة بعد الفتح

''اس فتح سے مراد ''فتح مکہ'' ہے کیونکہ لفظ فتح کا مطلقاً استعمال ہونا عرف میں اسی معنی کی طرف پھیرا جاتا ہے (جیسا کہ اس حدیث نبوی میں فتح مطلق سے ''فتح مکہ'' مراد ہے) آپ فرماتے ہیں فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے۔'' (تفسیر کبیر ج ۱۰، ص ۴۵۲)

ثابت ہوا جب بھی لفظ فتح بولا جاتا ہے عرف میں اس سے فتح مکہ ہی مراد ہوتی ہے۔

دلیل نمبر ۳:

کئی معتبر تفاسیر میں اسے اکثر مفسرین کا قول قرار دیا گیا ہے جیسا کہ:
تفسیر البحر المحیط میں ہے:

والفتح مكة وهو المشهور

''اس سے مراد فتح مکہ ہے اور یہی مشہور قول ہے۔''

(ج۸،ص۲۰۹)

تفسیر خازن میں ہے کہ تفسیر قرطبی اور ثعلبی میں ہے:

یعنی فتح مکہ فی قول اکثر المفسرین

''اکثر مفسرین کے قول کے مطابق اس سے فتح مکہ مراد ہے۔'' (جز۲۷،ص۲۷، تحت آیت ۱۰ حدید)

تفسیر روح المعانی میں ہے:

وھو المشھور

''یعنی فتح مکہ ہونا ہی مشہور ہے۔''

دلیل نمبر ۴:

کئی تفاسیر میں اسے جمہور کا قول بھی قرار دیا گیا۔

تفسیر التحریر والتنویر، تفسیر بغوی اور تفسیر مظہری میں ہے:

وھذا قول جمھور المفسرین

''اور یہ جمہور مفسرین کا قول ہے۔''

(التحریر والتنویر، بغوی ج۴،ص ۳۲۳، مظہری ج۷،ص۲۸)

تفسیر روح البیان میں ہے:

وھذا قول الجمھور

''اور یہ جمہور کا قول ہے۔'' (ج۱۴،ص ۲۶۳)

یونہی ابن کثیر میں ہے:

والجمھور علی ان المراد بالفتح ھھنا: فتح مکة

''جمہور مفسرین کے نزدیک اس جگہ فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔'' (تحت آیت لایستوی منکم)

دلیل نمبر ۵:

یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جیسا کہ تفسیر ماوردی میں فرمایا گیا ہے کہ:

لایستوی منکم... فیه قولان: احدهما: لایستوی من اسلم من قبل فتح مکة قاتل ومن اسلم بعد فتحها وقاتل قاله ابن عباس و مجاهد (تفسیر ماوردی ج ۵ ص ۴۷۱)

اور حضرت بن عباس رضی اللہ عنہ کا شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے بڑے دس (۱۰) مفسر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔"

(دیکھئے الاتقان فی علوم القرآن ج ۲، ص ۳۸۲)

آپ ہی کو "خبر الامۃ اور ترجمان القرآن کہا جاتا ہے۔

آپ کے مقام تفسیر کے بارے مزید تفصیل موصوف قاری ہی کے قلم سے ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور دعا فرمائی۔"

اللھم علمه الکتاب

"اے اللہ! اس کو قرآن سکھا دے۔"

(بخاری رقم ۷۵۔۷۲۷، مسند احمد ج ۳، ص ۳۲۸، رقم ۳۳۷۹)

ایک اور مقام میں ہے:

اللھم علمه الحکمة

"اے اللہ! اس کو حکمت سکھا دے۔"

(بخاری رقم ۳۷۵۶، سنن الترمذی ۳۸۲۴، الاحاد والمثانی رقم ۳۷۵)

بعض روایات میں ''تاویل الکتاب'' کا اضافہ ہے یعنی اسے ق
سے معانی نکالنا سکھا۔ (سنن ابن ماجہ رقم ۱۶۶، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۲، ص ۲۶۸)
(ایک اور مقام پر یوں دعا فرمائی:

اللهم فقهه في الدين وعلمه التاويل

''اے اللہ! اس کو دین میں فقہ عطا فرما اور قرآن کی تاویل سکھا۔''

(مسند احمد رقم ۳۰۳۳، ۳۱۰۲، بخاری رقم ۱۴۳، صحیح ابن حبان رقم ۵۵، المعجم الاوسط رقم ۱۴۴۴، ۳۳۸۰، المعجم الکبیر ج ۱۰، ص ۳۲۰ و ج ۱۱ ص ۱۱۰، ج ۱۲، ص ۱۰۷۰، المستدرک ج ۳، ص ۵۳۴، وط ج ۳ ص ۶۱۵، رقم ۶۲۸۰، المصنف لا بن شیبہ ج ۱۲، ص ۱۱۲، وط: ج ۱۷، ص ۱۸۸، رقم ۳۲۸۸۷، الاحاد والمثانی رقم ۳۸۰، الطبقات الکبریٰ لا بن سعد ج ۲، ص ۲۷۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ا
عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی:

اللهم بارك فيه وانشر منه

''اے اللہ! اس میں برکت رکھ دے اور اس سے علم پھیلا۔''

(مختصر ابن عساکر ج ۱۲، ص ۲۹۹،، کتاب الاربعین للطائی ج ۹۶، الکامل لابن عدی ج ۳، ص ۵۵۰، حلیۃ الاولیاء ج ۱، ص ۳۹۰، الاستیعاب ج ۳، ص ۶۷، الاصابہ ج ۴، ص ۱۲۵، الاتقان ج ۲، ص ۴۶۷، سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱۱، ص ۱۲۱، اتحاف السادۃ المتقین ج ۵، ص ۱۴۰)

(انوار العرفان فی اسماء القرآن ص ۶۲۵ تا ۶۲۸)

ایک مقام پر قاضی شوکانی اور نواب صدیق حسن کی تردید کرتے ہوئے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو باطل قرار دینا فیضانِ مصطفیٰ کی تکذیب ہے۔ موصوف کی عبارت یہ ہے:

''حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں صاحبان نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تفسیر کو باطل ٹھہرا کر فیضان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی ہے۔'' (انوار القرآن ص ۶۲۵)

اسی کتاب کے صفحہ ۶۳۳ پر لکھا:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کا مقام ہے۔'' (خلاصہ عبارت ص ۶۳۳)

ایسے عظیم اور جلیل القدر صحابی رسول مفسر سے اس تفسیر (یعنی فتح سے فتح مکہ مراد ہونا) کا منقول ہونا اس کے ارجح ہونے کی دلیل بین ہے۔

دلیل نمبر ۶:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لائق ترین شاگرد حضرت امام مجاہد سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔ جو اس کے اصح ہونے کی واضح ترین دلیل ہے اور آپ کا بھی مقام علم تفسیر یہ ہے کہ آپ خود فرمایا کرتے:

عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاثین مرۃ

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حضور میں نے تیس (۳۰) بار قرآن مجید پیش کیا ہے (یعنی آپ سے تیس بار مکمل قرآن مجید کی تفسیر پڑھی ہے۔)'' (الاتقان ج ۲، ص ۴۷۶)

آپ کے متعلق حضرت امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

اذا جاءك التفسير عن مجاهد فحسبك به

''جب تیرے پاس حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی تفسیر آجائے تو تجھے وہی کافی ہے۔'' (ایضا ص ۲۷۷)

دلیل نمبر ۷:

یہ تفسیر مفسرین مکہ سے مروی ہے اور مکہ والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ... نسبت اعلم التفسیر (تفسیر کے سب سے بڑے عالم) تھے۔ حضرت ... سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم الناس بالتفسیر اھل مکة لا نھم اصحاب ابن عباس کمجاھد

''لوگوں میں تفسیر کے سب سے بڑے عالم مکہ والے ہیں، کیونکہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہیں جیسا کہ حضرت امام مجاہد۔ (ایضا ص ۲۷۷)

اور یہ تفسیر بھی مکی مفسرین سے مروی ہے:

دلیل نمبر ۸:

اس فتح سے صلح حدیبیہ کا مراد ہونا کچھ مفسرین کے سوا تقریباً ... نے صیغہ تمریض ''قیل'' سے ذکر کیا ہے یا پھر قول جمہور و اکثر کے ساتھ ذکر ... ہے، یا پھر اولاً فتح مکہ کا قول مراد لے کر اسے ثانیاً ذکر کیا ہے جیسا کہ ہمارے ... کردہ تفسیری شواہد کی تفصیل میں جا کر دیکھا جا سکتا ہے اور یہ ساری صورت حال بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ''فتح مکہ'' کا مراد ہونا ہی ارجح اور اصح ہے۔

دلیل نمبر ۹:

اس سے فتح مکہ کا مراد ہونا صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عظیم تابعی حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جبکہ ''صلح حدیبیہ'' کا مراد ہونا امام شعبی

اور امام زہری وغیرہ سے مروی ہے۔

اور اسماء الرجال سے شغف رکھنے والا ہر صاحب علم بخوبی جانتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر میں شعبی وزہری سے بے حد درجہ بلند ہیں۔ مع ہذا آپ شرف صحابیت سے بھی مشرف ہیں۔ یونہی امام مجاہد بھی ان دونوں بزرگوں (شعبی و زہری) سے کہیں اونچے درجے کے مفسر ہیں۔ جس کی وجہ وجیز کی طرف ہم اشارہ کر چکے یہ تقابل بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ فتح مکہ کا مراد ہونا ارجح ہو۔

دلیل نمبر ۱۰:

اس سے فتح مکہ کا مراد ہونا، "فرقہ زیدیہ" سے بھی ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو "تفسیر الاعظم" میں ہے

قیل: فتح مکہ

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔

(تحت لا یستوی)

قرین قیاس بات، یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ تفسیر اہلبیت کے چشم و چراغ امام زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جیسا کہ حضرت امام ابو یوسف یا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کسی مسئلے کا منقول ہونا یہی ثابت کرتا ہے کہ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ اور امام زید شہید رضی اللہ عنہ کے قول کی کیا حیثیت ہے وہ موصوف قاری کے قلم سے ملاحظہ ہو۔

لکھتے ہیں:

"یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بعد میں جتنے علماء اسلام نے ضخیم تفاسیر لکھی ہیں انہوں نے سیدنا امام زید بن علی علیہم السلام کے اقوال تفسیریہ کو امام التفسیر کے طور پر نقل کیا ہے۔"

(تفسیر غریب القرآن ص ۴۰)

تو جب ان کے تفسیری اقوال کا یہ رتبہ ہے تو لازمی ٹھہرا کہ ا
سے فتح مکہ مراد ہونا ارجح قرار پائے۔

تلك عشرة كاملة

نوٹ:

موسوف اس فرقہ زیدیہ سے اس قدر متاثر ہیں کہ انہیں "زیدی ما
کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ ہم نے اسی لئے دلیل نمبر ۱۰ "فرقہ زیدیہ" کی تر
سے اخذ کی۔

مصنف کی طرف سے تلبیس الحق بالباطل کا بدترین مظاہرہ:

موصوف لکھتے ہیں:

"فقہ اور عقائد میں ہم میں اور "زیدیہ" میں ۹۵ فیصد اتفاق
ہے۔" (خلاصۂ عبارت، تفسیر غریب القرآن ص ۵۲۔۹۵)

موصوف کا کہنا کہ "ہم میں اور زیدیہ میں ۹۵ فیصد اتفاق ہے"۔ ی
تلبیس الحق بالباطل کا بدترین مظاہرہ اور ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے
کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ صرف یہ نہیں کہ زیدیہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفاء ثلثہ پر تفضیل دیتے ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت
سارے عقائد و مسائل ہیں جو ہمارے اور اُن کے درمیان قطعی مختلف ہیں۔ اس
کے لئے ذیل کی بحث پڑھئے:

امام شہرستانی "فرقۂ زیدیہ" کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

"بعد اس کے کہ جب مفضول کی امامت کا قول کیا۔ زیدیہ کی
اکثریت امامیہ کی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کی طرف مال ہوگئی۔
اور ان کی تین اقسام ہیں۔ جارودیہ، سلیمانیہ اور بتریہ

انہیں صالحیہ بھی کہا جاتا ہے۔'' (الملل والنحل ص ۱۹۰)

اس کے محشی لکھتے ہیں:

الجارودية: اصحاب ابي الجارود قالوا بالنص على علی رضی الله عنه والصحابة كفروا بمخالفته

''ابو الجارود کے ساتھیوں کو جارودیہ کہا جاتا ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر نص آئی ہے اور اس کی مخالفت کی وجہ سے تمام صحابہ کافر ہو گئے تھے۔'' (ایضاً حاشیہ نمبر ۳)

شہرستانی کہتے ہیں:

''حضرت زید رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کے قائل نہیں تھے۔'' (ایضاً ص ۱۹۱)

سلیمانیہ:

تو یہ حضرت عثمان، حضرت عائشہ، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتے ہیں۔'' (ایضاً ص ۱۹۳)

بتریہ (یا صالحیہ)

حسن بن صالح بن حی کے ساتھیوں کو صالحیہ کہا جاتا ہے اور کثیر نوی ابتر کے ساتھیوں کو بتریہ کہا جاتا ہے۔ یہ مذہب اور امامت کے معاملے میں سلیمانیہ ہی کی طرح ہیں۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مومن یا کفر کہنے کے معاملے میں توقف کرتے ہیں۔'' (ایضاً ص ۱۹۵، خلاصہ)

قارئین کرام! اندازہ لگائیں ہم نے صرف دیگ میں سے ایک دانہ چیک کروایا ہے۔ اس سب کے باوجود بھی اگر کوئی ۹۵ فیصد کے اتحاد کی بات

کرے تو اسے چاہئے کہ اپنے نظریہ وعقل پر ماتم کرے۔"

موصوف کے زیدی غالی ہونے کا ثبوت:

ہم نے جو یہ کہا کہ قاری ظہور "زیدی غالی" ہے تو اس کی یہ بھی دلیل ہے کہ اس نے "ابو خالد واسطی" کی نہ صرف یہ کہ تحسین وتعریف کی ہے بلکہ اس کے لئے رحمت ورضا کی دعا بھی کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

لکھتے ہیں:

"یہ تفسیر (غریب القرآن) باقاعدہ امام پاک (زید) کی زبان سے ادا شدہ الفاظ پر مشتمل ہے جسے ان کے شاگرد حضرت ابو خالد عمرو بن خالد واسطی رضی اللہ عنہ نے قلمبند کیا تھا۔"

پھر لکھا:

"ہمارے علماء اسماء الرجال کی کتب میں حضرت ابو خالد واسطی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں ایک جملہ بھی خیر و تعدیل کا نہیں ملتا۔" (ایضاً)

اور واسطی کے بارے الملل والنحل میں یوں لکھا ہے:

ومن اصحاب ابی الجارود فضل الرسان وابو خالد الواسطی .

"اور ابو الجارود کے ساتھیوں میں سے فضل رسان اور ابو خالد واسطی بھی ہیں۔" (ص ۱۹۳)

اور فرقہ زیدیہ جارودیہ کے عقائد کی بابت پہلے لکھا جا چکا ہے۔

(۱) مسئلہ تفضیل کے بارے لکھتے ہوئے کہا:

"اس مقام پر سیدنا زید بن علی رضی اللہ عنہ کی بات (یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفاء ثلثہ سے بھی افضل ہیں) زیادہ صحیح ہے۔

(حقیقۃ التفضیل ص ۳۴۳)

دوسری جگہ لکھا:

"فقہ اور عقائد میں ہم میں اور "زیدیہ" میں ۹۵ فیصد اتفاق ہے۔" (خلاصہ عبارت، تفسیر غریب القرآن ص ۵۲۔۹۵)

مزید برآں ان کی وہ تمام عبارات بھی اس پر دلیل بین ہیں کہ جن میں اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرتے ہوئے ان کی توہین وتنقیص کی۔

جواب نمبر ۳:

تفسیر البحر المحیط" کی شہادت "قال الجمہور" اور موصوف کی دھوکہ دہی:

موصوف نے حسب عادت اس نقل میں بھی دھوکہ دہی اور فریب کاری سے کام لیا ہے کیونکہ موصوف نے جو حضرت امام حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ نقل کئے ہیں یہ سورۂ حدید کی آیت ۱۰ کی تفسیر نہیں ہیں بلکہ سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کے ہیں۔ حضرت امام اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری زیر بحث آیت کی کیا تفسیر کی آیئے ملاحظہ کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

والفتح مكة وهو المشهور وقول قتادة و زيد بن اسلم و مجاهد و قال ابو سعيد الخدری والشعبی هو فتح الحديبية قد تقدم فی اول سورة الفتح كونه فتحا

"اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے اور یہی مشہور اور قتادہ زید بن اسلم اور مجاہد کا قول ہے۔ حضرت ابو سعید خدری اور شعبی فرماتے ہیں اس سے مراد فتح حدیبیہ ہے اور حدیبیہ کے فتح ہونے پہ سورۂ فتح

کے شروع میں کلام گزر چکا ہے۔'' (تفسیر البحر المحیط ج ۸، ص ۳۰۹)

قارئین کرام!

آپ اندازہ لگائیں کہ موصوف دین دشمنی اور اپنی ہوس پرستی میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ دن کو رات اور رات کو دن ثابت کرنے تلے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ جو عظیم مفسر باقاعدہ طور پر نہ صرف یہ کہ خود ''فتح مکہ'' کے قائل ہیں بلکہ اس کو ہی مشہور قول قرار دیتے ہیں، موصوف انہی کی جانب ان کے موقف کے خلاف قول کو منسوب کر رہے ہیں پھر بے شرمی کی حد دیکھیں کہ اپنی اس دھوکہ دہی کا سہارا لیتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا ہے:

اصل فتح صلح حدیبیہ ہے قول محقق (صلح الامام الحسن)

موصوف کا اجلہ اور کثیر مفسرین کی تردید و تغلیط کرتے ہوئے انہیں مفاد پرست قرار دینا:

قارئین کو یہ پڑھ کر بہت حیرت اور افسوس ہوگا کہ ہر ہر وہ مفسر کہ جس کی تحقیق اور رائے موصوف کے مؤقف کے خلاف پائی گئی ہے۔ وہ حضرت کے زہر آلود قلم سے چشم زدن میں غیر محقق، غرض منداور مفاد پرست قرار پایا ہے۔ اس بابت گل افشانی کرتے ہوئے لکھا:

''حدیبیہ کی بجائے فتح مکہ کیوں مشہور ہوگئی۔''

یوں محسوس ہوتا ہے کہ بعض غرض مندوں نے اس آیت کی تفسیر میں فتح مکہ کو اس قدر شہرت دی کہ عام لوگوں نے اسی کو ہی اصل فتح سمجھ لیا۔

(صلح الامام الحسن ص ۳۱۵)

الفتح سے فتح مکہ مراد لینے والے کثیر و عظیم مفسرین:

موصوف نے جن عالی قدر مفسرین کو غرض مند کہہ کر غیر معتبر قرار

دینے کی سعیٔ مذموم کی آیئے ذرا دیکھیں کہ وہ ہیں کون کون؟

فتح مکہ مراد لینے والے درج ذیل مفسرین کرام ہیں جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں متعلقہ تفاسیر کی باحوالہ نشاندہی کر چکے ہیں۔

۱۔ ترجمان القرآن صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
۲۔ جلیل القدر تابعی حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ محبوب سبحانی حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
۶۔ حضرت امام علی بن محمد بن خازن رحمۃ اللہ علیہ
۷۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۸۔ حضرت امام ابوعبداللہ احمد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ
۹۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰۔ حضرت علامہ سعود محمد عمادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۱۔ حضرت امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲۔ حضرت امام محی الدین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۳۔ حضرت امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی رحمۃ اللہ علیہ
۱۴۔ حضرت امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
۱۵۔ حضرت امام سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ
۱۶۔ حضرت امام احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۷۔ حضرت امام اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸۔ حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
۱۹۔ حضرت امام ابوطاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۔ حافظ ابوالوفاء عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
۲۱۔ حضرت امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ
۲۲۔ علامہ جار اللہ زمخشری معتزلی
۲۳۔ حضرت امام محمد بن یوسف ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ
۲۴۔ امام اہلسنّت حضرت امام ابومنصور محمد بن محمود ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ
۲۵۔ حضرت امام نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ
۲۶۔ علامہ طاہر بن عاشور رحمۃ اللہ علیہ
۲۷۔ حضرت امام قاضی ناصر الدین بن عبداللہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ
۲۸۔ حضرت امام احمد بن محمد ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ
۲۹۔ حضرت امام عبدالکریم بن ہواذن قشیری رحمۃ اللہ علیہ
۳۰۔ حضرت ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ
۳۱۔ حضرت امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ
۳۳۔ امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ
۳۴۔ صدرالافاضل حضرت نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ
۳۵۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
۳۶۔ علامہ حشمت علی خان رضوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۷۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری
۳۸۔ مفتی محمد قاسم المدنی صاحب وغیرہ

نوٹ:

فتح مکہ کے قائل مفسرین کے یہ وہ اسماء گرامی ہیں جو راقم کے مطالعہ میں آئے اگر مزید تتبع کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ درجنوں نام اور بھی سامنے نہ

آ سکی۔
قارئین کرام!
یہ تھے وہ جلیل القدر مفسرین جن کو موصوف غیر اہل تحقیق اور غرض مند قرار دے رہے تھے۔ مزید برآں کہ ان کی تفسیر پر اعتماد کرنے والے سبھی مسلمانوں کو عامی اور ان پڑھ قرار دیا گیا۔ بالفاظ دیگر موصوف کی نظر میں ان مفسرین کو آیت ہذا کے معنی و مفہوم اور تفسیر کی صحیح سمجھ ہی نہیں آسکی۔ العیاذ باللہ
مگر ہم کہتے ہیں یہ مفسرین کرام نہ ہی مفاد پرست تھے اور نہ کم فہم و غیر معتبر بلکہ موصوف کی چھوڑی گئی یہ یاوہ گوئی ہی مردود و باطل ہے۔ کیونکہ یہ اصول تو وہ خود لکھ چکے ہیں کہ:

''ایسی تشریح جو ائمہ کرام کی کم فہمی ثابت کرے وہ مردود ہوتی ہے۔'' (خلاصہ عبارت شرح خصائص علی ص ۳۱۱)

بلکہ موصوف نے اس تفسیر کو باطل ٹھہرا کر فیضان نبوی کی تکذیب کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ یہ موصوف کا اپنا کہا ہوا ہے کہ:

''حضرت ابن عباس کی تفسیر کو باطل قرار دینا فیضان نبوی کی تکذیب ہے۔'' (خلاصہ عبارت، انوار العرفان ص ۶۲۵)

قدیم الاسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک ''صلح حدیبیہ'' ہی اصل فتح ہے۔ (قاری ظہور)

موصوف نے اپنے مؤقف پہ کچھ حدیثی دلائل بھی پیش کئے۔ ہم ان کا خلاصہ نقل کرتے ہیں پھر ان کا جواب عرض کیا جائے گا۔
قاری صاحب لکھتے ہیں:

''قدیم الاسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک صلح حدیبیہ اصل

فتح تھی۔ چنانچہ امام بخاری حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

تعدون انتم الفتح فتح مكة وقد كان فتح مكة فتحا ونحن نعد الفتح بيعة الرضوان يوم الحديبية

''تم لوگ فتح مکہ کو فتح سمجھتے ہوئے بیشک فتح مکہ بھی فتح تھی۔ جبکہ ہم حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح سمجھتے ہیں۔''

(بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیہ ص ۵۶۷، حدیث ۴۱۵۰، تاریخ الاسلام ج ۱، ص ۳۷۴............)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ کی فتح ہے۔ چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے سورۃ الفتح کی پہلی آیت تلاوت کی پھر فرمایا یہ حدیبیہ کی فتح ہے۔'' (بخاری: کتاب التفسیر باب سورۃ الفتح ص ۶۸۵، حدیث ۴۸۳۴، دلائل النبوۃ ج ۴، ص ۱۵۴)

اور اوپر ہم سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کر چکے ہیں کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کی صلح کو فتح فرمایا ہے:

اسی طرح حضرت مجمع بن جاریہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ صلح حدیبیہ فتح ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۴، ص ۱۵۷)

نیز حضرت عروہ نے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے حدیبیہ کے دن کہا ہمیں مکہ جانے سے روک دیا گیا، لہٰذا صلح حدیبیہ کوئی فتح نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بئس الكلام! هذا عظيم الفتح

''بری بات یہ عظیم ترین فتح ہے۔''

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۴، ص ۱۶۰، تاریخ اسلام للذہبی ج ۱، ص ۳۹۷، الدر المنثور ج ۱۳، ص ۴۵۹)

امام صالحی شامی لکھتے ہیں:

وكان ابو بكر رضي الله عنه يقول: ما كان فتح في الاسلام اعظم من صلح الحديبية

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اسلام میں صلح حدیبیہ سے بڑھ کر کوئی فتح نہیں۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد ج ۵، ص ۶۴)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو صلح حدیبیہ کے کے علاوہ فتح کا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ چنانچہ امام ابو منصور ماتریدی حنفی اور امام ابن جریر طبری وغیرہما لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم یوم حدیبیہ کے علاوہ کسی چیز کو فتح شمار ہی نہیں کرتے تھے۔ (تاویلات اہل السنۃ للماتریدی ج ۹، ص ۲۹۱، جامع البیان ج ۲۱، ص ۲۴۲، تفسیر ابن کثیر ج ۷، ص ۳۲۵)

غور کیا جائے تو درحقیقت یہ تفسیر قرآن بالقرآن ہے، چنانچہ علامہ ابن عاشور کے درج ذیل کلام سے بھی اس حقیقت کی تائید ہوتی ہے۔ وہ سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۱۰ کی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

''ایک قول یہ ہے کہ فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے اور یہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ زہری، شعبی اور عامر بن سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور امام ابن جریر طبری نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اس تفسیر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو

امام طبری نے از ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت حدیبیہ کے سال تلاوت فرمائی اور یہ تفسیر اس بات سے بھی مناسبت رکھتی ہے کہ اس سورت کا کچھ حصہ مکی ہے اور کچھ حصہ مدنی، پھر اس کا مدنی ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی مکہ مکرمہ میں مدت اقامت کے قریب کے دور میں نازل ہوئی اور صلح حدیبیہ پر فتح کا اطلاق اس ارشاد الٰہی میں بھی وارد ہوتا ہے۔"
"بیشک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح عطا فرما دی۔"
(صلح الامام الحسن ص ۳۱۵ تا ۳۱۷)

جواب نمبر ۱

موصوف کی نقل کردہ تمام احادیث آیاتِ سورۂ فتح کے متعلقہ ہیں نہ کہ آیتِ سورۂ حدید کے:

اس ساری بحث سے بھی موصوف کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ اس لئے کہ یہ ساری کی ساری تصریحات سورۂ فتح کی آیت نمبر ۱ کے متعلقہ ہیں۔ جبکہ ہماری گفتگو سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۰ کے بارے ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ نہ تو ہمیں صلح حدیبیہ کے فتح، یا فتح مبین و عظیم ہونے سے انکار ہے اور نہ ہی ان احادیث سے، ہمارا مطالبہ تو بس اتنا ہے کہ آپ کوئی ایک ایسی مستند تفسیری شہادت یا حدیث پیش کریں جس میں تخصیص کے ساتھ سورۂ حدید کی زیر بحث آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا ہو کہ اس آیت میں "الفتح" سے مراد صرف اور صرف صلح حدیبیہ ہے نہ کہ فتح مکہ مع ہذا ہمارے نقل کردہ تفسیری شواہد کا جواب بھی دیجئے۔

آپ پر یہ مطالبہ پورا کرنا اس لئے بھی لازم ہے کہ آپ نے اس بحث کا عنوان خود ہی یہ قائم تھا:

''وکلا وعدہ اللہ الحسنیٰ سے استدلال کا جائزہ''

(صلح الامام الحسن ص ۳۱۰)

عجیب تماشہ ہے کہ بحث تو آپ سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۰ کی کر رہے ہیں اور تفسیری شواہد و احادیث وغیرہ وہ نقل کر رہے جو سورۂ فتح کی آیت نمبرا کے بارے وارد ہوئے ہیں۔

ہم نے جو کہا کہ ان تمام شواہد کا تعلق آیت فتح سے ہے نہ کہ آیت حدید سے اس کے ثبوت ملاحظہ ہو:

''حضرت براء کی حدیث کی شرح میں حافظ فرماتے ہیں:

قوله: ونحن نعد الفتح بيعة الرضوان

''یعنی قول تعالیٰ: انا فتحنا لك فتحا مبينا آپ کا یہ فرمان کہ ہم بیعة الرضوان کو فتح شمار کرتے تھے، آپ کی مراد رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: انا فتحنا لك فتحا مبينا (فتح الباری ج ۷، ص ۵٦۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں تو باقاعدہ یہ صراحت ہے کہ:

''آپ نے سورۃ فتح کی پہلی آیت تلاوت فرمائی:

''یونہی حضرت ابو بکر، حضرت مجمع، حضرت عروہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی تمام احادیث سے صرف اور صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ کی فتح بھی۔ فتح عظیم و فتح مبین ہے۔ ان تمام میں کوئی ایک بھی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جو جس سے یہ ثابت ہو کہ سورۂ حدید کی آیت سے صرف اور صرف صلح حدیبیہ ہی مراد ہے۔

بفرض محال اگر کوئی یہی معنی ثابت کرنا چاہے تو اس سے بدر وحنین وغیرہ تمام فتوحات کا انکار لازم آئے گا۔ جو ہدایۃً باطل ہے۔

جواب نمبر ۲:

قرآن مجید کی ہر فتح سے مراد صلح حدیبیہ نہیں ہے:

اگر اس شاطرانہ حرکت سے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید میں بیان کردہ ہر فتح سے مراد صرف اور صرف صلح حدیبیہ ہے تو یہ بھی آپ کی خام خیالی وباطل گمانی ہے۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم کثیر ومستند تفاسیر سے ثابت کر چکے ہیں کہ سورہ حدید کی آیت میں مذکور ''الفتح'' سے مراد فتح مکہ ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں مذکور ''الفتح'' سے مراد صلح حدیبیہ کے سوا اور فتح مراد ہونا بھی واقع ہوا ہے۔ جیسا **اذا جاء نصر الله والفتح** (اور جب اللہ کی مدد اور فتح آئے، (ترجمہ کنز الایمان)

(سورۂ نصر آیت نمبر ۱) میں مذکور ''الفتح'' سے بھی بالاتفاق فتح مکہ مراد ہے۔

ملاحظہ ہو آپ کے بھی مسلم امام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فالمراد به فتح مكة بالاتفاق

''بالاتفاق اس سے فتح مکہ مراد ہے۔ (فتح الباری ج ۷، ص ۵۶۰)

جواب نمبر ۳:

علامہ ابن عاشور کا حوالہ اور موصوف کی خیانت:

جہاں تک علامہ ابن عاشور کے حوالے کا تعلق ہے تو اس بارے ہم اتنا تو کہنا چاہیں گے کہ موصوف کو یہ حوالہ نقل کر کے یہ نظریہ ان کی طرف منسوب کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے تھی۔ اس لئے کہ علامہ ابن عاشور کا نہ تو یہ نظریہ

ہے اور نہ ہی وہ موصوف کے مؤید ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے اس سے فتح مکہ مراد ہونے کو نہ صرف یہ کہ اپنی رائے قرار دیا ہے بلکہ اسے ہی جمہور کا قول قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو آپ آیت حدید کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ظاهر لفظ الفتح انه فتح مكة... وهذا قول جمهور المفسرين

''اور ظاہر یہی ہے کہ لفظ ''فتح'' سے مراد بلاشبہ ''فتح'' مکہ ہے..... اور جمہور مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔''

(تفسیر التحریر والتنویر زیر آیت لایستوی منکم الخ حدید:۱۰)

ادھر موصوف قاریِ صاحب کی حرکت دیکھیں کہ اس فیصلہ کن اور مکمل عبارت کو کمال مہارت سے چھٹی کا دودھ سمجھ کر ہضم کر گئے اور ہٹ دھرمی کی حد یہ ہے کہ علامہ ابن عاشور نے جس بات کو صیغۂ تمریض ''قیل'' سے ذکر کیا ہے اسے ہی تفسیر القرآن بالقرآن قرار دے کر ان کی جانب منسوب کر دیا۔ دعویٰ پھر بھی ''ریسرچ اسکالر'' ہونے کا ہے۔

کار شیطاں میکند نامش ولی
گر ولی آنست لعنت بر ولی

اس سے فتح مکہ مراد لینے والے عدم تدبر کا شکار ہیں: (قاری ظہور):

موصوف نے اپنی خیانتوں سے لبریز اور بے سروپا دلائل کے بعد حضرت امیر معاویہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرنے کے چکر میں ساری امت کے مفسرین کو ہی عدم تدبر کا شکار قرار دے دیا لکھتے ہیں:

''سو جب اصل صلح حدیبیہ کی فتح ہے تو پھر آیت میں جن لوگوں کی فضیلت کا ذکر ہے ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے حدیبیہ کی صلح سے قبل اور فتح مکہ سے پہلے راہ

الٰہی میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔ لہٰذا اس فضیلت میں فتح مکہ کے بعد مجبوراً مسلمان ہونے والے لوگوں کو شامل سمجھنا عدم تدبر کا نتیجہ اور حلوائی کی دکان پر نانا جی کی فاتحہ کے مترادف ہے۔'' (صلح الامام الحسن ص ۲۰۔۳۱۹)

جواب نمبر ا:

اس سے فتح مکہ مراد لینے والے عدم تدبر کا شکار نہیں بلکہ آپ ہی رافضیت کے بخار میں مبتلا ہو چکے ہیں:

موصوف اِذَا ذَهَبَ الْحَيَاءُ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ (جب حیا ہی چلا جائے تو جو چاہے کر) کے پورے پورے مصداق نظر آتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم کئی براہین و دلائل سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اس فتح سے فتح مکہ مراد ہے جب فتح مکہ مراد ہے تو لا محالہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام ازیں کہ فتح مکہ سے پہلے والے ہوں یا بعد والے اس فضیلت میں شامل ہوں گے۔

ثابت ہوا کہ اس سے فتح مکہ مراد مراد لینے والے ساری امت کے مفسرین عدم تدبر کا شکار نہیں بلکہ آپ خود ہی عدم تدبر کا شکار اور اپنے نانا جی کی فاتحہ پڑھنے والے ہیں۔

ع

لاکھ پردوں میں بیٹھو پھر بھی چھپ نہیں سکتے
وہاں تک کر ہی لیتے ہیں رسائی دیکھنے والے

جواب نمبر ۲:

آیتِ حدید میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے شامل ہونے پہ زبردست و ناقابل تردید تفسیری شواہد:

اولاً تو ہماری سابقہ تحقیق نے کوئی کسر ہی نہیں چھوڑی، لیکن پھر بھی ہم ایک ایسی تفسیری شہادت نقل کر رہے ہیں جو موصوف جیسے رافضیوں کے چودہ طبق روشن کر دے گی۔

بحر العلوم حضرت امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هذا التفضيل لجميع اصحابه رضی اللہ عنہم۔

''یہ افضلیت (یعنی وعدۂ حسنیٰ میں شامل ہونا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ہے۔''

(تفسیر سمرقندی، تحت آیت لایستوی منکم، سورہ حدید آیت ۱۰)

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

وقوله: وكلا وعد الله الحسنىٰ يعني المنفقين قبل الفتح و بعده كلهم لهم ثواب على ما عملوا و ان كان بينهم تفاوت فى تفاضل الجزاء

''یعنی فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد خرچ کرنے والے ان کے اعمال کے مطابق ان سب کے لئے ثواب ہے۔ اگرچہ ان کے مابین جزاء کی فضیلتوں میں تفاوت ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر، تحت آیت وکلا وعد اللہ الحسنیٰ)

امام ابن عادل دمشقی فرماتے ہیں:

ومعنى الآيت: ان المتقدمين السابقين

والمتاخرين اللاحقين وعدهم الله جميعا الجنة مع تفاوت الدرجات

''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ متقدمین سابقین اور متاخرین لاحقین (یعنی بعد میں ملنے والے) ان میں درجات کے تفاوت کے باوجود ان سب سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔''

(تفسیر اللباب فی علوم الکتاب ج۱۸،ص ۴۶۵،بیروت)

علامہ اسمٰعیل حقی فرماتے ہیں:

وكلا اى كل واحد من الفريقين... وعد الله الحسنىٰ اى التوبة الحسنى وهى الجنة لا الاولين فقط ولكن الدرجات متفاوتة

''اور سب سے یعنی دونوں گروہوں میں سے ہر ایک سے ......اللہ نے اچھے ٹھکانے یعنی حسنیٰ (جنت) کا وعدہ فرمایا ہے نہ کہ صرف اولین سے لیکن درجات میں تفاوت ہے۔''

(تفسیر روح البیان ج۹،ص ۳۵۷)

آگے سے مجدد صاحب کا حوالہ

حضرت امام قاضی ابوالمحاسن یوسف بن موسیٰ:

وكلا وعد الله الحسنى پس اس وعدے میں تمام صحابہ داخل ہیں

(المعتصر من المختصر من مشكل الآثار ج۲،ص۳۳۲)

امام کورانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من المنفقين السابقين واللاحقين موعود

بالجنة وان تفاوت حالهم

"(فتح مکہ سے) پہلے اور بعد میں خرچ کرنے والے تمام حضرات صحابہ سے جنت کا وعدہ کیا جا چکا ہے۔ اگرچہ ان کے مراتب میں تفاوت ہے۔" (غایۃ الامانی فی تفسیر الکلام الربانی ص ۹۴)

جواب نمبر ۳:

اگر اس سے صلح حدیبیہ ہو تو بھی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس "وعدہ حسنیٰ" کے مصداق قرار پاتے ہیں:

اولاً تو ارجح اور اصح قول کے مطابق اس سے مراد ہی فتح مکہ ہے اور اگر بفرض تسلیم اس سے صلح حدیبیہ بھی مراد ہو تو بھی ہرگز ہرگز کسی ایک صحابی کا بھی اس وعدہ حسنیٰ سے استثناء ثابت نہیں ہوتا، بلکہ پھر بھی اس شرف عظیم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مستحق قرار پاتے ہیں۔

دلیل ملاحظہ ہو، حضرت امام صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لایستوی" والا ستواء لا یکون الا بین شئین فحذف المقابل لوضوحه والتقدیر. من انفق بعد الفتح وهو صادق بکل من أمن وانفق من بعد الفتح الی یوم القیامة

"لایستوی" اور برابری نہیں ہوتی مگر دو چیزوں کے درمیان پس (اس مقام پر) واضح ہونے کی وجہ اس کے مقابل کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس کی تقدیری عبارت یوں کی ہوگی اور وہ کہ جس نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا درانحالیکہ وہ تمام ایمانیات میں سچا ہو اور ہر وہ کہ جس نے فتح مکہ

کے بعد تا صبح قیامت خرچ کیا۔'' (تفسیر صاوی ج۶، ص ۲۱۰۴)

پھر آیت کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والمعنیٰ ان کلا ممن امن وانفق قبل الفتح و من امن وانفق بعدہ ومات علی الایمان و عد اللہ الحسنیٰ ای الجنۃ

آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ایمان قبول کیا اور خرچ کیا اور (یونہی) وہ تمام کہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد ایمان قبول کیا اور خرچ کیا اور ایمان پر ہی خاتمہ پایا۔ ان سب سے رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ (ایضاً)

جی جناب بندہ! اب بتایئے آپ تو فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس وعدہ میں شمولیت کا انکار کر رہے تھے۔ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف یہ کہ فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کو بھی اس میں شامل قرار دیا ہے۔ بلکہ قیامت تک کے مخلص مومنین کو بھی اس کا مصداق ٹھہرایا ہے۔

اس سب کے باوجود بھی اگر کوئی بدبخت اس وعدۂ حسنیٰ سے کسی بھی صحابی کو مستثنیٰ قرار دیتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ براہ راست قرآن مجید کا انکار کرتے ہوئے رب تعالیٰ کی تکذیب کر رہا ہے۔ اس لئے جب یہ وعدہ قیامت تک کے تمام مخلص مومنین کو شامل ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو بدرجہ اولیٰ اس کے مصداق ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ ایمان و اخلاص کے اس اعلیٰ درجے پہ فائز ہیں کہ ان کے سوا قیامت تک کے تمام مومنین (بشمول تمام اولیاء کاملین کے) کسی ایک صحابی کی گرد راہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

موصوف قاری کے مسلّم مفسر پیر کرم شاہ الازہری صاحب بھی اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''واللہ بما تعملون خبیر یہ فرما کر اس غلط فہمی کا ازالہ کر

دیا کہ فتح مکہ کے بعد جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں مالی اور
جانی قربانیاں دیں، وہ رائگاں ہرگز ہرگز نہیں گئیں۔ بلکہ
انہیں بھی اللہ تعالیٰ بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ ان کو بھی
مدارج عالیہ پر فائز کرے گا۔احسن نیت کے مطابق ان کے
اعمال کا انہیں ثواب ملے گا۔ کسی کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہو
گی۔ **واللہ بما تعملون خبیر** فرما کر قیامت تک آنے
والے مخلصین کی دل جوئی فرمادی۔ (ضیاء القرآن ج۵، ص ۱۱۴)

نوٹ:

اگرچہ بعض مفسرین نے اس سے صلح حدیبیہ مراد لی ہے مگر ان میں سے کوئی
ایک بھی ایسا مفسر نہیں ہے جس نے موصوف قاری کی طرح فتح مکہ کے قائلین کی ان
کی طرح تردید و تغلیط کرتے ہوئے انہیں عدم تدبر کا شکار قرار دیا ہو اور اپنی اس
تاویل کی بنیاد پر کسی ایک صحابی کو بھی اس وعدہ حسنیٰ سے خارج قرار دیا ہو۔
اگر تو موصوف کے پاس ایسا کوئی مستند حوالہ ہو تو پیش کرے، ورنہ ہمارا
خیر خواہانہ مشورہ ہے کہ اپنے اس گندے عقیدے سے تائب ہو کر اہلسنت کے اس
پاکیزہ عقیدہ پہ قائم ہو جائیں کہ "ہر صحابی نبی جنتی جنتی"۔

جواب نمبر ۴:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کا ازل میں ہی وعدہ ربانی ہو
چکا تھا:

قارئین کرام!
آیت کریمہ "**وکلا وعد اللہ الحسنیٰ**" میں کلمہ **وَعَدَ** ماضی مطلق کا
صیغہ استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے یہ ازل سے ہی وعدہ

فرما رکھا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنت عطا فرمائے گا۔
اسی لئے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے ہم معنیٰ آیت کریمہ "ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ" (بے شک جن کے لئے ہمارا وعدۂ بھلائی ہو چکا، انبیاء آیت:۱۰۱) کے تحت فرماتے ہیں۔

المراد من سبق ذلك تقديره فی الازل

"اس وعدۂ بھلائی کے سابق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ وعدہ ازل میں ہی ہو چکا ہے۔" (تفسیر روح المعانی ج۹، ص۱۷، ص ۱۴۵)

اور یہ بات بھی قطعی ہے کہ رب تعالیٰ اپنے وعدے کی مخالفت نہیں کرتا ہے، اس کا اپنا اعلان ہے۔

ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ (العمران:۹)

"بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی مخالفت نہیں کرتا۔"

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی بدطینت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنتی نہیں مانتا تو گویا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے وعدے کی مخالفت کر دی۔ العیاذ باللہ

اعلیٰ حضرت کی تفسیر بے دھیانی کا نتیجہ مردود اور کتاب وسنت کے منافی ہے۔ (قاری ظہور):

ہم یہ بات پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ موصوف کو وہ شخص زہر قاتل دکھائی دیتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت بیان کرتا نظر آتا ہے۔ موصوف کی نگاہ بد میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ بھی یہی ہے۔ کیونکہ آپ نے بھی قرآنی آیات سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جنتی ہونا ثابت کیا ہے۔ موصوف آپ کی تفسیر پہ جاہلانہ اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وکلا وعد اللہ الحسنیٰ کی حیران کن تفسیر"

بعض علماء ہند لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے تمام صحابۂ کرام سید دو عالم ﷺ کو قرآن عظیم میں دو قسم کیا مومنین قبل فتح و مومنین بعد فتح، اول کو دوم پر تفضیل دی اور صاف فرما دیا۔'' وکلا وعد اللہ الحسنیٰ سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا......

پھر لکھا:

''بعض علماء ہند سطور بالا سے قبل یہ بھی لکھ چکے ہیں:

''پھر ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل جہنم میں اوندھا کر دے گا یہ وہ ہیں جو ان لغزشوں کے سبب صحابہ پر طعن کریں گے۔''

یہ سب کچھ وہ بے دھیانی میں لکھ گئے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ جن صاحب (معاویہ) کا دفاع کر رہے ہیں۔ ان پر قطعی جنتی ہستیاں بھی طعن فرچکی ہیں......

فی الجملہ یہ کہ فاضل بریلوی کا درج ذیل جملہ:

''سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرما۔ لیا......''

کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ سورۂ الحدید فتح مکہ سے قبل نازل ہوئی اور اگر اس کا نزول فتح مکہ کے بعد ہی مان لیا جائے تو بھی آٹھ (۸) ہجری سے لے کر کم از کم ساٹھ (۶۰) ہجری تک سب صحابہ کرام کہلانے والوں کو جنتی ماننا ہو گا اور ان سے گزشتہ صدی میں جو کچھ ہوتا رہا سب معاف ماننا ہو گا۔ (صلح الامام الحسن ص ۳۲۰ تا ۳۲۲)

پھر لکھا:

''کتاب وسنت کے منافی تفسیر۔''

یاد رکھئے گا کسی بھی غزوہ میں خرچ کرنے جہاد کرنے مقتول یا غازیانہ

شان سے گھر لوٹ آنے والوں کو مطلقاً مغفور نہیں فرمایا گیا۔ ماسوا غزوہ بدر کے غازیوں کے بعض علماء نے تو بعض بدری صحابہ پر بھی نفاق کی تہمت لگائی ہے۔ جیسا کہ معتب بن قشیر انصاری، لہٰذا جو لوگ ''وکلا وعد اللہ الحسنی'' سے استدلال کرتے ہوئے قبل از فتح اور بعد از فتح کے تمام صحابہ کو جنتی قرار دیتے ہیں وہ کتاب وسنت پر جرأت کرتے ہیں۔ (صلح الامام الحسن ص ۳۲۴)

پھر کہا:

''تفسیر رضوی سے اکابر صحابہ وتابعین کی بے خبری۔''

معاویہ بن صخر کی بیجا حمایت میں بعض متاخرین ہند نے سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۱۰ کی جو یوں تفسیر کی ہے۔

''سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا......''

اس تفسیر کو پڑھنے کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ اکابر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم فہم قرآن سے محروم تھے۔ (بمرجع سابق ص ۳۲۶)

مع ہذا پھر موصوف (قاری ظہور) نے حسب عادت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔

پھر آگے جا کر لکھا:

''بعض علماء ہند نے اس جملہ (واللہ بما تعملون خبیر) کی جو تفسیر کی ہے وہ غلط ہی نہیں بلکہ سراسر باطل ہے کیونکہ وہ کتاب وسنت کے خلاف ہے۔'' (ایضاً ص ۳۳۴)

جواب: موصوف کے یہ اعتراضات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پر نہیں بلکہ امت کے اجلہ وکثیر مفسرین کی تفاسیر پر ہیں:

قارئین کرام!

آپ غور فرمائیں موصوف نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کی تردید و تغلیط

میں کیسے کیسے بے ہودہ جملے استعمال کئے ہیں۔

(۱) حیران کن (۲) بے دھیانی کا نتیجہ (۳) کتاب وسنت کے خلاف (۴) کتاب وسنت پہ جرأت (۵) اکابر صحابہ وتابعین کو فہم قرآن سے محروم ثابت کرنے والی (۶) غلط ہی نہیں سراسر باطل وغیرہ۔

مگر ہم کہتے ہیں آپ نے یہ جتنے بھی مذموم الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہ صرف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے لئے نہیں ہیں بلکہ ساری امت کے مفسرین کی تفاسیر کے لئے کئے ہیں، کیونکہ ان مفسرین نے بھی زیر بحث آیت سے فتح مکہ ہی مراد لی ہے، جیسا کہ ہم ان میں سے بشمول صحابہ وتابعین چالیس (۴۰) مفسرین کے حوالا جات بھی پیش کر چکے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام صحابہ جنتی ہیں۔

لہٰذا تمہاری اس یاوہ گوئی کا مطلب تو یہ ہوا کہ ان سب کی تفاسیر بھی۔

حیران کن، بے دھیانی کا نتیجہ، کتاب وسنت پہ جرأت، کتاب سنت کے منافی، اکابر صحابہ وتابعین کو فہم قرآن سے محروم ثابت کرنے والی غلط وسراسر باطل وغیرہا ہیں۔ العیاذ باللہ

امت کے ان کثیر اور اجلہ مفسرین کے متعلق ایسا گمان بھی کرنے سے ہزار ہا درجہ بہتر اور درست ہے کہ آپ کی اس غلیظ فکر کو ہی سراسر باطل ومردود اور غوایت وسفاہت قرار دیا جائے۔

بلکہ اگر غور کیا جائے تو آپ نے اس تفسیر کو باطل قرار دے کر فیضان نبوی کی تکذیب کی ہے۔ اس لئے کہ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بقول آپ کے آپ رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو باطل کہنے والا فیضان نبوی کا مکذب ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے نواب صدیق حسن اور قاضی شوکانی کی تردید میں یہ خود قانون لکھا ہے کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں صاحبان نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تفسیر کو باطل ٹھہرا کر فیضان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

تکذیب کی ہے۔" (انوار العرفان ص ۶۲۵)

بلکہ آپ نے یہ رائے قائم کر کے اپنی آواز کو قرآن اور خدا اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند کیا ہے، کیونکہ یہ ضابطہ آپ نے خود بیان کیا ہے کہ:

"علماء اسلام نے قرآن و سنت کی روشنی میں ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے خلاف اپنی رائے قائم کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے آپ کی آواز پر آواز بلند کی اور جو شخص آپ کی آواز پر اپنی آواز بلند کرے اس کے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔"

(بمرجع سابق ص ۵۷۲-۲۷۱)

پھر اسی کتاب کے اگلے صفحہ پہ لکھا:

"ظاہر ہے ذاتی نظریات و افکار کو احادیث مبارکہ پر ترجیح دینا آپ کی آواز پر آواز بلند کرنے سے زیادہ برا ہے۔ آواز بلند کرنے پر جب اعمال ضائع ہو جاتے ہیں تو آپ کے فرمان پر ترجیح دینا بطریق اولیٰ اعمال کو ضائع ہونے کا موجب ہے۔" (ایضاً ص ۵۷۳)

ثابت ہوا کہ آپ اس جرم عظیم (قرآن، صاحب قرآن اور رب تعالیٰ کی آواز پر آواز بلند کرنے) کے مرتکب ہو چکے ہیں، اس لئے کہ قرآن و حدیث کی کئی نصوص میں اول تا آخر جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنتی قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں نقل کر چکے ہیں اور آپ اس کے منکر ہیں۔ اب بتایئے کہ اس جرم کی پاداش میں آپ کے اعمال ضائع ہو گئے یا بچ گئے؟؟؟

یہ بھی بتایئے گا کہ اگر حدیث کے مخالف رائے قائم کی جائے تو اس کا کیا نتیجہ ہے اور اگر کوئی قرآنی آیات کے مخالف رائے قائم کرے تو اس کا کیا انجام

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے جال میں صیاد آ گیا

بلکہ آپ ہی کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ نص کے مقابلے میں رائے قائم کرنا کفر ہے۔ یہ آپ ہی کی عبارت ہے نا؟

"نص کے مقابلہ میں رائے کا حکم

اگر کسی زمانے میں کوئی بھی انسان نص کے مقابلے میں اپنی رائے پیش کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یہ جاننے کے لئے ہم آپ کو تردید روافض میں بعض مشہور ترین علماء کے ہاں لے چلتے ہیں علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

معارضة اقوال الانبياء بآراء الرجال وتقديم ذلك عليها هو من فعل المكذبين للرسل، بل هو جماع كل كفر...

''انبیاء کرام علیہم السلام کے ارشادت کے مقابلہ میں شخصی آراء کو لانا اور ان پر مقدم کرنا یہ رسولوں کو جھٹلانے والوں کا کام ہے بلکہ ہر لحاظ سے کفر ہے۔'' (صلح الامام الحسن ص ۱۲۸)

جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کی یہ ذاتی رائے (کہ تمام صحابہ جنتی نہیں ہیں) نصوصِ قرآن وسنت کے مخالف ہیں تو آپ پہ کیا فتویٰ لگے گا، آپ کی یہ ذاتی رائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کر رہی ہے کہ نہیں، اس سے کفر لازم آیا کہ نہیں؟

ان سوالات کے آپ ہی جوابات عنائیت فرما دیجئے آخر کو آپ بھی تو ٹھہرے ''ریسرچ اسکالر''

ویسے بھی

ع

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

جواب نمبر ۲:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کتاب وسنت کے منافی نہیں ہے بلکہ ''تفسیر القرآن بالقرآن'' کے قبیل ہے:

پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ اعلیٰ حضرت کی یہ تفسیر نہ ہی بے دھیانی میں لکھی گئی ہے اور نہ ہی کتاب وسنت کے منافی ہے۔ بلکہ پوری بیدار مغزی اور مستند وکثیر تفاسیر کے ترجمان کے طور پہ لکھی گئی ہے، بلکہ اگر غور کیا جائے تو آپ کی یہ تفسیر، ''تفسیر القرآن بالقرآن'' کے قبیل ہے۔ اس لئے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جس مقام پر زیر بحث آیت سے تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر استدلال کیا ہے اس کے ساتھ ہی سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۳ کو نقل کرتے ہوئے لکھا:

> ''اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے ان کے حق میں فرماتا ہے: اولئك عنها مبعدون وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

لایسمعون حسیسها وہ جہنم کی بھنک تک نہ سنیں گے۔''وھم فی ما اشتھت انفسھم خالدون'' وہ ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے ''لایحزنھم الفزع الاکبر'' قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی۔ ''وتتلقاھم الملائکه'' فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ ''ھذا یومکم الذی کنتم توعدون'' یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔''

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۸، ص ۲۴۲، امام احمد رضا اکیڈمی انڈیا)

مگر ایک آپ ہیں جو اس کو شیر مادر سمجھ کر بے ڈکار لئے ہضم کر گئے۔

اب بتائیے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تفسیر غلط و باطل ہے یا تمہارے یہ تمام اعتراضات ازخود باطل؟؟

جواب نمبر ۳:

تفسیر صاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہا میں قیامت تک کے تمام مخلص مومنین کو ''وعدہ حسنیٰ'' میں شامل قرار دیا گیا ہے:

گزشتہ صفحات میں ہم تفسیر صاوی اور ضیاء القرآن کی وہ تصریحات باحوالہ نقل کر چکے ہیں جس میں قیامت تک کے تمام مخلص مومنین کو بھی ''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ'' میں شامل قرار دیا گیا ہے۔ آنکھوں سے ذرا رافضیت و تعصب والا پردہ ہٹا کر تو دیکھیں۔ آپ تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پر صرف اس لئے سیخ پا ہو رہے تھے کہ انہوں نے فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کو بھی اس وعدہ حسنیٰ میں شامل قرار دیا، علامہ صاوی اور آپ کے مسلّم مفسر پیر کرم شاہ نے تو اس وعدے میں قیامت تک کے مخلص مومنین کو بھی شامل قرار دے دیا ہے۔

ان حقائق کے ہوتے ہوئے بھی اگر نگاہِ حیاء نہ کھلے تو پھر ائمہ دین کو کوسنے کی بجائے اپنے عقل و شعور پہ ماتم کیجئے۔

ع

آنکھ ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ رضویہ والے اور کنز الایمان والے ترجمہ میں یکسانیت نہیں ہے (قاری ظہور):

موصوف نے اپنے تائیں یہ بڑا زوردار اعتراض کیا ہے کہ زیرِ بحث آیت کے ضمن میں جو آپ نے فتاویٰ رضویہ میں ترجمہ کیا ہے وہ آپ کے ترجمہ

القرآن کنز الایمان والے ترجمہ کے ساتھ یکسانیت نہیں رکھتا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا فتاویٰ رضویہ والا ترجمہ غلط ہے۔

موصوف کی عبارت یہ ہے:

"قارئین کرام!

خدا گواہ ہے کہ میں یہ سطور انتہائی کرب و اضطراب کے ساتھ لکھ رہا ہوں میں انتہائی معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے معاویہ بن ابی سفیان کے مستقبل پر لکیر کھینچ کر اسے جنتی قرار دینے کی خاطر فتاویٰ رضویہ میں آیت کے ترجمہ کو جو مستقبل کے ساتھ خاص کیا ہے، یہ ان کا نرا تحکم ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں بعض طلقاء کی خاطر انہوں نے "واللہ بما تعملون خبیر کا ترجمہ یوں کیا:

"اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔"

جبکہ کنز الایمان میں اس جملہ کا ترجمہ انہوں نے ایسا شاندار کیا ہے کہ اس میں ماضی، حال اور مستقبل کی کوئی قید ہی نظر نہیں آتی۔ وہ لکھتے ہیں:

"اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔"

ایک اور مقام پر اس لفظ کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔" (العمران:۱۱۰)

جب ان مقامات پر ترجمہ کو مستقبل کے ساتھ خاص نہیں کیا تو فتاویٰ رضویہ میں کیوں کیا؟ اس کی حکمت کسی پاسبان مسلک رضا سے ضرور معلوم کیجئے گا۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۸۔۳۳۷، خلاصۃً)

جواب نمبر۱:

یہ اعتراض نہیں بلکہ عدم تدبر کا نتیجہ ہے:

موصوف نے اگر ادنیٰ سا بھی تدبر صحیح کیا ہوتا تو یہ بچگانہ اعتراض کرنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑتی۔ اس لئے کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں آپ

نے زیر بحث آیت کا صرف ترجمہ بطور ترجمہ نہیں کیا بلکہ آپ کا یہ ترجمہ تفسیر کے طور پر ہے اور یہ بات آپ کو خود بھی تسلیم ہے تبھی تو آپ نے اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ پر تبصرہ کرنے کے لئے درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ سے استدلال کا جائزہ۔''

(صلح الامام الحسن ص ۳۲۰)

جبکہ کنز الایمان والا ترجمہ بطور ترجمۃ القرآن کے ہے اور یہ بات تو مبادیات کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ ترجمہ اور تفسیر میں فرق ہوتا ہے۔ کیونکہ ترجمہ میں اجمال اور تفسیر میں تفصیل مطلوب ہوتی ہے۔ اسی حکمت کے پیش نظر ان دو مقامات کے ترجمہ میں فرق کیا گیا۔

جواب نمبر ۲:

فتاویٰ رضویہ کے ترجمہ میں مستقبل کی قید حدیث نبوی کے پیش نظر لگائی گئی ہے:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو فتاویٰ رضویہ میں زیر بحث آیت کے ترجمہ میں مستقبل کی قید لگائی ہے وہ اس حدیث مبارک کے پیش نظر لگائی ہے۔

ستکون لاصحابی بعدی زلۃ یغفرھا اللہ لسابقتھم

قریب ہے کہ میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہوگی جسے اللہ بخش دے گا اس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ کے جس مقام پر زیر بحث آیت کا ترجمہ کیا ہے۔ اس مقام پر یہ حدیث مبارکہ بھی نقل کی ہے۔

(دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۲۹، ص ۳۲۷)

گویا آپ کا فتاویٰ رضویہ والا ترجمہ تفسیر القرآن بالحدیث کے قبیل

سے ہے۔

نیز فتاویٰ رضویہ والے ترجمے کا بطور تفسیر کے ہونا خود موصوف قاری کو بھی تسلیم ہے، وہ خود لکھتے ہیں:

واللہ بما تعملون خبیر کی صحیح تفسیر:

''بعض علماء ہند نے اس جملہ کی جو تفسیر کی ہے۔''

(صلح الامام الحسن ص ۳۳۴)

راقم الحروف کوئی ماہر رضویات یا بڑا نامی گرامی پاسبان مسلک رضا تو نہیں البتہ گلستان عرفانِ رضا کا ادنیٰ سا خوشہ چین ضرور ہے۔ امید ہے فقیر کے ان جوابات سے موصوف کو سمجھ آ گئی ہوگی کہ ان دونوں ترجموں میں فرق کیوں کیا گیا۔

جواب نمبر ۳:

ترجمے میں فرق کرنا اگر غلطی ہے تو یہ غلطی موصوف سے بھی سرزد ہو چکی ہے:

موصوف اگر پھر بھی ''میں نہ مانوں'' کی ضد پہ قائم ہوں اور ان کے نزدیک ترجمے میں فرق کا ہونا اصالۃً ہی غلط ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ غلط اور قابل اعتراض ہے تو پھر اس غلطی کا ارتکاب آپ بھی کئے بیٹھے ہیں، اس لئے کہ آپ نے بھی حدیث ''انما فاطمۃ بضعۃ منی'' کے ترجمہ میں فرق کیا ہے، کیونکہ ایک جگہ آپ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔'' (مناقب زہرہ ص ۶۳)

اور دوسرے مقام پہ یوں ترجمہ کیا ہے:

''فاطمہ میری جان کا ٹکڑا ہے۔'' (بمرجع سابق ص ۶۰)

اب بتائیے ان دونوں مقامات میں ترجمے کا فرق کیوں حالانکہ جسم الگ چیز ہے اور جان چیز دیگر است؟

فائدہ مہمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کا اصولی جواب:

موصوف نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پر اعتراض کے ضمن میں اجمالی طور پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہ طعن کرتے ہوئے لکھا:

''(اعلیٰ حضرت) یہ سب کچھ بے دھیانی میں لکھ گئے انہیں معلوم نہیں کہ جن صاحب (امیر معاویہ) کا وہ دفاع کر رہے ہیں ان پر قطعی جنتی ہستیاں بھی طعن فرما چکی ہیں۔''

(صلح الامام الحسن ص ۳۲۱۔۳۲۰)

ہم کہتے ہیں اولاً تو یہ اعتراض والزام نہ ہی معتبر ہیں اور نہ ان کو مشتمل روایات پایہ صحت کو پہنچتی ہیں، بلکہ ضعیف ومردود اور ناقابل استدلال ہیں اور اگر ان میں کوئی روایات صحیح وقابل استدلال ہو بھی تو ائمہ کرام نے اسے اچھے مفہوم اور بہترین محمل پہ محمول کرنا واجب قرار دیا ہے۔جیسا کہ ہم مقدمہ میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

نیز حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمر بن عاص وغیرہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کے لئے درج ذیل دلائل کافی ووافی ہیں۔

۱۔ سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۰ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنتی قرار دیا گیا اور یہ حضرات بھی صحابہ ہیں اور ان کا صحابی ہونا موصوف قاری کو بھی تسلیم ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں باحوالہ کلام ہو چکا۔اس لئے یہ بھی جنتی ہیں۔

۲۔ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۱۰۱ **سبقت لهم منا الحسنیٰ** میں الحسنیٰ کی تفسیر اطاعت الٰہی سے بھی کی گئی ہے۔حوالاجات ملاحظہ ہوں:
تفسیر ماتریدی ج ۷، ص ۳۷۹، تفسیر ماوردی ج ۳، ص ۴۲۱، ابی سعود

ج ۴، ص ۳۸۹، ملا علی قاری ج ۳، ص ۳۵۹، بغوی ج ۳، ص ۳۸۹، مدارک ج ۲، ص ۲۱۴، کبیر ج ۸، ص ۱۸۹، روح المعانی ج ۹، ص ۱۴۵، جمل ج ۵، ص ۱۶۴)

چونکہ یہ وعدہ ازل میں ہی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمالیا گیا تھا کہ "اپنے اعمال و عقائد میں رب تعالیٰ کی اطاعت کریں گے (یعنی انہیں توفیق الٰہی میسر آئے گی)

اسی لئے ائمہ دین نے فرمایا ہے کہ جنگ جمل و صفین میں شریک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجتہد اور عادل ہیں۔ اگرچہ حق حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور حضرت امیر معاویہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اجتہادی خطا سرزد ہوئی تھی۔ اس کی تصریحات ہم نقل کر چکے ہیں۔

۳۔ یونہی اس "الحسنیٰ" کی تفسیر توبہ سے بھی کی گئی ہے۔

(ملاحظہ ہو: تفسیر ماوردی ج ۳، ص ۲۸۳)

اس تفسیر کی روشنی میں آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ رب تعالیٰ نے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ازل میں ہی وعدہ فرمالیا تھا کہ ان کو قبولیت توبہ کے شرف سے نوازا جائے گا۔

۴۔ اسلام میں ندامت و استغفار کرنے والے کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ حدیث نبوی ہے۔

التائب من الذنب کمن لا ذنب له

"گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے۔ جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔"

(ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر التوبہ، رقم الحدیث ۴۲۵۰)

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے آخری ایام میں توبہ و استغفار کرنا باقاعدہ ثابت ہے۔

حضرت محمد بن سرین سے روایت ہے کہ:

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جب وقت وصال آیا تو آپ روتے ہوئے اپنے رب کے حضور یوں استغفار کررہے تھے:

اللھم انك قلت فی کتابك: ان اللہ لا یغفر ان یشرك به و یغفر مادون ذلك لمن یشاء اللھم فاجعلنی من تشاء ان تغفرله

''اے اللہ! بے شک تو اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ اللہ شرک کرنے والے کو نہیں بخشتا۔ اس کے علاوہ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اے اللہ! تو مجھے اس سے کردے جن کو تو بخشنا چاہتا ہے۔''

یونہی اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

ستکون بعدی لاصحابی زلة یغفرھا اللہ لھم لسابقتھم

''قریب ہے کہ میرے اصحاب سے میرے بعد کچھ لغزش ہوگی۔ جسے اللہ بخش دے گا اس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے۔''

(المعجم الاوسط حدیث نمبر ۳۲۴۳، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۲۳۴)

ثابت ہوا کہ بتقضائے بشریت ان سے جو کوئی بھی لغزش صادر ہوئی وہ رب تعالیٰ نے صحبت نبوی کی برکت اور ان کے توبہ و استغفار کی وجہ سے معاف فرمادی۔

اس لئے حضرت امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اگر کسی صحابی سے امور فسق میں سے کوئی کوئی عمل ثابت ہوتا

ہے تو اس کے قطعاً یہ معنی نہیں کہ وہ اسی پر فوت ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی برکت اور ان اوصاف کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے انکے بیان فرمائے ہیں وہ اس (یعنی فسق) پر قائم نہیں رہتے اور اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔'' (روح المعانی ۲۶/ ۱۳۳)

پھر فرمایا:

انہ مامات من ابتلی فھم بفسق الا تائبا عدلا ببرکۃ نور الصحبۃ

''ان میں سے جس سے بھی کوئی لغزش ہوئی وہ نور صحبت کی برکت سے اس وقت تک اس دنیا سے رخصت نہیں ہوا جب تک کہ وہ توبہ کر کے پاک وصاف نہ ہو گیا ہو۔''

(المرجع سابق)

۵۔ بلکہ یہ بات تو موصوف کو بھی لکھنی پڑی ہے وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے ایک روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہے:

''خیر یہ ایک معاصرانہ یا زمانہ جاہلیت کے باہمی تفاخر کی وجہ سے بیشک (رنجش) تھی جو ایسے عظیم الشان حضرات کے دل میں ہمیشہ نہیں رہتی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عظیم الشان صحابی تھے۔ لہٰذا ان کے دل پر ایسی قساوت جو ایمان کے بھی منافی ہو قائم نہیں رہ سکتی، یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے یہ میل صاف فرما دیا ہوگا۔ (شرح خصائص علی ص ۵۲۸)

ہم کہتے ہیں کہ جب یہ قاعدہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے ثابت و مسلّم ہے تو پھر حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما وغیرہا کے لئے کیوں نہیں؟؟؟

حالانکہ یہ بھی صحابی ہیں اور ان کا صحابی ہونا موصوف کو بھی مسلم جیسا کہ وہ خود اپنی کتاب شرح خصائص علی کے ص ۹۴۸ اور ص ۹۳۸ پر اس کی تصریح کر چکے ہیں۔

ع

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر، وہی بات کہیں ننگ

آٹھ ہجری سے لے کر ساٹھ (٦٠) ہجری تک کے تمام صحابہ جنتی نہیں ہیں (قاری ظہور)

موصوف، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پہ ناراضگی اور بغض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اس حد تک آگے گزر چکے ہیں کہ آٹھ (٨) ہجری سے کر ساٹھ (٦٠) ہجری تک کے جمیع صحابہ کے جنتی ہونے کا ہی انکار کر ڈالا، العیاذ باللہ۔

لکھتے ہیں:

> "(اعلیٰ حضرت کی تفسیر) کتاب و سنت دونوں کے خلاف ہے، اس لئے کہ سورۃ الحدید فتح مکہ سے قبل نازل ہوئی اور اگر اس کا نزول فتح مکہ کے بعد ہی مان لیا جائے تو تب بھی آٹھ (٨) ہجری سے لے کر کم از کم ساٹھ (٦٠) ہجری تک سب صحابہ کہلانے والوں کو جنتی ماننا ہوگا اور ان سے گزشتہ نصف صدی میں جو کچھ ہوتا رہا معاف ماننا ہوگا۔"

(صلح الامام الحسن ص ۳۲۱)

جواب:

ان تمام صحابہ کے جنتی ہونے میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں ہے:

جہاں تک اعلیٰ حضرت کی تفسیر کے صحیح ہونے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

لغزشوں کے معاف ہونے کا تعلق ہے تو اس کو ہم دلائل و براہین سے ثابت کر چکے ہیں اور یہ جو موصوف نے کہا ہے کہ اس صورت میں آٹھ ہجری سے لے کر ساٹھ ہجری تک کے تمام صحابہ کو جنتی ماننا پڑے گا۔

تو اس میں کوئی شک و شبہ ہی کب ہے، بھئی سیدھی سی بات ہے کہ صحابہ کرام کے جنتی ہونے کے لئے صحابیت کا سرٹفکیٹ اور قرآن و حدیث کی شہادتیں ہی کافی ہیں۔

اگر آپ کے پاس قرآن و سنت کی کوئی ایسی دلیل صحیح موجود ہو کہ جس میں یہ صراحت کی گئی ہو کہ آٹھ ہجری سے لے کر ساٹھ ہجری تک کے صحابہ جنتی نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی لغزشیں معاف کی گئی ہیں تو وہ پیش کریں؟

فان لم یفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی اعدت للکافرین

صحابہ رسول عبدالرحمان بن عدیس اور ابوالغادیہ جہنی جنتی نہیں ہیں (قاری ظہور):

کسی بھی چیز کی حد درجے کی محبت ہو یا نفرت انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ موصوف بھی بغض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ انہیں سمجھ ہی نہیں آ رہی کہ اس پاداش میں ان کا قلم کیسے کیسے گل کھلا رہا ہے۔

پہلے تو اجمالی طور پر آٹھ سے ساٹھ ہجری تک کے صحابہ کے جنتی ہونے کا انکار کیا تھا۔ اب نام بنام دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عبدالرحمان بن عدیس اور حضرت ابوالغادیہ جہنی رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کا انکار کر دیا۔

لکھتے ہیں:

"اس صورت (یعنی اعلیٰ حضرت کی تفسیر درست ماننے کی صورت میں) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں سے

بعض سرغنوں کو بھی جنتی ماننا ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی فتح مکہ کے بعد
اسلام لانے والوں میں سے تھے بلکہ بعض تو بیعت رضوان
میں بھی شامل تھے۔ جیسا کہ عبدالرحمان بن عدیس اسی طرح
سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا قاتل ابو الغادیہ جہنی بھی صحابی تھا
اسے بھی جنتی ماننا ہوگا حالانکہ صحیح حدیث میں ہے۔"
عمار کا قاتل اور اس کا سامان لوٹنے والا آگ میں ہے۔
(صلح الامام الحسن ص ۳۲۲-۳۲۱)

جواب نمبر ۱:

یہ دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما بھی بلاشک وشبہ جنتی ہیں:

حضرت عبدالرحمان بن عدیس اور حضرت ابوالغادیہ جہنی رضی اللہ عنہ دونوں ہی شرف صحابیت سے مشرف ہیں، بالترتیب دونوں کی صحابیت پہ تصریحات ملاحظہ ہوں:

الاصابہ میں ہے:

قال ابن سعد: صحب النبی ﷺ و سمع منه وشهد فتح مصر

ابن سعد فرماتے ہیں! عبدالرحمان بن عدیس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر آئی، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنیں اور فتح مصر میں شریک ہوئے تھے۔

ابن برقی اور بغوی وغیرہ فرماتے ہیں:

كان ممن بايع تحت الشجرة

"یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔"

ابن ابی حاتم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا:

لہ صحبۃ

ان کے لئے شرف صحابیت ثابت ہے۔

یہی قول عبدالغنی بن سعید، ابوعلی بن سکن اور ابوحیان کا ہے۔ابو یونس کہتے ہیں:

بایع تحت الشجرۃ وشھد فتح مصر .

''انہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور فتح مصر میں شریک ہوئے تھے۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ کو جب فارس بن عدیس شہید کرنے لگا تو آپ نے اس کے سامنے اپنی صحابیت کا یوں اظہار فرمایا تھا:

ویحك! اتق اللہ فی دمی، فانی من اصحاب الشجرۃ

''تجھ پہ افسوس! میرے خون بہانے کے معاملے میں خدا سے ڈر، کیونکہ میں اصحاب شجرہ (یعنی بیعت رضوان) والوں میں سے ہوں۔ (اصابہ ج ۲،ص ۱۱۷۶)

الجرح والتعدیل وغیرہ میں ہے:

لہ صحبۃ وشھد بیعۃ الرضوان و بایع فیھا

ان کے لئے صحابیت ثابت ہے۔آپ بیعت رضوان میں حاضر ہوئے تھے اور اس میں بیعت کی تھی۔

(الجرح والتعدیل ج ۵،ص ۲۴۸، اسد الغابہ ج ۳،ص ۴۶۹، الثقات ج ۳،ص ۲۵۵)

حضرت ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ کے بارے اصابہ میں ہے:

حضرت امام بخاری اور ابوحاتم فرماتے ہیں۔

الجھنی لہ صحبۃ

''جہنی کے لئے صحابیت ثابت ہے۔''

یونہی ابن سمیع اور حضرت امام مسلم نے فرمایا ہے۔ (ج ۴،ص ۲۳۲۲)

اسد الغابہ میں ہے:

بایع النبی ﷺ

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ (ج ۶،ص ۲۳۱)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

من وجوه العرب و فرسان اهل الشام يقال شهد الحديبية وله احاديث مسندة

حضرت ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ عرب کے بڑے افراد اور اہل شام کے گھڑ سواروں میں سے تھے۔ کہا گیا ہے کہ آپ صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے اور ان سے کئی مسند احادیث مروی ہیں۔ (ج ۲،ص ۵۴۲)

جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ دونوں ہی صحابی ہیں بلکہ ان کا صحابی ہونا موصوف کو بھی تسلیم ہے۔ لہٰذا ان کے جنتی ہونے کے لئے یہ کافی ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ دونوں صحابی موصوف کی تحقیق وضوابط کی روشنی میں بھی جنتی قرار پاتے ہیں:

یہ دونوں صحابہ موصوف کی تحقیق اور ضوابط کی روشنی میں بھی جنتی قرار پاتے ہیں، اس لئے کہ ان کی رائے میں آیت کریمہ ''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ'' اصحاب صلح حدیبیہ کوشامل ہے۔ کیونکہ وہ خود لکھ چکے ہیں۔

''اہل تحقیق مفسرین نے اس فتح سے فتح مکہ نہیں بلکہ

صلح حدیبیہ کی فتح مراد لی ہے۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۱۰)

لہٰذا ان کی اس رائے کے مطابق اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا:
میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح حدیبیہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان
سے بڑے نہیں جنہوں نے بعد فتح حدیبیہ کے خرچ کیا اور جہاد کیا اور ان سے اللہ
جنت کا وعدہ فرما چکا ہے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

یہ تو بدیہی سی بات ہے کہ جب یہ آیت صلح حدیبیہ سے پہلے اور بعد
والوں کو شامل ہے تو صلح حدیبیہ والوں کو بھی شامل ہو گی۔ اور یہ دونوں صحابہ بھی
اصحاب صلح حدیبیہ سے، جیسا کہ انہوں نے خود بھی تسلیم کیا تو لازم ٹھہرا کہ یہ "وعدہ
حسنیٰ" ان کو بھی شامل ہو۔

جواب نمبر ۳:

ان دونوں صحابہ کے جنتی ہونے پہ نصوص قرآن وحدیث:

جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ دونوں صحابہ کرام بیعت رضوان والوں میں
سے ہیں تو یہ بھی یاد رکھئے کہ قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کی روشنی
میں بیعت رضوان والوں کو باقاعدہ طور پر جنت کا مژدہ جانفزاہ بھی مل چکا ہے۔
ملاحظہ ہو، رب تعالیٰ بیعت رضوان والوں کی شان میں فرماتا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ
الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ
عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً
يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ
مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ
اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

وَّیَہۡدِیَکُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ﴿۲۰﴾

''بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں، اور اللہ عزت و حکمت والا ہے، اور اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم لو گے تو تمہیں یہ جلد عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور اس لیے کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے۔''

(ترجمہ کنز الایمان، الفتح:۱۸ تا ۲۰)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''چونکہ حدیبیہ میں بیعت کرنے والوں کو رضائے الٰہی کا تمغہ عنائیت ہوا۔ اس لئے اسے بیعت الرضوان کہتے ہیں......

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔

ایک یہ کہ بیعت رضوان والے سارے ہی مخلص مومن ہیں کہ انہیں رب نے بالتخصیص مومن فرمایا۔

دوسرے یہ کہ ان سب سے اللہ راضی ہو چکا۔

تیسرے یہ کہ اس خصوصی رضا کا سبب یہ بیعت ہے۔......

''(فانزل السکینۃ علیھم) اس طرح کہ نہ انہیں کفار مکہ کا خوف رہا نہ خرابی خاتمہ کا اندیشہ جب رب نے بازو پکڑ لئے پھر وہ کیسے گر سکتے ہیں، نہ انہیں آئندہ فسق و فجور کا اندیشہ وہ ہمیشہ کے لئے متقی مومن ہو چکے قرآن گواہ

ہے۔" (تفسیر نور العرفان ص۹۶۸)

ان عالی قدر صحابہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انی لارجو ان لایدخل النار ان شاء اللہ احد شھد بدرا والحدیبیۃ

"بے شک مجھے امید ہے کہ اگر اللہ نے چاہا تو بدر وحدیبیہ میں حاضر ہونے والوں میں کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔" (مشکوۃ مع مرقاۃ، ج۱۱، ص۳۶۸)

ایک اور روایت میں ہے:

لایدخل النار ان شاء اللہ ومن اصحاب الشجرۃ احد الذین بایعوا تحتہا

"اگر اللہ نے چاہا تو درخت کے نیچے بیعت کرنے والے اصحاب شجرہ میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔" (بمرجع سابق)

قارئین کرام!

آپ غور فرمائیں کہ اللہ اور اس کا رسول تو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا میں ہی اپنی رضا اور جنت کی بشارتیں دے رہا ہے۔ مگر ایک موصوف ہیں جو بھونڈے اور بے تکے دلائل کے ذریعے ان صحابہ کو دوزخی قرار دینے پہ تلے ہوئے ہیں۔"

اب اس کا بندہ کیا تبصرہ کرے، چلو ہم یوں کرتے ہیں کہ موصوف ہی کے الفاظ انہیں کے لئے ہی نقل کر دیتے ہیں:

"ایمان وانصاف سے بتائیے! یہاں کیا کیا جا سکتا ہے اور کیا

کہا جا سکتا ہے؟ میرا خیال ہے کہ اور تو کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا
ماسوا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اس سلام کے۔"

زمن بر صوفی و ملا سلامی
کہ پیغام خدا گفتند مارا
ولے تاویل شاں، در حیرت انداخت
خدا و جبریل و مصطفیٰ را

میری طرف سے صوفی و ملا پر سلام ہو، کیونکہ وہ ہمیں خدا کا پیغام سنا
ہے، لیکن اس کی تاویل نے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ خدا کو، جبریل علیہ السلام کو اور
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ (حقیقۃ التفضیل ص ۱۳۳۔۱۳۲)

جواب نمبر ۴:

صحبت نبوی کی برکت سے ان کی لغزشیں معاف ہو چکی ہیں:

تاریخ و روایات میں اگرچہ یہ بات ملتی ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن
عدیس حضرت عثمان غنی اور حضرت ابو الغادیہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کے
قاتلوں میں شمار ہوتے ہیں، مگر یہ بات بھی یاد رہے کہ ان کی یہ لغزشیں صحبت نبوی
کی برکت سے معاف ہو چکی جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں وضاحت کر چکے۔

دوسری توجیہہ یہ ہے کہ ان کا یہ عمل اجتہادی خطا پہ مبنی تھا جو قابل گرفت
نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو
الغادیہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ کے آخر میں اسی بات کی وضاحت فرمائی ہے۔
آپ فرماتے ہیں:

والظن بالصحابة فی تلك الحروب انهم کانوا فيها
متأولين وللمجتهد المخطئ اجر واذا ثبت هذا فی
حق احاد الناس فثبوته للصحابة بالطريق اولى

''ان جنگوں کے متعلق صحابہ کے بارے میں یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ وہ تمام تاویل کرنے والے تھے اور غلطی کرنے والے مجتہد کے لئے ایک درجہ اجر ہے۔ جب یہ عام مجتہدین کے لئے ثابت ہے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اس کا ثبوت بدرجہ اولیٰ ہوگا۔'' (الاصابہ ج ۴، ص ۲۲۳)

نوٹ:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل کون ہے؟ اس بارے اختلاف ہے۔ بلکہ ایک قول کے مطابق حضرت ابوالغادیہ کے سوا کسی اور کا ہونا زیادہ مشہور ہے۔

اسد الغابہ میں ہے:

وقیل ان الذی قتل عمارا غیرہ وھذا اشتھر

(ج ۴، ص ۲۳۲)

جواب نمبر ۵:

حدیث ''قَاتِلُ عَمَّارٍ وَسَالِبُوْہُ فِی النَّارِ'' کا صحیح معنی ومفہوم

موصوف نے جو حدیث ''قاتل عمار وسالبہ فی النار'' نقل کی ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اولاً اس کے قریب المضمون ایک اور حدیث مبارکہ کی وضاحت کردی جائے تاکہ اس کو سمجھنے میں آسانی ہوسکے،

بخاری شریف میں ہے کہ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا:

ویح! عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار

''اللہ تعالیٰ عمار پر رحم فرمائے، اسے ایک باغی گروہ قتل

کرے گا۔ درانحالیکہ یہ انہیں جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ اسے نار کی طرف بلا رہے ہوں گے۔''

(بخاری،حدیث نمبر ۴۴۷، ۲۸۱۲)

حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فان قيل كان قتله بصفين وهو مع علي والذين قتلوه مع معاوية و كان معه جماعة من الصحابة فكيف يجوز عليهم الدعاء الى النار؟ فالجواب انهم كانوا ظانين انهم يدعون الى الجنة وهم مجتهدون لا لوم عليهم فى اتباع ظنونهم: فالمراد بالدعاء الى الجنة الدعاء الى سببها وهو طاعة الامام. اذ ذلك كان عمار يدعوهم الى طاعة علي وهو الامام الواجب الطاعة اذ ذك وكانوهم يدعون الى خلاف ذلك لكنهم معذورون لتاويل الذى ظهر لهم

ترجمہ: ''پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں جنگ صفین میں ہوئی تھی اور وہ لوگ جنہوں نے آپ کو شہید کیا وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے اور ان کے ساتھ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تھی تو ان کے لئے یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ نار کی طرف بلانے والے ہوں۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک وہ اس گمان میں تھے کہ وہ جنت کی طرف بلانے والے ہیں، درانحالیکہ وہ مجتہد تھے تو ان کے اپنے اس گمان کی

اتباع کرنے کی وجہ سے ان پر کوئی ملامت (طعن) نہیں کی جائے گی۔
اور جنت کی طرف بلانے سے مراد اس کے سبب کی طرف بلانا ہے،
ہے امام کی اطاعت کرنا (یعنی وہ امام کی اطاعت کی طرف بلا رہے تھے) اسی
طرح حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی طرف بلا رہے تھے
کیونکہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی واجب الاطاعۃ امام تھے
وہ (یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی) ان کو اس کے برخلاف کی طرف
رہے تھے۔ لیکن وہ اپنی اس تاویل کی وجہ سے معذور ہیں جو ان کے لئے ظاہر
ہوئی تھی۔ (فتح الباری شرح بخاری ج۱،ص ۷۱۳)
حضرت امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے
فرماتے ہیں:

والجواب الصحيح فی هذا انهم كانو مجتهدين ظانين انهم يدعونه الى الجنة ان كان فی نفس الامر خلاف ذلك فلالوم عليهم فی اتباع ظنونهم. فان قلت المجتهد اذا اصاب فله اجران واذا اخطأفله اجر فكيف الامرهھنا؟ قلت: الذی قلنا جواب اقناعی فلايليق ان يذكر فی حق الصحابة خلاف ذلك لان الله تعالىٰ اثنى عليهم وشهدلهم بالفضل بقوله: كنتم خيرامة اخرجت للناس. (العمران:۱۱۰) قال المفسرون! هم اصحاب محمد ﷺ

''اس بارے صحیح جواب یہ ہے کہ وہ سبھی مجتہد تھے۔ ان کا
گمان یہ تھا کہ وہ انہیں جنت کی طرف بلا رہے ہیں۔ حقیقت

میں معاملہ اس کے برعکس تھا (اس جملہ کا وہی معنی ہے جو فتح
الباری سے گزرا۔ راقم) پس انکے اپنے اس گمان کی اتباع
کرنے کی وجہ سے ان پر کوئی ملامت نہیں کی جائے گی۔''
پھر اگر تو یہ سوال کرے کہ مجتہد اگر درستگی کو پہنچے تو اس کے لئے دوگنا اجر ہے اور اگر خطا کرے تو اس کے لئے ایک گنا اجر ہے، تو یہاں معاملہ کیسے ہوگا؟
تو میں کہتا ہوں کہ جو ہم نے جواب دیا وہی ہمارے دل کی آواز ہے۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں اس کے بر خلاف ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کہ **کنتم خیر امة اخرجت للناس** (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی) سے ان کی تعریف کی اور ان کی فضیلت کی گواہی دی ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴، ص ۳۰۸)

ائمہ کرام کی ان تشریحات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت امیر معاویہ اور ان کے تمام ساتھی رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔
۲۔ حضرت امیر معاویہ کے ساتھ بھی صحابہ کی ایک جماعت تھی۔
۳۔ حضرت عمار کو شہید کرنے والے صحابی بھی مجتہد ہیں۔
۴۔ اس اجتہادی خطا کی وجہ سے ان میں سے کسی پر طعن کرنا جائز نہیں۔
۵۔ نار کی طرف بلانے سے مراد ہے غیر واجب الاطاعۃ امام کی طرف بلانا۔
۶۔ رب تعالیٰ نے خود صحابہ کی تعریف کی اور ان کی فضیلت کی گواہی دی ہے۔
۷۔ مگر وہ اپنی اس تاویل میں معذور ہیں (یعنی قابل گرفت نہیں ہیں)
۸۔ ان میں کسی بھی صحابی کو برائی سے یاد کرنا مناسب نہیں ہے۔
۹۔ ثابت ہوا کہ حضرت ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت عبدالرحمان بن

عدیس رضی اللہ عنہ یہ سب امور ان کے لئے بھی ثابت ہیں۔ لہٰذا ان پہ طعن و تشنیع کرنا یا ان کے جنتی ہونے کا انکار کرنا بہت بڑی جسارت اور اللہ اور اس کے رسول کو چیلنج کرنے والی بات ہے۔

جواب نمبر ۶:

یہ حدیث ضعیف اور نا قابل استدلال ہے:

اگر اس حدیث کی سند پہ غور کیا جائے تو ثابت ہوتا کہ یہ ضعیف اور نا قابل استدلال ہے۔ اس لئے کہ روایت کی مختلف کتب میں چار اسناد بیان ہوئی ہیں، جو سب کی سب قابل جرح ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:

لیث بن ابی سلیم عن مجاهد عن عبداللہ بن عمرو بن العاص

''اس میں لیث بن ابی سلیم ہے جو جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔'' (دیکھئے زوائد ابن ماجہ ۲۳۰ / ۲۰۸)

ابن ملقن نے بھی یونہی فرمایا ہے۔ (خلاصۃ البدر المنیر)

امام نسائی فرماتے ہیں:

ضعیف کوفی (کتاب الضعفاء: ۵۱۱)

۲۔ المعتمر بن سلمان التیمی عن ابیہ عن مجاهد عن عبداللہ بن عمر

''اس میں سلیمان تیمی طبقۂ ثالثہ کا مدلس ہے۔

(دیکھئے: کتاب المدلسین لابی زرعۃ ابن العراقی، ص ۲۴)

۳۔ ابو حفص وکلثوم عن ابی غادیہ قال...... فقیل...... اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا راوی ''فقیل'' کا فاعل ہے جو نامعلوم (مجہول) ہے۔

حضرت امام ذہبی اس روایت کی پوری سند ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اسنادہ فی انقطاع

''اس کی سند میں انقطاع ہے۔'' (سیر اعلام النبلاء ج ۲، ص ۵۴۴)

القاسم بن اللیث الرسعنی تمبنیس وعبدالصمد بن عبداللہ الدمشقی قال حدثنا ہشام بن عمار سعید بن یحییٰ حدثنا الحسن بن دینار عن کلثوم بن جبر المرادی......

''اس سند میں مذکور راوی ''حسن بن دینار'' سخت ضعیف ہے۔ اس کے بارے امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں۔''

متروک الحدیث:

(العلل لابن ابی حاتم ج ۶، ص ۲۳۳)

امام ابن حبان نے کئی محدثین کے اقوال ذکر کئے ہیں۔ جو اسے مردود قرار دیتے ہیں۔ (الضعفاء للعقیلی ج ۱، ص ۲۷۱)

تمام صحابہ کلیۃً مغفور نہیں ہیں، جیسا کہ کرکرہ اور مدعم صحابہ رسول کی بابت احادیث اس پر دلالت بھی کرتی ہیں (قاری موصوف):

محسوس ہوتا ہے کہ موصوف بغض صحابہ کی شدت کی وجہ سے ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔ اسی لئے تو جس صحابی کو چاہتے ہیں۔ زمرۂ صحابہ سے نکال دیتے ہیں۔ جسے چاہتے دوزخی قرار دے دیتے ہیں جیسا کہ ان کی درج ذیل عبارت اس مضمون کی عکاسی کر رہی ہے:

لکھتے ہیں:

''جو لوگ ''وکلا وعداللہ الحسنیٰ'' سے استدلال کرتے

ہوئے قبل از فتح اور بعد از فتح تمام صحابہ کو جنتی قرار دیتے ہیں وہ
کتاب وسنت پر جرأت کرتے ہیں۔ یہاں ہم چند احادیث
کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن میں غور فرما کر آپ خود ہی یہ
کہنے پر مجبور ہوں گے کہ واقعی یہ جسارت ہے۔''

امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامان پر معین تھا۔ اسے کرکرہ کہا جاتا تھا۔ اس کا انتقال ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ آگ میں ہے، لوگوں نے جا کر اس کو غور سے دیکھا تو انہیں ایک چادر ملی جو اس نے چرائی تھی۔'' (بخاری کتاب الجہاد والسیر، باب الغلول، ص ۴۱۵، حدیث ۳۰۷۴)

خیال رہے کہ اس حدیث میں اس شخص کے کافر ہونے کا ذکر نہیں چنانچہ اس سے پہلی حدیث میں ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا:

''مجھے تمہارا اس حال میں ملنا پسند نہیں کہ تم میں سے کسی کی
گردن پر بکری میماتی ہوئی سوار ہو یا گھوڑا گردن پر سوار ہو
اور وہ مجھ سے عرض کرے۔''

یارسول اللہ! اغثنی فاقول لا املك لك شيئا قد
ابلغتك

یارسول اللہ! میری مدد فرمایئے تو میں کہوں گا میں تیرے لئے
کچھ بھی نہیں کرسکتا، میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں۔ (بخاری کتاب
الجہاد والسیر باب الغلول ص ۴۱۵، حدیث ۳۰۷۳)

ایک اور حدیث میں ہے:

''غزوہ خیبر کے بعد جب وادئ قریٰ میں پہنچے تو ایک صحابی

جس کو مدعم کہا جاتا تھا، اسے کہیں سے ایک تیر آلگا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا، ھنیئاً له الشھادة (اس کو شہادت مبارک) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بلکہ جو چادر اس نے خیبر کے روز مال غنیمت سے تقسیم کے بغیر لے لی تھی وہ اس پر آگ بن کر بھڑکے گی۔"

(بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۂ خیبر حدیث ۴۲۳۴)

اس حدیث میں صاف ظاہر ہے کہ وہ شخص مسلمان اور صحابی تھا، اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو صحابہ کرام اس کے حق میں ھنیئاً له الشھادة کے الفاظ استعمال نہ فرماتے اور اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بات کی وضاحت فرما دیتے"...... (صلح الامام الحسن ص ۳۲۴ تا ۳۲۵)

پھر لکھا:

"سو جب قبل از فتح والوں کے لئے کلیۃ مغفور ہونے کا قول احادیث کے منافی ہے تو پھر بعد از فتح والوں کے لئے کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ جب ایک چادر کی چوری صحابی کو جہنم میں لے گئی تو پھر قتل ناحق اور مسلسل بیس برس تک شاہانہ اونچ نیچ کا کوئی حساب نہیں ہوگا؟" (ایضاً ص ۳۲۶)

جواب نمبر ۱:

مدعم اور کرکرہ کے بارے تحقیقی جواب:

جواب سے قبل ایک انتہائی اہم اور تمہیدی و اصولی بات سمجھئے کہ: ہمارا یہ ایمان اور دعویٰ ہے کہ ہر وہ خوش نصیب شخص جو "صحابیٔ شرعی"

کے عنوان کے تحت داخل ہے وہ قطعی جنتی ہے۔

اور اگر ایسے کسی شخص سے بتقضائے بشریت کوئی لغزش سرزد ہو بھی جائے تو رب تعالیٰ اپنے فضل اور صحبت نبوی کی برکت سے معاف فرما دیتا ہے۔

اگر کسی روایت میں کسی ایسے شخص کو دوزخی قرار دیا گیا ہو کہ جس کے لئے لفظ صحابی کا اطلاق کیا گیا ہو تو لامحالہ وہ ''صحابیٔ لغوی'' کے طور پر ہوگا۔ نہ کہ شرعی و اصطلاحی طور پر۔

جیسا کہ بعض احادیث میں بعض منافقین کے لئے اس لفظ کا استعمال کیا گیا جیسا کہ قزمان بن حارث وغیرہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قزمان بن حارث اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا مگر تھا منافق۔

الاصابہ میں ہے:

قزمان بن الحارث حليف بن ظفر صاحب القصة يوم احد قيل مات كافرا فان بعض طريق قصته أنه صرح بالكفر وهذا مبنى على ان القصة واحدة وقعت لواحد وقيل انها تعددت. قال ابن قتيبة فى "المعارف" قتل نفسه وكان منافقا. وفيه قال النبى صلى الله عليه وسلم ان الله يويد هذا الدين بالرجل الفاجر

وذكر ابن اسحاق والواقدى قصته. وأنه كان عزيزا فى بنى ظفر وكان لايدرى من اين اصله قال الواقدى وكان حافظا لبنى ظفر ومحبا لهم وكان مقلا لاولد له ولا زوجة وكان شجاعا يعرف بذلك فى حروبهم التى كانت بين الاوس

والخزرج. فلما كان يوم احد قاتل قتالا شديدا فقتل ستة او سبعة حتى اصابته الجراحة. فقيل له: هنيا لك الجنة يا ابا الغيداق، قال جنة من حرمل. والله ما قاتلنا الا على الاحساب، وقيل انه قتل نفسه وقيل: بل مات من الجراح ولم يقتل نفسه. وفي صحيح البخاري، من رواية ابي حازم، عن سهل بن سعد، ان النبي صلى الله عليه وسلم التقى هوو المشركون... فذكر الحديث وفيه: و في اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم رجل لا يدع شاذة ولا فازة الا اتبعها يضربها بسيفه، فقالوا، ما اجزاعنا احد كما اجزاء فلان فقال النبي صلى الله عليه وسلم. اما انه من اهل النار فقال رجل من القوم: انا اصاحبه. فخرج معه. قال: فجرح جرحا شديدا فاستعجل الموت، فوضع نصل سيفه بالارض ثم تحامل على سيفه، فقتل نفسه. الحديث و في آخره ان الرجل ليعمل بعمل اهل الجنة فيما يبدو للناس وهو من اهل النار

(الاصابه فی تمیز الصحابه ۳۳۵/۵، رقم ۶۱۲۲)

"یعنی قزمان بن حارث بنوظفر کے حلیف میں سے تھا، اُحد کے دن اس کا واقعہ پیش آیا، بعض کا قول ہے کہ حالت کفر

میں مرا۔ بعض طرق میں اس کا قصہ ہے جس سے اس کے کفر کی تصریح ہوتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے اور ایک شخص کے ساتھ پیش آیا، بعض کا قول ہے اس میں تعدد ہے۔

ابن قتیبہ نے ''المعارف'' کے اندر فرمایا:

اس نے اپنے آپ کو مار ڈالا، وہ منافق تھا، اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد فاسق شخص سے بھی کرتا ہے......

جب اُحد کا دن ہوا تو اس نے بہت شدید جنگ لڑی چھ یا سات لوگوں کو قتل کیا۔ یہاں تک کہ یہ زخمی ہو گیا، اس سے کہا گیا: اے ابو غیداق تمہیں جنت کی خوشخبری ہو۔ اس نے کہا۔ حرمل کی جنت، اللہ کی قسم ہم نے حسب کی وجہ سے جنگ لڑی۔

بعض کا قول ہے کہ اس نے اپنے آپ کو قتل کر دیا تھا۔ بعض نے کہا کہ اس نے اپنے آپ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ وہ زخموں کی وجہ سے مرا تھا۔ صحیح بخاری میں ابو حازم کی بحوالہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے مقابلہ ہوا...... پھر حدیث ذکر کی۔ اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ایسا شخص تھا کہ کسی اکیلے اور تنہا شخص کے پیچھے پہنچ کر اسے اپنی تلوار سے مار ڈالتا۔ جتنا اس شخص نے ہمارا ہاتھ بٹایا کسی اور نے نہیں

بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنو! یہ شخص جہنمی ہے۔

(صحیح بخاری، رقم ۴۲۰۷، صحیح مسلم، رقم ۱۷۹، مسند امام احمد بن حنبل ۵/۱۳۴)

لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ وہ اس کے ساتھ نکلا، وہ شخص بہت زیادہ زخمی تھا۔ اس نے اپنے آپ کو مارنے میں جلدی کی، اس نے تلوار کی دھار کو زمین پر رکھا اور اپنے آپ کو مار ڈالا۔

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ ایک شخص لوگوں کی نظر میں اہل جنت جیسے کام کرتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ بعض منافقین کے لئے بھی لفظ صحابی استعمال کیا گیا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں، قرآن و حدیث کی ان نصوص قاطعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جو بھی صحابی شرعی ہے وہ دوزخی نہیں ہوسکتا اور جو دوزخی ہو وہ صحابی شرعی نہیں ہوسکتا۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ موصوف قاری کا روایت مذکور کا سہارا لیتے ہوئے یہ کہنا قطعاً درست نہیں ہے کہ:

> ''اس حدیث میں صاف ظاہر ہے کہ وہ شخص مسلمان اور صحابی تھا۔ اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے حق میں هنيأ له الشهادة کے الفاظ استعمال نہ فرماتے اور اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس بات کی وضاحت فرمادیتے۔'' (صلح الامام الحسن ص ۳۲۵)

اس لئے کہ روایت میں ایسے قرائن موجود ہیں جو ان کے صحابیٔ شرعی ہونے کی نفی کرتے ہیں۔

جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس شخص

کے بارے ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

صلوا علی صاحبکم

"تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔"

(ج ۲،ص ۲۳، حدیث نمبر ۲۱۰۷،اس کی مزید تخریج دیکھئے!)

سنن نسائی الجنائز ٦٦ (١٩٦١) ابن ماجہ، الجہاد، ۳۴، (۲۸۴۸) موطا امام مالک الجہاد ۱۳، (۲۳) مسند احمد (۱۱۴/۴، ۱۹۲/۵، تحفۃ الاشراف ۳۷٦۷)

یونہی جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ہنیأ الشہادۃ، کہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کلا والذی نفسی بیدہ

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ہرگز نہیں۔"

(بمرجع سابق)

بلکہ ترمذی میں تو یہ الفاظ بھی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

قم یا عمر منادأنه لا یدخل الجنة الاالمؤمنون ثلاثا

"اے عمر کھڑا ہو اور تین بار اعلان کر کہ جنت میں میں صرف مومنین ہی داخل ہوں گے۔" (ج۱،ص۱۹۱، باب ماجاء فی الغلول)

سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز جنازہ نہ پڑھانا، ھنیئالہ الشھادۃ کے جواب میں کلا والذی نفسی بیدہ۔ کے ذریعے ردع فرمانا، اور تین بار یہ

اعلان کروانا کہ "لا یدخل الجنة الا المومنون" ثابت کرتا ہے کہ وہ صحابی شرعی نہیں تھے۔

موصوف نے انتہائی چالاکی سے دو نکات بیان کئے، اول: صحابہ کرام کا اس کے حق میں ھنیاء له الشهادة فرمایا۔

دوم: اگر مسلمان نہ ہوتے تو نبی کریم ﷺ اس کی وضاحت فرما دیتے۔

موصوف نے پہلے نکتے سے جو استدلال کیا ہے اس سے خود بھی مطمئن نہیں۔ کیونکہ اگر ان الفاظ سے استدلال تام ہوتا تو نکتہ ثانی کی طرف نہ جاتے، کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ متعدد ایسی روایات ہیں کہ صحابہ کرام نے کسی شخص کے لئے شہادت کی مبارکباد دی مگر نبی کریم ﷺ نے اس کے غیر مسلم یا منافق ہونے کا حکم جاری فرمایا۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا۔

اور نکتہ دوم کے بارے بطور جواب کے ہمارے نقل کردہ قرائن کفایت کرتے ہیں۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مدعم اور کرکرہ کا صحابی شرعی ہونا قطعیت سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے ذریعے جمیع صحابہ کے جنتی ہونے کی نفی پر استدلال کرنا بھی درست نہیں ہے۔

جواب نمبر ۲:

مدعم اور کرکرہ کے بارے الزامی جواب:

اگر قطعی دلائل سے ثابت ہو جائے کہ مدعم اور کرکرہ مسلمان اور صحابی شرعی تھے جیسا کہ ظہور فیضی صاحب کی تمنا اور اصرار ہے تو پھر بھی ہمیں مضر نہیں اور انہیں مفید نہیں۔ کیونکہ اس بنیاد پر ان کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ موصوف کے بھی کئی مسلم ائمہ نے زیر بحث روایات کی تشریح کرتے ہوئے "ھو فی

النار'' (وہ دوزخ میں ہے) اور تشتغل علیہ نارا کا ایک ایسا احتمال بیان فرمایا ہے جو واضح کرتا ہے کہ یہ کلمات اپنے ظاہر پر نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ وہ جنتی ہیں۔ ملاحظہ ہو،

امام عینی ابن تین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں

یحتمل ان یکون ھذا جزاءہ الا ان یعفو اللہ

''اس میں یہ احتمال ہے کہ اس کی یہ سزا تھی مگر یہ کہ اللہ نے اسے معاف فرمادیا۔'' (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۵، ص ۱۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

او المراد ھو فی النار ان لم یعف اللہ عنہ

''یا یہ مراد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے معاف نہ کرتا تو وہ آگ میں ہوتا۔'' (فتح الباری، شرح بخاری ج ۶، ص ۲۳۱)

یہ احتمال زرقانی علی المؤطا ج ۳، ص ۴۶، نعمۃ الباری شرح بخاری ج ۵، ص ۹۷۳، میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

چادر کے اشتعالِ نار کے حوالے سے محدثین فرماتے ہیں:

یحتمل ان یکون اشتعال النار حقیقۃ بان تصیر الشملۃ بعینھا

نارا فیعذب بھا ویحتمل ان یکون المراد انھا سبب العذاب النار

''اس میں یہ احتمال ہے کہ آگ کا مشتعل ہونا حقیقتاً ہو، بایں طور کہ وہ چادر بعینہٖ آگ بن چکی ہو اور انہیں (دنیا میں ہی اس کی سزا مل گئی یا پھر یہ مراد ہے کہ یہ فعل عذاب کا سبب ہے) (عمدۃ القاری ج ۱۷، ص ۳۴۰، فتح الباری ج ۷، ص ۶۲۳، زرقانی

ج ۳، ص ۲۰۶)

حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ان لم یعف اللہ

''یعنی اگر اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہ کرتا (تو ان کی یہ سزا ہوتی)'' (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج، ص ۱۷)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے ایک فقہی مسئلہ اخذ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مال غنیمت میں قبل از تقسیم چوری کرنا شہادت کے نام کے اطلاق کو منع کرتا ہے۔ اس شخص پر جو مال غنیمت میں قبل از تقسیم چوری کرے اور اسی حالت میں قتل کر دیا جائے۔ (خلاصہ شرح مسلم از نووی ج ۲، ص ۱۳۰)

حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلت وفیه بحث لا دلالة فی الحدیث علی نفی شهادة کیف و قتل فی سبیل الله و خدمة رسول الله ﷺ ولایشترط فی الشهید ان لا یکون علیه ذنب اور دین بالاجماع

میں کہتا ہوں۔ اس میں بحث ہے کیونکہ حدیث میں اس کی شہادت کی نفی پر کوئی دلیل نہیں ہے اور شہادت کی نفی ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھا اور شہید ہونے میں بالاجماع یہ شرط نہیں ہے کہ اس پر کوئی گناہ یا قرض نہ ہو۔

(مرقاۃ ج ۷، ص ۵۱۸)

فائدہ:

یاد رہے موصوف نے ملا علی قاری کا فقیہ و محدث ہونا تسلیم کیا۔
الاحادیث الموضوعۃ میں لکھتے ہیں:

''ایسے ہی مشہور حنفی فقیہ اور محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (ص۱۹)
اور امام عینی کی تحسین و تعریف کرتے ہوئے لکھا:
''امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کی غیرت عشق۔''
''علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہے۔ لفظ لفظ سے محبت جھلکتی نظر آتی ہے۔'' (لطافت جسد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۹۰)
پھر لکھا:

''محب کو محبوب کی برائی نظر آتی ہے اور نہ ہی وہ اسے سن سکتا ہے۔ یہی کیفیت امام بدر الدین عینی حنفی قدس سرہ العزیز کی ہے۔'' (ایضاً)

نوٹ:

بعض علماء نے مدعم اور کرکرہ کو الگ الگ دو افراد شمار کیا ہے، لیکن بعض اہل علم نے دونوں کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:
شیخ بدر الدین محمد بن ابی بکر مخزومی لکھتے ہیں:

مدعم: بکسر المیم وفتح العین المھملة وقیل اسمه کرکرة
مدعم میم کے کسرہ اور عین کے فتحہ کے ساتھ کہا گیا ہے کہ اس کا نام کرکرہ ہے۔ (مصابیح الجامع ج۸، ص۷۶)
امام صالحی فرماتے ہیں:

مدعم... قیل اسمه کرکره

(سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱۱ ص ۴۰۹)

''اسی بنیاد پر ہم نے دونوں طرح کی روایات کے جوابات ایک ہی انداز سے دیئے ہیں۔''

جواب نمبر ۳:

موصوف کا خوارج و دیابنہ کی روش پہ چلنا:

موصوف رفض کی سیاہ گھاٹیوں میں چلتے چلتے اچانک خوارج و دیانیہ کی روش پہ چل نکلے اور حدیث نبوی: ''فاقول لا املك لك شيئا قد بلغتك ''کو بغیر صحیح وضاحت بیان کئے چل نکلے اور ان کا، مطلقاً ذکر کرنا، یہ تاثر قائم کرنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو صحابہ کو بھی کچھ فائدہ پہنچانے کے مالک نہیں ہیں۔

حالانکہ اس حدیث کا مقصد تعلیم امت اور بیان توبیخ ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

هذا مبالغة في الزجر وتغليظ في الوعيد والافهو صاحب الشفاعة في مذنبي الامة يوم القيامة

''یہ زجرو وعید میں مبالغہ وتغلیظ ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز امت کے گنہگاروں کے حق میں شفاعت کرنے والے ہوں گے۔''

(عمدۃ القاری ج ۱۵، ص ۱۰، اسی کی مثل فتح الباری، ج ۴، ص ۲۱۹، میں فرمایا)

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت جب عام امتیوں کے لئے ثابت ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگی۔ بلکہ موصوف قاری نے خود بھی حدیث ''یا فاطمة بنت محمد! انقذی نفسك من النار. فانی لا املك

لکم من الله شیئا ''(اے فاطمہ! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ بیشک میں تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا) کے تحت ایسا کلام کیا ہے جو مکمل طور پر ہماری تائید کرتا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''علاوہ ازیں حضورﷺ کے قرابت داروں کو بہت سی احادیث میں ایسا واضح اور دوٹوک انداز میں خطاب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں حضورﷺ کی قرابت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا واقعی ان حضرات کو قرابت نبوی ﷺ سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔''

جواباً عرض ہے کہ اگر انسان ان احادیث کے ان ہی جملوں تک محدود رہے اور اگلے استثنائی جملوں سے نگاہیں پھیرے اور دوسری احادیث کو سامنے رکھنے کی زحمت بھی گوارہ نہ کرے تو پھر یہی سمجھ آتا ہے کہ قرابت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور بہت سے منفی ذہنیت کے لوگوں کا وطیرہ یہی ہے کہ وہ آیات و احادیث کے ایسے ہی جملوں تک محدود رہتے ہیں۔ نہ آگے بڑھتے ہیں اور نہ آگے پڑھتے ہیں...... مثلاً وہ اتنا تو پڑھتے ہیں''من ذالذی یشفع عندہ'' (کون ہے جو اس کی بارگاہ میں سفارش کرے) اور آگے الاباذنہ (مگر اس کی اجازت سے) نہیں پڑھتے اور وہ یہ تو پڑھتے ہیں: قال لا املك لنفسی نفعا وضرا (آپ فرمایئے میں اپنے لئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں) لیکن آگے الا ماشاء اللہ (مگر جو اللہ چاہے۔ الاعراف:۱۸۸) نہیں پڑھتے یہ تو بعینہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص ''لا تقربوا الصلوٰۃ'' (نماز کے قریب نہ جاؤ) کی رٹ لگاتا رہے اور آگے ''وانتم سکاری'' (جبکہ تم نشے کی حالت میں ہو۔ النساء:۴۳) کو نہ پڑھے۔

جائے گی۔ (مناقب زہرہ ص ۲۶۔۲۶۵)

موصوف کی اس ساری تقریر سے ہم کلیۃً اتفاق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ساری کی ساری تقریر آپ کے خلاف بھی جاتی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے آپ نے بھی وہی روش اختیار کی ہے جو خارجی حضرات، درجہ بالا حدیث پڑھ کر کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ بھی" لا املك لك شيئا قد بلغتك " تک ہی محدود رہے۔ آپ نے بھی" وكلا وعدالله الحسنى " جیسی آیات اور" لا تمس النار مسلما رانى " جیسی احادیث کو مدنظر نہ رکھا ورنہ آپ کے اس منفی رجحان اور بدعقیدگی کی بھی کمر ٹوٹ جاتی۔

اگر تمام صحابہ حساب و کتاب سے مستثنیٰ ہیں تو پھر امہات المومنین کو یضاعف لها العذاب ضعفين کیوں فرمایا گیا۔ (قاری ظہور):

موصوف اس مقام پر بھی ایک اور علمی ٹھوکر کھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کے علاوہ اگر دوسرے صحابہ بھی یکسر حساب و کتاب سے مستثنیٰ ہوتے تو پھر امہات المومنین کو يضاعف لها العذاب ضعفين اور نؤتها اجرها مرتين (الاحزاب ۳۰:۳۱) آیات کیوں سنائی جاتیں؟" (صلح الامام الحسن ص ۳۲۶)

جواب:

یہ قرآنی جملہ برسبیل فرض کے ہے اس لئے اس سے استدلال کرنا موصوف کو مفید نہیں ہے:

یہ قرآنی فرمان چونکہ برسبیل فرض کے ہے جس سے استدلالاً سوال قائم کرنا مفید نہیں ہے۔

اس بات کی وضاحت کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے یہ آیات مکمل نقل کر کے ان کی تفسیر نقل کر دی جائے تا کہ ہمارے قارئین بآسانی مقصود تک پہنچ سکیں۔
رب تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝ (الاحزاب:۳۰-۳۱)

"اے نبی کی بیبیو! جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دُونا عذاب ہوگا اور یہ اللہ کو آسان ہے، اور جو تم میں فرمانبردار رہے اللہ اور رسول کی اور اچھا کام کرے ہم اسے اوروں سے دُونا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔" (ترجمہ کنز الایمان)

ان آیات کا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو یہ بتایا جائے کہ تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو، بلکہ بہت بلند مرتبت اور عظمت نشان ہو۔ اس لئے انہیں ترہیباً فرمایا کہ اگر بالفرض تم میں سے کوئی صریح حیا کے خلاف جرأت کرے گی تو اسے دگنا عذاب ہوگا اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجالاتے ہوئے اچھا کام کرے گی تو ڈبل ثواب عطا کیا جائے گا۔

آیت کریمہ میں "من یات منکن بفاحشة مبینة یضاعف لها العذاب ضعفین برسبیل فرض کے ہے۔ جس کا وقوع قطعی طور پر نہیں ہوا، اس پر تفسیری شواہد ملاحظہ ہوں:

تفسیر صاوی اور تفسیر جمل میں ہے:

هذا على سبيل الفرض والتقدير على حد لئن اشركت يحبطن عملك والأنساء النبى مطهرات مصونات من الفواحش

''یہ آیت کریمہ بر سبیل فرض اور تقدیر کے ہے (اور یہ اس آیت کی طرز پر ہے جس میں رب تعالیٰ نے بظاہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہوئے فرمایا ہے) اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا۔ ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج پاک ہیں اور فواحش سے محفوظ رکھی گئیں ہے۔''

(صاوی ج ۵، ص ۱۶۳۶، جمل ج ۴، ص ۱۶۸)

تفسیر ملا علی قاری میں ہے:

الشرط لايقتضى الوقوع

''یہ شرط وقوع کا تقاضا نہیں کرتی۔'' (تفسیر ملا علی قاری ج ۴، ص ۲۰۲)

تفسیر روح المعانی میں ہے:

وجعل الشرط من قبيل ''لئن اشركت ليحبطن عملك'' من حيث ان ذلك ممكن الوقوع فى اول النظر ولا يقع جزما. فان الانبياء صان الله تعالىٰ زوجاتهم عن ذلك

''اس شرط کو'' لئن اشركت ليحطن عملك ''کے قبیل (یعنی بر سبیل فرض) کے قرار دیا گیا ہے۔ اس حیثیت سے کہ یہ بادی النظر میں ممکن الوقوع ہے اور قطعی طور پر غیر ممکن

الوقوع۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے نبیوں کی بیویوں کو اس سے محفوظ رکھا ہے۔" (ج ۱۱، ص ۷۷۔۲۷۶)

اور یہ آیت کریمہ "ومن یقنت منکن" ...... بلا شک و شبہ اور بغیر کسی اختلاف کے ممکن الوقوع ہے۔ اسی لئے مفسرین اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

المراد به الدوام على الطاعة السابقة وبالعمل الصالح العبادات التي يكلفن بها بعد

"اس سے مراد ان کا سابقہ اطاعت پر ہمیشگی اختیار کرنا ہے اور عمل صالح سے مراد وہ عبادات ہیں جن کا بعد میں انہیں مکلف کیا جانا تھا۔" (روح المعانی ج ۱۱، جزء ۲۱، ص ۳)

جب یہ ثابت ہو چکا کہ "یضاعف لها العذاب ضعفین" از قبیل فرضیات کے ہے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ ان آیات کو دلیل بنانا درست نہیں گا؟؟

ورنہ اگر کوئی ملحد شخص "لئن اشرکت لیحبطن عملك" کو دلیل بناتے ہوئے یہ کہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ سے شرک کا واقع ہونا بھی ممکن ہے۔ بایں وجہ آپ کے اعمال کا اکارت جانا بھی ممکن ہے ورنہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کو کیوں سنائی گئی تو اس کا کیا جواب ہوگا؟؟؟

ثابت ہوا کہ موصوف کا ان آیات سے استدلال درست نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت نے جو واللہ بما تعملون خبیر" کی تفسیر کی ہے وہ غلط، سراسر باطل اور قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ (قاری ظہور):

موصوف اپنے لایعنی خیالات پر بھروسہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کو غلط، سراسر باطل اور کتاب وسنت کے خلاف قرار دیتے ہوئے لکھتا ہیں:

"واللہ بما تعلمون خبیر" کی صحیح تفسیر

بعض علماء ہند نے جو اس جملہ کی جو تفسیر کی ہے وہ غلط ہی نہیں بلکہ سراسر باطل ہے۔ کیونکہ قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اس جملہ کی صحیح تفسیر کیا ہے؟

بعض علماء ہند نے تو یہ سمجھا کہ اس جملہ میں فقط یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر اس عمل سے باخبر ہے جو تم کرو گے مگر وہ تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا ہے۔ یعنی ان کے نزدیک اس جملہ میں فقط وعدہ کا ذکر ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں بعد فتح ایمان لانے والوں کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ جو کچھ بھی راہ الٰہی میں خرچ کریں اور جہاد کریں ان کو بھی اجر دیا جائے گا۔ اگرچہ سابقین کے برابر نہیں ہوگا تاہم بھلائی کا وعدہ سب کے ساتھ ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ اس آیت میں پہلے یا بعد میں ایمان لانے کا ذکر نہیں ہوا فقط پہلے یا بعد خرچ کرنے اور جہاد کرنے کا ذکر ہوا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص قدیم الاسلام تو ہو مگر قدیم الانفاق نہ ہو تو اس کا شمار بعد میں خرچ کرنے اور جہاد کرنے والوں میں ہوگا۔

یہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت میں "واللہ بما تعملون خبیر" فرمانے میں نیت واخلاص کی طرف بھی ایک اشارہ ہے۔ یعنی دیکھا جائے گا کہ کسی قدیم الاسلام شخص نے پہلے خرچ نہیں کیا تھا اب خرچ کرنے لگا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے۔

فی الجملہ یہ بتادیا گیا کہ پہلے یا بعد میں جس کسی نے بھی صدق واخلاص کے ساتھ انفاق اور جہاد کیا اس کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔ ہر ایک کے ساتھ زمانی عسر ویسر اور اس کے اخلاص کے مطابق بھلائی کا وعدہ ہے۔ اب یہاں اس وضاحت کی ضرورت تو نہیں ہے کہ پہلے یا بعد جو کوئی بھی خلوص سے عاری ہو کر انفاق اور جہاد کرے تو اس کے لئے کسی قسم کے اجر اور بھلائی کا وعدہ نہیں ہونا، سو آیت کے

اس جملہ میں لفظ ''خبیر'' تین چیزوں کو مدنظر رکھے جانے کا ذکر ہے۔

۱۔ اخلاص و نیت

۲۔ حال واستقبال پر بھلائی کا وعدہ

۳۔ اور حال واستقبال میں برے اعمال پر وعید

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس آیت کو مستقبل کے ساتھ مقید اور فقط وعدہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ خواہ مستقبل میں کوئی صحابی جس قدر بھی برے عمل کرتا رہا اس کے ساتھ بھلائی کا وعدہ ہو گیا، یہ قرآن مجید کی دوسری آیات اور سینکڑوں احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔ حق بات یہ ہے کہ آیت میں فقط وعدہ کا نہیں بلکہ وعدہ اور وعید دونوں کا ذکر ہے، چنانچہ علامہ ابن عطیہ اور علامہ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں:

واللہ بما تعملون خبیر قول فیہ وعد و وعید

اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے بخوبی خبردار ہے۔ اس قول میں وعدہ اور وعید دونوں ہیں۔''

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ج۸، ص ۲۲۴، البحر المحیط ج۸، ص ۲۱۹)

پھر اسی نے ملتی جلتی عبارات تفسیر روح المعانی اور فی رحاب التفسیر سے نقل کر کے لکھا:

''اس جملہ کی تفسیر میں اس امام نے تو کمال ہی کر دیا ہے جن کی نسبت سے ہم سنی، حنفی کے ساتھ ساتھ ماتریدی بھی کہلاتے ہیں، یعنی امام ابومنصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ، وہ فرماتے ہیں:

یرغب فیہ ویرغب عنہ

''ارشاد الٰہی'' واللہ بما تعملون خبیر '' میں ترغیب اور ترہیب دونوں ہیں، پسندیدہ اعمال کی ترغیب اور ناپسندیدہ

اعمال سے ترہیب (وارننگ) کا ذکر ہے۔"

(تاویلات اہل السنۃ لابی منصور الماتریدی ج ۵، ص ۴۳)

جب اس آیت میں وعدو وعید اور ترغیب و ترہیب دونوں مذکور ہیں اور جزا وسزا کا معاملہ بھی اسی کے مطابق ہوگا تو پھر کسی عالم دین کے لکھ دینے سے وہ ذات جل جلالہ اپنا قانون تو تبدیل نہیں کرے گی۔ جس نے یہاں تک فرمایا:

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ

"تو جو ایک ذرا بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرا بھر برائی کرے گا اسے دیکھے گا۔" (الزلزال ۷۔۸)

سو اس وقت تک جن لوگوں نے صلح حدیبیہ سے قبل اور بعد یا فتح مکہ سے قبل ہی اور بعد نفاق اور جہاد کیا یا بعد میں جو لوگ نفاق و جہاد کرتے رہیں گے اللہ عزوجل جس طرح ان کے ساتھ کیے ہوئے اجر کے وعدہ کو پورا فرمائے اسی طرح وہ ذرا ذرا کے حساب کی وعید کو بھی پورا فرمائے گا۔ (صلح الامام الحسن ص ۳۳۴ تا ۳۳۷)

جواب نمبر ا:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر غلط و باطل نہیں ہے بلکہ موصوف ہی بغض صحابہ وسلف صالحین میں حد سے گزر چکے ہیں:

ہماری گزشتہ صفحات پہ نقل کی گئی تحقیق کی روشنی میں ہر غیر جانبدار شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر غلط نہیں ہے بلکہ موصوف خود ہی بغض صحابہ اور عناد اسلاف میں اس طرح حد سے گزر چکے ہیں کہ عظمت صحابہ بیان کرنے والا ہر ایک شخص انہیں زہر دکھائی دیتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے صحیح اور ماخوذ از تفاسیر معتبرہ ہونے پر ہم

پیچھے سیر حاصل گفتگو کر چکے ہیں۔ اس کا فیصلہ ہم اپنے قارئین پہ چھوڑتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر اور موصوف قاری کی یاوہ گوئیوں کا تقابل کرتے ہوئے بتائیں کہ تفسیر رضوی درست ہے یا موصوف کا باطل نظریہ؟؟

لہٰذا ہم موصوف اور اس کی ساری پارٹی سے بار دیگر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کسی بھی معتبر مفسر کا کوئی ایک ایسا مستند قول پیش کریں جس میں زیر بحث آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کسی ایک صحابی کا بھی "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" سے استثناء کیا گیا ہو، یا تمہاری طرح اس کو جنتی ماننے سے انکار کیا گیا ہو۔

جواب نمبر ۲:

موصوف کی پیش کی گئی تفسیری شہادتیں بھی ان کے مؤقف کی تائید نہیں کرتیں:

قارئین کرام!

اگر آپ غور فرمائیں تو موصوف کی اس ساری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ آیت میں وعدہ اور وعید دونوں ہیں اس لئے جس صحابی نے اچھا عمل کیا اس سے بھلائی کا وعدہ ہے اور جس نے برا عمل کیا اس پر اسے سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ اس آیت میں وعدہ و وعید کا قول کرنا بھی درست ہے لیکن یہ بات بھی پکی ہے کہ بے شمار مفسرین ایسے ہیں جنہوں نے یہاں ابن عطیہ، اندلسی اور امام ماتریدی کی طرح باقاعدہ وعدہ وعید کی وضاحت نہیں کی تو کیا ان سب کی تفاسیر غلط و باطل قرار پاتی ہیں؟

اگر نہیں تو کیوں؟ اگر "ہاں" تو وجہ؟

دوسری بات یہ ہے کہ جس خدا کے ہاتھ میں وعدہ و وعید اور جزاء سزا کا معاملہ ہے اسی نے تو تمام صحابہ کے جنتی ہونے کا خود اعلان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"وکلا وعد اللہ الحسنیٰ"

پیچھے سیر حاصل گفتگو کر چکے ہیں۔ اس کا فیصلہ ہم اپنے قارئین پہ چھوڑتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر اور موصوف قاری کی یاوہ گوئیوں کا تقابل کرتے ہوئے بتائیں کہ تفسیر رضوی درست ہے یا موصوف کا باطل نظریہ؟؟

لہٰذا ہم موصوف اور اس کی ساری پارٹی سے بار دیگر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کسی بھی معتبر مفسر کا کوئی ایک ایسا مستند قول پیش کریں جس میں زیر بحث آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کسی ایک صحابی کا بھی ''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ'' سے استثناء کیا گیا ہو، یا تمہاری طرح اس کو جنتی ماننے سے انکار کیا گیا ہو۔

جواب نمبر ۲:

موصوف کی پیش کی گئی تفسیری شہادتیں بھی ان کے مؤقف کی تائید نہیں کرتیں:

قارئین کرام!

اگر آپ غور فرمائیں تو موصوف کی اس ساری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ آیت میں وعدہ اور وعید دونوں ہیں اس لئے جس صحابی نے اچھا عمل کیا اس سے بھلائی کا وعدہ ہے اور جس نے برا عمل کیا اس پر اسے سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ اس آیت میں وعدہ و وعید کا قول کرنا بھی درست ہے لیکن یہ بات بھی پکی ہے کہ بے شمار مفسرین ایسے ہیں جنہوں نے یہاں ابن عطیہ، اندلسی اور امام ماتریدی کی طرح باقاعدہ وعدہ وعید کی وضاحت نہیں کی تو کیا ان سب کی تفاسیر غلط و باطل قرار پاتی ہیں؟

اگر نہیں تو کیوں؟ اگر ''ہاں تو وجہ؟

دوسری بات یہ ہے کہ جس خدا کے ہاتھ میں وعدہ و وعید اور جزاء سزا کا معاملہ ہے اسی نے تو تمام صحابہ کے جنتی ہونے کا خود اعلان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ''

صاحب شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

لاتمس النار مسلمارانی

''جس مسلمان (یعنی صحابی) نے مجھے دیکھا اسے آگ نہیں چھوسکتی۔'' (ترمذی ج۲،ص۲۲۶)

ثابت ہوا کہ موصوف کی نقل کردہ تفسیری شہادتیں ان کے موقف کی تائید نہیں کرتیں۔

جواب نمبر ۳:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف وعدے کے مستحق ہیں اور وعدہ و وعید ان کے بعد والے لوگوں کے لئے ہے:

چونکہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد قرآن مجید کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ پھر ان کے بعد قیامت تک کی ساری امت، جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے۔ تو قرآن و سنت کی کئی نصوص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے ''وکلاوعد اللہ الحسنیٰ'' فرما کر انہیں وعید سے مستثنیٰ قرار دے کر انہیں صرف اور صرف بھلائی کے وعدے کا مستحق قرار دے دیا ہے، پھر ان کے بعد آنے والی ساری امت وعدو وعید دونوں سے خاص کر دی گئی۔ ہماری اس بات کی تائید موصوف قاری کے یہ اپنے الفاظ بھی کرتے ہیں کہ:

> ''حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں بعد میں ایمان آنے والوں کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ جو کچھ بھی راہ الٰہی میں خرچ کریں اور جہاد کریں ان کو بھی اجر دیا جائے گا۔ اگرچہ سابقین کے برابر نہیں ہو گا تاہم بھلائی کا وعدہ سب کے ساتھ ہے۔
> (صلح الامام الحسن ص ۳۳۴)

جواب نمبر ۴:

موصوف کی جانب سے جہالت کا بدترین مظاہرہ:

موصوف اپنی جہالت کا بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت میں پہلے یا بعد میں ایمان لانے کی بات نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو:

''یہ بات قابل غور ہے کہ اس آیت میں پہلے یا بعد میں ایمان لانے کا ذکر نہیں ہوا...... بلکہ فقط پہلے یا بعد میں خرچ کرنے اور جہاد کرنے کا ذکر ہو رہا ہے۔'' (صلح الامام الحسن ص ۳۳۴)

ہم کہتے ہیں اگرچہ آیت میں ایمان لانے کا صراحتاً ذکر نہیں مگر اما[ئ] موجود ہے۔ اس لئے کہ رب تعالیٰ کا یہ جنت کا وعدہ معاذ اللہ کوئی بے ایمان لوگو[ں] سے تو نہیں ہوا۔ اس لئے کہ جب انفاق اور جہاد جو ایمان کے تابع ہیں کا ذکر آ[یا] تو ایمان کا ذکر خود بخود آ گیا۔ ویسے بھی یہ طے شدہ ضابطہ ہے کہ:

عدم الذکر لا یدل علی عدم الشئ

کسی چیز کا ذکر نہ کرنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔''

ورنہ تو کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' میں صرف [ن]بی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک ہے تو کیا اب اس کا یہ مطلب ہے کہ یہاں باقی انبیا[ء] کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا ان پہ ایمان لانا بھی لازم نہیں؟ پھر اگر اس آیت کا سیاق [و] سباق دیکھا جائے تو وہ بھی اس پر صراحتاً دلالت کرتا ہے کہ یہاں فتح سے پہلے او[ر] بعد میں ایمان لانا بھی موجود اور مراد ہے۔''

ملاحظہ ہو اس آیت سے پہلے فرمایا:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

"تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان حدید:۷)

اور اس آیت کے بعد فرمایا:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾

جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ہے ان کے آگے اور ان کے دہنے دوڑتا ہے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو، یہی بڑی کامیابی ہے۔" (ترجمہ کنزالایمان حدید:۱۲)

ثابت ہوا کہ موصوف کا لفظ ''فقط'' کے ذریعے حصر پیدا کرتے ہوئے یہ کہنا کہ صرف خرچ اور جہاد مراد ہے۔ باطل ہے۔

پھر دیکھیں کس دیدہ دلیری کے ساتھ ایک خود ساختہ قانون ہی وضع کر دیا کہ:

"اگر کوئی شخص قدیم الاسلام تو ہو مگر قدیم الانفاق نہ ہو تو اس کا شمار بعد میں خرچ کرنے اور جہاد کرنے والوں میں ہوگا۔"

(صلح الامام الحسن ص ۳۳۵)

ہم کہتے ہیں اگر تو تمہارے پاس اس پر کوئی دلیل صحیح ہو تو پیش کریں ورنہ قرآن و سنت پہ یوں جرأت کر کے اپنی آخرت برباد نہ کریں۔

جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ ہے تو وہ قدیم الاسلام ہوں یا غیر قدیم الاسلام قدیم الانفاق والجہاد ہوں یا غیر قدیم الانفاق والجہاد ہوں، ان کا

رب ان سب سے جنت کا وعدہ فرما چکا ہے۔

وحشی ہمیشہ نشے میں دھت رہتا اور حالت نشہ میں ہی اس کی موت ہوئی (قاری ظہور):

دیگر کئی صحابہ کی طرح حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ان صحابہ میں ہوتا ہے۔ جن کی موصوف قاری نے صریح توہین کا ارتکاب کیا ملاحظہ ہو لکھتا ہے:

''خود وحشی بھی اموی غلام تھا۔ یہ وہی ہے جس نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے منہ نہیں لگاتے تھے یہ اکثر نشہ میں دھت رہتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کی موت بھی حالت نشہ میں ہوئی تھی۔''

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ماذالت لِوَحشی فی نفسی حتی اخذ قد شرب الخمر فجلد الحد، فحطت عطاءہ الی ثلث مائۃ، وکانَ فرض لہ عمر فی الفیئن

''ہمیشہ میرے دل میں وحشی کے لئے کچھ کھٹکا سا رہا، یہاں تک کہ وہ پکڑا گیا۔ اس نے شام میں شراب پی تو اس کو حد لگائی، پھر میں نے اس کا وظیفہ تین سو تک محدود کر دیا، راوی کہتے ہیں اس سے قبل سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دو ہزار وظیفہ والوں میں شامل رکھا تھا۔''

(تہذیب الکمال ج ۳۰، ص ۴۳۰، تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۷۱۰)

امام علاء الدین مغلطائی حنفی لکھتے ہیں:

قال ابن شھاب: مات غرقا فی الخمر زعموا

''ابن شہاب فرماتے ہیں: لوگوں نے کہا: وہ شراب میں غرق ہونے کی حالت میں مرا تھا۔''

(اکمال تہذیب الکمال ج ۱۲، ص ۲۱۱)

پھر ایک مقام پر یوں لکھا:

''راقم الحروف کا خیال ہے کہ بعض کذاب قسم کے لوگوں نے اس حدیث (اللھم املأ علماء وحلما) کو وضع کر کے اسے وحشی کی طرف منسوب کر دیا ہوگا، ورنہ نشہ میں دھت رہنے والے شخص کو ایسے دھندے سے کیا سروکار؟ (الاحادیث الموضوعہ ص ۹۸)

جواب نمبر ۱:

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو نشے کا عادی قرار دینا قطعاً درست اور حقیقت نہیں ہے:

موصوف نے جو آپ رضی اللہ عنہ کی طرف نشہ کرنے کی نسبت کی ہے یہ بھی برخلاف حقیقت اور موصوف کے رفض زدہ ذہن کی عکاسی ہے، ورنہ علماء محققین نے صاف طور پر اس کی تردید کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

فقیہ اعظم ہند شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مجھے اس (نشہ والی) روایت میں کلام ہے، غالباً دشمنان صحابہ نے صحابہ کرام کی عظمت کو داغدار کرنے کے لئے اسے گڑھا ہے، اس عہد مبارک میں جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور عروج تھا یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص مسلسل شراب پیتا رہے۔ انتہائی سختی سے حدود جاری کئے جاتے تھے۔ اس میں

کسی کی رعایت نہیں کی جاتی تھی، پھر یہ کیسے ممکن ہے وہ بھی حمص جیسے شہر میں کہ ایک شخص مسلسل شراب پئے اور اس سے مواخذہ نہ ہو، کتب سیر و تاریخ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموس کو داغدار کرنے کے لئے بے شمار روایتیں دشمنانِ صحابہ نے گڑھ کر پھیلا دی ہیں، انہیں میں سے یہ روایت بھی ہے۔" (نزہۃ القاری شرح بخاری ج ۴، ص ۸۷۷)

جواب نمبر ۲:

موصوف کی پیش کردہ روایات سنداً مجروح اور نا قابل استدلال ہیں:

موصوف نے جو روایات ذکر کی ہیں ان کا درایۃً موضوع ہونا جواب نمبر ا ایک میں واضح ہو چکا، اب یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ یہ روایات سنداً بھی مجروح اور نا قابل استدلال ہیں۔ اس بابت قاطع رافضیت علامہ غلام حسین قادری صاحب زید شرفہ لکھتے ہیں:

"ان کے نشے کے بارے میں موصوف فیضی نے دو روایات ذکر کی ہیں اور دونوں ہی سنداً مجروح ہیں۔ ان پر تو سند صحیح سے الزام ثابت نہیں کر سکے، البتہ خود نجانے کون سے نشے میں تھے کہ پوتے اور دادا میں فرق ہی نہ کر سکے۔"

پہلا قول موصوف نے لکھا:

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ما زالت لوحشی فی نفسی حتی اخذ قد شرب الخمر...

اقول ...

التہذیب الکمال میں یہ قول یونس بن ابواسحاق سے مروی ہے اور وہ اپنے والد یعنی عمرو بن عبداللہ بن عبید الہمد انی کوفی سے نقل کرتے ہیں:

اور عمرو بن عبداللہ کی ولادت ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب ج ۶، ص ۱۷۲، رقم ۵۳۳۶)

تو انہوں نے کہاں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان سن لیا؟ نیز یہ قول بالسند تاریخ دمشق میں مذکور ہے۔ (تاریخ دمشق ۶۲ / ۴۱۹)

اور وہاں اس میں ایک راوی احمد بن عبدالجبار العطاردی ہیں جو ضعیف راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب ص ۱۱۹، رقم ۶۴)

لہٰذا اس قول کی تو سند ابھی کوئی حیثیت نہ رہی۔

دوسرا قول موصوف ذکر کرتے ہیں:

...مات غرقا فی الخمر زعموا...

ابن شہاب زہری کا یہ قول حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے الاستیعاب میں نقل کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ سے روایت کیا ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۴، ص ۱۵۶۵)

حافظ ابن عبدالبر اور موسیٰ بن عقبہ کے مابین تقریباً سو سال سے زیادہ کا وقفہ ہے۔ (موسیٰ بن عقبہ کا وصال ۱۴۱ھ میں ہوا اور حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۳۶۸ھ میں ہوئی) درمیان سے سند موجود ہی نہیں۔ پھر ابن شہاب زہری بھی لوگوں کا گمان بتا رہے ہیں۔ پھر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بھی س ۵۱ھ میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ہوئی۔ یہ سند کا حال ہے اور موصوف ایسی مردود بات لے کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ پر طعن کر رہے ہیں۔ (الصوارم الحیدریہ ص ۱۴۸۔ ۱۴۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے (وحشی کو) منہ نہیں لگاتے تھے۔ (قاری ظہور)

موصوف نے یہ تاثر قائم کرنے کی بھی سعیٔ مذموم کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے نفرت کرتے تھے ملاحظہ ہو:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان (وحشی) کو منہ نہیں لگاتے تھے۔''

(الاحادیث الموضوعہ ص ۹۶)

ایک اور جگہ لکھا:

''ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمۃ اللعالمین ہونے کے باوجود سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے بارے میں چاہا تھا کہ وہ آپ کے سامنے نہ آیا کرے۔''

بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

فهل تستطيع ان تغيب وجهك عني

''تو کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے غیب رکھ سکتے ہو۔''

(بخاری ص ۶۸۹، رقم ۴۰۷۲، مسند احمد ج ۳، ص ۵۰۲)

بعض مقامات پر تو صراحتاً آیا ہے:

غيب عني وجهك

''مجھ سے اپنا چہرہ غیب رکھا کرو۔''

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۳، ص ۲۱)

اسی لئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا تھا کہ وہ اپنا چہرہ آپ سے پوشیدہ رکھا کرے۔'' (الاصابہ ج ۶، ص ۴۷۰)

کیا حضرت وحشی مسلمان نہیں تھے؟ کیا ان پر الاسلام یجب بما قبلہ (اسلام اپنے ماقبل کو مٹا دیتا ہے) کا اطلاق نہیں ہوتا؟ کیا وہ ''کلا وعد اللہ الحسنیٰ'' میں شامل نہیں تھے؟

پھر یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ ان سے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قتل حالت کفر

میں ہوا اور اسلام قبول کرنے پر وہ ان کا گناہ مٹ گیا...... (مناقب الزہرہ ص ۲۰۳-۲۰۲)

جواب نمبر ا

یہ بات درست نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو منہ نہیں لگاتے تھے:

موصوف کا یہ منفی تاثر قائم کرنا درست نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو منہ نہیں لگاتے تھے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شائد آپ علیہ السلام حضرت وحشی سے نفرت کرتے تھے کیونکہ اگر ایسا ہی ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دعوت اسلام ہی نہ دیتے۔

پھر کوئی کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو کلمہ پڑھ لینے کے بعد اس کے سابقہ گناہ (وہ بھی جو معاف ہو چکا ہو) کی وجہ سے اس سے نفرت کرنا تو عام مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے۔ نبوت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہستی کا مقام تو اس سے ویسے ہی وراء الوراء ہے، یہ اس لئے بھی ہے کہ آپ یہ خود فرما چکے کہ:

الاسلام یھدم ما کان قبلہ

''اسلام ماقبل کے گناہ مٹا دیتا ہے۔''

(مسلم، حدیث ۱۲۱، مشکوٰۃ، حدیث نمبر ۲۴)

بلکہ یہاں تو اسلام کی خیر وخوبی کا یہ عالم ہے کہ سو بندوں کا قاتل ولیوں کی بستی کی طرف چل پڑے اور پہنچے بغیر راستے میں ہی مر جائے تو رب تعالیٰ اس کی بھی مغفرت فرما دیتا ہے تو پھر ان خوش بختوں کی عظمت کا کون اندازہ لگائے جو امام الانبیاء علیہ السلام کی زیارت وصحبت سے مشرف ہوئے ہوں۔

بفرض محال اگر ایسی نفرت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پڑھا گیا کلمہ قبول ہی نہ فرماتے۔ حالانکہ بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ان

کا اسلام لانا قبول فرمایا ہے بلکہ انہیں جہاد جیسی نیکی کمانے کا خود حکم بھی دیا ہے۔
بحوالہ طبرانی فتح الباری میں ہے:

فقال یاوحشی! اخرج فقاتل فی سبییل اللہ کما کنت تصد عن سبیل اللہ

''اے وحشی! جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جیسے تم راہ خدا سے روکنے کے لئے لڑا کرتے تھے۔'' (فتح الباری ج ۷، ص ۴۷۱)

بلاشبہ اس فرمان نبوی کی برکت تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے وقت کے سب سے بڑے کافر اور جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا تھا۔
(ج ۷، ص ۴۷۱، نعمۃ الباری ج ۷، ص ۵۰۰)

بلکہ آپ کے یہ الفاظ تو بخاری کی اسی زیر بحث حدیث میں بھی ہیں کہ:

قلت لاخرجن الی مسیلمۃ لعلی اقتلہ فاکافی بہ حمزۃ

''میں نے کہا: میں مسیلمہ کی طرف نکلوں گا، شائد کہ میں اس کو واصل جہنم کر کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا کفارہ ادا کر سکوں۔'' (بخاری حدیث نمبر ۴۰۷۲)

اُس کافر اعظم کو قتل کرنے کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے:

فقتلت خیر الناس وشر الناس

''(جب میں حالت کفر میں تھا تو) میں نے لوگوں میں سے بہترین شخص کو شہید کیا تھا اور (جب میں حالت اسلام میں آیا تو) سب سے بدترین شخص کو (بھی) میں نے ہی قتل کیا۔'' (فتح الباری ج ۷، ص ۴۷۱)

یونہی جو رومیوں کے خلاف سب سے بڑا اور فتح کن معرکہ ہوا تھا جسے جنگ یرموک کہا جاتا ہے۔ آپ اس میں بھی شریک تھے۔ (نزہۃ القاری ج ۴، ص ۷۷۱)

جواب نمبر ۲:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے سے خود منع فرمایا ہے:

بعض روایات میں صراحتاً موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے اور ان کے درپے ہونے سے خود منع فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:

''حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جب مدینہ پاک آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا:

یارسول اللہ! یہ وحشی ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دعوہ فلاسلام رجل واحد احب الی من قتل الف کافر

اس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ ایک شخص کا اسلام قبول کرنا، میرے نزدیک ہزار کافر کو قتل کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔'' (فتح الباری ج ۷، ص ۴۰۷، الروض الانف ج ۳، ص ۱۶۳، نعمۃ الباری ج ۷، ص ۲۰۶)

فرمان نبوی ''دعوہ'' (اس کو چھوڑ دو) یہ ایسے ہی ہے جیسے آپ نے ایک دوسرے مقام پہ فرمایا ہے:

دعوالی اصحابی

''تم میرے لئے میرے صحابہ کو چھوڑ دو۔''

(مسند احمد حدیث نمبر ۱۳۷۲۶)

سو جس طرح دیگر صحابہ کو برا کہنے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے اسی طرح حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو بھی برا کہنے سے منع فرمایا ہے۔

جواب نمبر ۳:

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی تسلی ودلجوئی کے لئے قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں:

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں کہ جن کی تسلی ودلجوئی کے لئے قرآنی آیات نازل ہوئیں ہیں جیسا کہ مفسرین کی ایک رائے کے مطابق درج ذیل آیت کریمہ آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۞

''تم فرماؤ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔'' (ترجمہ کنز الایمان، الزمر: ۵۳)

حوالاجات ملاحظہ ہوں:

(تفسیر مدارک ج ۳، ص ۱۸۷، تفسیر روح المعانی جزء ۲۳، ج ۱۲، ص ۲۳، تفسیر کبیر ج ۶، ص ۴۶۵، تفسیر ماوردی ج ۵، ص ۱۳۱ وغیرہ)

بلکہ تفاسیر کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی تشفی ودلجوئی کے لئے اور آیات بھی نازل فرمائی ہیں۔ اس بابت اک دلنشین روایت ملاحظہ ہو:

تفسیر قرطبی وغیرہ میں ہے کہ:

''قل یا عبادی الذین اسرفوا''...... آیت کا سبب نزول وہ

روایت ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کی طرف دعوتِ اسلام کا پیغام بھیجا تو وحشی نے جواب میں کہا کہ:

آپ مجھ کو اپنے دین کی کس طرح دعوت دیتے ہیں حالانکہ آپ کا اعتقاد تو یہ ہے کہ جس کسی نے قتل کیا یا شرک کیا یا زنا کیا تو اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا (جس کی وجہ سے) اسے کئی گنا عذاب دیا جائے گا؟

اور میں تو ان سب گناہوں کا ارتکاب کر چکا ہوں۔ تو رب تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ﴿۶۰﴾

''مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کیے تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور انہیں کچھ نقصان نہ دیا جائے گا۔'' (ترجمہ کنز الایمان۔ مریم: ۶۰)

(یہ سن کر) حضرت وحشی نے کہا یہ ایسی سخت شرط ہے شائد میں اس پہ قدرت نہ رکھ پاؤں تو کیا اس کے علاوہ کوئی اور ہے؟ تو رب تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

''بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا گناہ کا طوفان

باندھا۔'' (النساء:۴۸)

'(یہ سن کر) حضرت وحشی نے کہا:

''میں (اب بھی) اس فکر میں مبتلاء رہتا ہوں کہ نامعلوم میری بخشش ہو یا نہ ہو۔''

تو (اس کے بعد) رب تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی:

''قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لاتقنطوا من رحمة الله''

(یہ سن کر) حضرت وحشی نے کہا:

''ہاں! میں اس شرط کو مشکل نہیں دیکھتا تو پھر آپ مسلمان ہو گئے۔ (تفسیر قرطبی ج۱۵،ص ۲۳۵، تفسیر بغوی ج ۴،ص ۲۲، تفسیر روح البیان، ج ۸،ص ۱۶۹، تفسیر جمل ج ۶،ص ۳۹ ۴، تفسیر صاوی ج ۵،ص ۱۸۰۲، مع لباب النزول، تفسیر مظہری ج ۶، ص ۱۷۷، وغیرہا)

''ایسے جلیل القدر صحابی کہ جن کو دعوت اسلام خود مصطفیٰ کریم ﷺ دیں اور ان کے حق میں قرآنی آیات نازل ہوں، ان پہ کوئی سیاہ بخت ہی طعن کرسکتا ہے۔ کسی مسلمان کو یہ زیبا نہیں کہ ایسی حرکت کرے۔''

جواب نمبر ۶:

''فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَغِيْبَ وَجْهَكَ عَنِّيْ'' فرمانِ نبوی کی حکمت:

جہاں تک فرمان نبوی ''فهل تستطيع ان غيب عني وجهك

''اور'' غیب وجھك غنی '' جیسے فرامین کا تعلق ہے تو یہ نفرت کی وجہ سے نہیں تھے جیسا کہ موصوف قاری نے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے، بلکہ گزشتہ جوابات کے پیش نظر اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ بھی حضرت وحشی رضی اللہ عنہ پر رحمت نبوی کی ایک صورت ہے۔ گویا یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے دین وایمان کی حفاظت فرمادی، اس لئے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے جسم مبارک کا مثلہ تک کر دیا گیا تھا تو یہ ایک فطری عمل ہے کہ اگر کسی پیارے کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا ہو تو بتقضائے بشریت ایسا کرنے والے کے بارے دل میں کوئی ملال آسکتا ہے۔

پھر یہاں تو معاملہ ہی بڑا نازک ہے کہ اگر کسی کے بارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اقدس میں کوئی ایسا خیال آجائے تو سامنے والے بندے کے ایمان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے تو گویا سرکار علیہ السلام نے انہیں یہ فرما کر ان کے دین وایمان کی حفاظت فرمادی۔

یہی وجہ ہے کہ اس فرمان نبوی کے بعد وصال نبوی تک حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سرکار علیہ السلام کے سامنے نہیں آئے۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۷، ص ۴۷۰)

جواب نمبر ۵:

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا صحابی اور جنتی ہونا جب موصوف کو خود بھی تسلیم ہے تو پھر طعن کس بنیاد پر؟

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا جنتی اور صحابی ہونا جب خود موصوف کو بھی تسلیم ہے تو پھر ان پر طعن کس منہ سے کرتے ہیں؟ آپ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' موصوف خود بھی کئی بار لکھ چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔''
(مناقب زہرہ ص ۲۲)

اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۲ اور ۲۰۳ پر بھی لکھا:

''بلکہ استفہام تقریر کے طور پر آپ کے مسلمان اور ''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ'' میں بھی شامل ہونے کو خود تسلیم کیا، ملاحظہ ہو۔

''کیا حضرت وحشی مسلمان نہیں تھے؟ کیا ان پر الاسلام یجب ماقبلہ (اسلام اپنے ماقبل کو مٹا دیتا ہے) کا اطلاق نہیں ہوتا تھا؟ کیا وہ ''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ'' میں شامل نہیں تھے؟'' (مناقب زہرہ ص ۲۰۳)

پھر اگلی سطر میں لکھا:

''پھر یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ ان سے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قتل حالت کفر میں ہوا اور اسلام قبول کرنے پر ان کا وہ گنا مٹ گیا۔'' (مناقب زہرہ ص ۲۰۳)

ہم کہتے ہیں جب تم نے خود حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا مسلمان اور ہونا صحابی اور ''کلا وعد اللہ الحسنی'' میں شامل مان لیا تو اب اُن پر طعن و تشنیع کس منہ سے کرتے ہو؟ کیا کسی صحابی اور جنتی شخصیت کے بارے میں بدعقیدگی و بدلفظی استعمال کرنا مناسب ہے جو تم نے کی؟

ع

یہ خوف خدا بھی نہیں وہ شرم نبی بھی نہیں

جواب نمبر ٦:

لو آپ اپنے جال میں صیاد آ گیا:

موصوف نے ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی

تھی کہ فتح مکہ کے بعد والے صحابہ "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں شامل نہیں ہیں۔ مگر خدا کی کرنی دیکھئے کہ اس مقام پہ خود تسلیم کر گئے کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ بھی "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں شامل ہیں۔ حالانکہ آپ بھی فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے ہیں، موصوف خود لکھتے ہیں:

"یاد رہے کہ وحشی بھی فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے تھا۔"

(الاحادیث الموضوعہ ص ۹۶)

دروغ گورا حافظہ نباشد

بہر حال کچھ بھی کہیں موصوف کے اس اعتراف نے ان کے اس دعویٰ کہ "فتح مکہ کے بعد والے صحابہ "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں داخل نہیں" کو ایکدم توڑ کے رکھ دیا ہے۔ کیونکہ یہ طے شدہ قانون ہے کہ:

"اثبات جزی سلب کلی کے دعوے کو توڑ دیتی ہے۔" اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جب تم نے فتح مکہ والے صحابہ میں سے ایک صحابی کو وعدۂ حسنیٰ میں شامل مان لیا تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت فتح مکہ والے باقی صحابہ کے بھی اس وعدۂ حسنیٰ میں شمولیت کے مانع کوئی چیز نہ رہی۔"

جواب نمبر ۷:

اہلسنّت کے نزدیک دیگر صحابہ کی طرح حضرت وحشی رضی اللہ عنہ پر بھی طعن وتشنیع کرنے والا رافضی ہوتا ہے:

یاد رکھیں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ پر تبرا کا قائل اور طعن وتشنیع کا عامل رافضی ہوتا ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی

اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اخبث الناس مسیلمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خیر الناس و شرالناس کو قتل کیا، ان (صحابہ) میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی ہے اگرچہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی توہین کی مثل نہیں۔"

(بہار شریعت حصہ ۱ ص ۲۵۳)

صحابیت کوئی ایسا لائسنس نہیں ہے کہ آدمی جو چاہے کرتا پھرے اور اس کا مواخذہ حساب نہ ہو (قاری ظہور):

موصوف بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ لکھتے ہیں:

"یاد رہے کہ وحشی بھی فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے تھا۔ لہٰذا اس کا شمار طلقاء میں ہوتا ہے۔ جبکہ عندالمحدثین اسے صحابی سمجھا جاتا ہے اور بلاشبہ صحابیت ایک رتبہ عظمیٰ تو ہے لیکن ایسا لائسنس نہیں کہ آدمی جو چاہے کرتا رہے اس سے کوئی مواخذہ ہوگا اور نہ ہی کوئی حساب۔" (الاحادیث الموضوعہ ص ۹۶)

جواب:

جس خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں مؤاخذہ و حساب ہے وہ خود ہی سب صحابہ کو جنتی قرار دے چکا ہے:

قارئین کرام!

مسئلہ کی وضاحت اپنی جگہ مگر آپ ملاحظہ کریں کہ بدبخت کے قلم میں ترشی و خشکی کس گھٹیا درجے کی ہے:

علامہ غلام حسین صاحب قادری صاحب، موصوف کی اس یادہ گوئی کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کیا یہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ بالفرض اگر کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا کوئی گناہ ثابت ہو تو اس وجہ سے ان پر طعن و تشنیع کی جائے، یہاں تو آپ نے صرف تہمتیں ہی لگائی ہیں۔ ضعیف اور منقطع اسانید سے اقوال ضعیفہ مردودہ ذکر کیئے ہیں۔ اگر مواخذہ ہوگا تو یہ مواخذہ کیا آپ کریں گے؟ یا ان کا رب عزوجل؟ اگر فیصلہ ان کا رب کرے گا تو سنیں ان کا رب کیا ارشاد فرماتا ہے۔''

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰ (الحدید:۱۰)

''اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے، تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتحِ مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا، اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔'' (الصوارم الحیدریہ ص ۱۶۹)

فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کی شان میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی۔ (قاری ظہور)

موصوف ایک جاہلانہ بھونگی ہانکتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میرے سرسری مطالعہ کے مطابق ان ڈھائی سالوں میں (بقولہ فتح مکہ کے بعد سے لے کر وصال نبوی تک، راقم) اس خاندان (یعنی خاندان امیر معاویہ) کے علاوہ دو ہزار سے زائد طلقاء میں سے کسی کی بھی شان میں زبان نبوی سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں۔'' (الاحادیث الموضوعہ ص ۲۵)

جواب:

بالفرض تسلیم اگر ان کی شان میں کوئی صحیح حدیث نہ بھی ہوتی تو ان کی عظمت کے لئے یہی کافی تھا کہ وہ مقام صحابیت پہ فائز ہیں:

محسوس ہوتا ہے موصوف کو رافضیت کا ہیضہ کچھ زیادہ ہی اثر انداز ہو چکا ہے کہ جو بھی من میں آتا ہے لکھے جاتے ہیں۔ بندہ اس جہل مرکب سے پوچھے کہ کیا فضیلت وشان صحیح حدیث سے کم درجہ کی کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوسکتی؟

اگر ہوسکتی ہے تو پھر ''صحیح'' کی قید کیوں؟

اگر نہیں ہوسکتی تو پھر مسلماتِ اہلسنت کی روشنی میں کوئی دلیل صحیح پیش کریں۔ہم کہتے ہیں بالفرض اگر ان کی شان میں صحیح تو صحیح کوئی ضعیف حدیث بھی نہ ہوتی تو بھی ان کی عظمت وشان کے لئے یہی کافی تھا کہ وہ مقامِ صحابیت پر فائز ہیں اور ''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ'' جیسے انعامات سے نوازے گئے ہیں۔

احادیث میں لفظ اصحابی جہاں بھی آیا ہے اس سے فقط ''سابقون

اولون صحابہ'' مراد ہیں نہ کہ ان کے بعد والے بھی (قاری ظہور):

چونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بالعموم جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے دیگر دلائل کے ساتھ ساتھ اس حدیث ''ستکون لاصحابی بعدی زلة'' سے بھی استدلال کیا تھا تو یہ بات موصوف قاری کی طبیعت پہ بہت ناگوار گزری، وہ اعلیٰ حضرت کے اس استدلال کی تردید کرنے کی ناکام کوشش میں لکھتے ہیں:

> فاضل بریلوی نے مذکور الصدر حدیث (اذا ذکر اصحابی فامسکوا) اور درج ذیل حدیث کو معاویہ کے دفاع میں نقل کیا ہے۔ کیونکہ سوال فقط معاویہ کے متعلق تھا، لیکن ان کا یہ استدلال بہت سی احادیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ احادیث مبارکہ میں جہاں بھی لفظ ''اصحابی'' سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فضیلت، تنبیہ یا نصیحت فرمائی ہے۔ وہاں طلقاء مراد نہیں بلکہ سابقون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔'' (صلح الامام الحسن ص ۳۰۷)

ایک اور جگہ کہا:

> اصحابی کے اصل مصداق کون؟

یاد رکھنا چاہئے کہ ہر وہ حدیث جس میں امر یا نہی لفظ ''اصحابی'' سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس کے اولین مخاطب وہ لوگ ہیں جو صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ مثلاً ''احفظوا فی اصحابی'' کے الفاظ بعض ضعیف احادیث میں آئے ہیں یا ''لاتسبوا اصحابی'' کے سے جو بعض صحیح احادیث منقول ہیں۔ ان میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خیال رکھنے کا حکم ہے۔ وہ السابقون الاولون اور مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ وہ حضرات ہیں جو حدیبیہ کی صلح سے قبل مشکل وقت میں مشرف باسلام ہوئے اور جو لوگ ان کے بعد مسلمان ہوئے وہ ایسی تمام

احادیث پر عمل کرنے کے پابند ہیں اور پوری امت کی طرح وہ قدیم صحابہ کی تعظیم وتوقیر اور ان کی اتباع کے مکلف ہیں۔" (الاحادیث الموضوعہ ص ۱۶۴)

ایک اور مقام پہ لکھا:

لاتسبوا اصحابی

"میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔"

اس ممانعت کے اولین مخاطب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو بعد میں مسلمان ہوئے تھے اور چونکہ وہ ابھی غیر تربیت یافتہ تھے۔ اس لئے ان سے افراط و تفریط ہو جاتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مقابلہ میں سابقین اولین حضرات کو "اصحابی" (میرے صحابہ) فرمایا ہے۔"

(شرح خصائص علی ص ۴۹۱)

ان تمام عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ اصحابی جہاں کہیں بھی آیا ہے۔ اس سے صرف اور صرف سابقون اولون صحابہ مراد ہیں، نہ کہ ان کے بعد والے۔

جواب نمبر ا:

موصوف کا "اَصْحَابِی" سے غیر سابقین صحابہ کو مستثنیٰ قرار دینا قطعاً درست نہیں۔ کیونکہ یہ لفظ تمام صحابہ کو شامل ہے:

موصوف نے یہاں پر بھی حسب عادت خیانت، دھوکہ دہی اور کتمان حق سے کام لیا ہے۔ اس لئے کہ یہ ہرگز کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ لفظ "اصحابی" سے صرف اور صرف سابقون اولون صحابہ مراد ہیں۔ ان کے بعد والے صحابہ مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایسی احادیث سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (عام ازیں کہ سابقون اولون ہوں یا ان کے بعد والے) مراد لئے گئے ہیں۔ اس پہ تصریحات

ملاحظہ ہوں، حضرت امام عینی و امام کرمانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قوله "لاتسبوا اصحابی" خطاب لغير الصحابة من المسلمين المفروضين فی العقل. جعل من سيوجد كالموجود ووجودهم المترقب كالحاضر

"یہ خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوا ان تمام مسلمانوں کو ہے جنہیں عقلی طور پر فرض مانا گیا، اور عنقریب پائے جانے والوں کو موجود کی طرح اور ان کے وجود منتظر کو حاضر کی طرح قرار دیا گیا۔" (عمدة القاری ج۱۶، ص۲۶۱)

اس کو سابقین کے ساتھ خاص قرار دینے والوں کی تردید میں تفسیر روح المعانی میں فرمایا گیا ہے:

بانه على هذا لايختص بالسابقين الاولين كما اشار فی الكشاف اليه. وهو مبنی على الخطاب فی "لاتسبوا" ليس للحاضرين ولا للموجودين فی عصره ﷺ بل لكل من يصلح للخطاب كما فی قوله تعالىٰ ولو ترى اذ وقفوا الآية

"بلاشبہ اس بنیاد پر یہ سابقین اولین کے ساتھ خاص نہیں ہوگا جیسا کہ کشاف میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ اس پر مبنی ہے کہ "لاتسبوا" میں جو خطاب ہے یہ نبی کریم ﷺ کے ظاہری زمانہ میں حاضر اور موجود لوگوں ہی کے لئے نہ ہو، بلکہ ہر اس کے لئے ہو جو بھی اس کی صلاحیت رکھے۔ جیسا کہ اس فرمان باری تعالیٰ میں ہے: ولو ترى اذ وقفوا "(اور کبھی تم دیکھو جب اپنے رب کے حضور کھڑے کئے

جائیں گے)۔" (تفسیر روح المعانی ج ۱۴، ص ۲۶۵)

حضرت امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس پر اپنا اور فیصلہ کن موقف دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

واقول: شاع الاستدلال بهذا الحديث على فضل الصحابة مطلقاً بناء على ماقالوا: ان اضافة الجمع تفيد الاستغراق وعليه صاحب الكشف

"اور میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے ذریعے مطلقاً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت پر استدلال کرنا مشہور و معروف ہے۔ اس قاعدے کی بنا پر جو علماء نے بیان کیا ہے کہ: جمع کی اضافت استغراق کا فائدہ دیتی ہے۔ صاحب کشف اسی کے قائل ہیں۔" (بمرجع سابق)

حضرت امام ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

يمكن ان يكون الخطاب للامة الاعم من الصحابة حيث علم بنوره النبوة ان مثل هذا يقع في اهل البدعة فنهاهم بهذه السنة

"یہ ممکن ہے کہ یہ خطاب صحابہ کی نسبت عموماً تمام امت کے لئے ہو اس حیثیت سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نور نبوت سے یہ جان لیا ہو کہ اس طرح کی قباحتیں اہل بدعت میں واقع ہوں گی تو آپ علیہ السلام نے اس انداز سے انہیں اس سے منع فرما دیا۔" (مرقاۃ شرح مشکوۃ، ج ۱۱، ص ۱۵۲)

پھر اگلے صفحہ پر جا کر فرمایا:

لكن يعلم نهي سب غير الصحابي للصحابي من

باب الاولیٰ

"لیکن اس سے غیر صحابی کے کسی صحابی کو برا کہنے کی ممانعت بدرجہ اولیٰ معلوم ہوتی ہے۔" (ایضاً ص ۱۵۳)

موصوف قاری ظہور کے استاد شارح صحیحین مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"اس حدیث میں صحابہ کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ مسلمان کو گالی دینا حرام اور اس پر لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور جتنے بڑے مرتبہ کے مسلمان کو گالی دی جائے گی۔ اتنا زیادہ بڑا گناہ ہوگا۔" ......اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین انبیاء اور رسل کے بعد روئے زمین پر سب سے افضل بشر ہیں اور ان کا قرن خیرالقرون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جنگیں ہوں گی اور اختلافات ہوں گے اور بعد کے لوگ ان کی جنگوں اور اختلافات کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک فریق پر طعن کریں گے اور اس کی مذمت کریں گے اور اس پر لعنت کریں گے تو آپ نے اس کا سدِ باب کرنے کے لئے انہیں پہلے ہی صحابہ کو برا کہنے سے منع فرما دیا۔ سو بعد کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ صحابہ کے مشاجرات اور تنازعات میں نہ پڑیں اور ان میں سے کسی فریق کو برا نہ کہیں اور ان کی نیکیوں اور اسلام کے لئے کی خدمات کا ذکر کریں اور ان کی باہمی جنگوں میں ان کی مناسب تاویل کریں اور سوائے خیر کے ان کا ذکر نہ کریں۔"

(نعمۃ الباری شرح بخاری ج ۶، ص ۷۲۳)

قارئین کرام!

یہ تو تھیں وہ تصریحات جن میں "اصحابی" میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مراد لیا گیا۔ اب آیئے ہم موصوف کے دعویٰ کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے کے لئے ایک اور حوالہ ملاحظہ کرتے ہیں۔

موصوف کے بھی مسلم امام علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث نبوی "اکرموا اصحابی" (میرے صحابہ کی عزت کرو) کی شرح میں فرماتے ہیں:

اکرموا اصحابی ای السابقین والاحقین احیاء و امواتًا

"میرے صحابہ کی عزت کرو یعنی تمام سابقین و لاحقین کی، وہ ظاہری حیات میں ہوں پھر بھی وصال کر جائیں پھر بھی۔"

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۱۱، ص۱۵۸)

ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ:

۱۔ "لاتسبوا" کا خطاب صحابہ وغیر صحابہ سب کو ہے۔

۲۔ "اصحابی" سے صرف سابقون اولون ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ان کے بعد والے بھی جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔

جواب نمبر ۲:

"لاتسبوا اصحابی" کا مورد خاص ہونے کے باوجود یہ جمیع صحابہ کو شامل ہے:

یہ بات بھی یاد رہے کہ "لاتسبوا اصحابی" کا مورد اگرچہ خاص ہے لیکن اس کی مراد عام ہے یعنی "اصحابی" کے تحت تمام صحابہ شامل ہیں، وہ اس طرح کہ کسی موقع پر حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمان بن

عوف رضی اللہ عنہما کے مابین کچھ تکرار ہو گئی۔ جس وجہ سے حضرت خالد نے حضرت عبدالرحمان کو کوئی برا کلمہ کہہ دیا تو اس موقع پر سرکار علیہ السلام نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔ (خلاصہ روائیت صحیح مسلم، حدیث ۶۴۸۸)

اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ:

خصوص السبب لاینافی عموم اللفظ

''سبب کا خاص ہونا لفظ کے عموم کے منافی نہیں ہوتا۔''

(روح البیان ج ۸، ص ۱۶۹، صاوی ج ۵، ص ۱۸۰۲)

اسی لئے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واشگاف الفاظ میں لکھا ہے کہ:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا مورد خاص ہے، لیکن اس کا حکم سب کے لئے عام ہے۔ یعنی کوئی شخص میرے اصحاب کو برا نہ کہے خواہ برا کہنے والا میرے اصحاب میں سے ہو یا بعد کے لوگوں میں سے۔''

(نعمۃ الباری شرح بخاری ج ۶، ص ۷۴۲)

یہی وجہ ہے کہ جن ائمہ کرام (جیسے ابن حجر عسقلانی وغیرہ) نے اس سے مخصوص صحابہ مراد لئے ہیں۔ ان کے پیش نظر بھی یہ مورد خاص تھا، لیکن باوجود اس کے انہوں نے بھی دوسرے صحابہ کو ''اصحابی'' سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا، مثلاً حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ فرمایا ہے:

فیه اشعار بان المراد اولاً ''اصحابی'' اصحاب مخصوص

''یعنی اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اصحابی سے اولاً مخصوص صحابہ مراد ہے۔''

تو ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا ہے کہ:

ومع ذلك فنهي بعض من ادرك النبي ﷺ وخاطبه بذلك عن سب من سبقه يقتضي زجر من لم يدرك النبي ﷺ ولم يخاطبه عن سبّ من سبقه من باب الاولىٰ

''باوجود اس کے کہ جب ان بعض کو منع کیا گیا کہ جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری زمانہ پایا اورآپ نے ان سے یہ خطاب فرمایا کہ وہ سابقین کو برا نہ کہیں تو یہ (اسلوب) تقاضا کرتا ہے کہ ان لوگوں کو بدرجہ اولیٰ سابقین کو برا کہنے سے زجرو توبیخ کی جائے جنھوں نے نہ تو زمانہ نبوی پایا اور نہ ہی (بلاواسطہ) ان سے یہ خطاب ہوا۔'' (فتح الباری ج ۷، ص ۴۲-۴۱)

ثابت ہوا کہ اس سے اولاً مراد تو سابقین ہیں مگر ان کی اتباع میں ثانیاً ان کے بعد والے صحابہ بھی مراد ہیں۔

موصوف نے فتح الباری سے اپنے مقصد کا حصہ شرح خصائص علی ص ۹۲م میں نقل کر دیا۔ مگر اس وضاحت کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔

یونہی مرقات سے یہ وضاحت ہم نقل کر چکے ہیں کہ وہ بھی سابقین صحابہ کے ساتھ ساتھ دیگر تمام صحابہ کو بھی مراد لیتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ اولاً یہ وضاحت خود کر چکے ہیں کہ:

لاتسبوا اصحابي... فالمراد باصحابي اصحاب مخصوصون وهم سابقون

''یعنی اس حدیث میں ''اصحابی'' سے مراد مخصوص یعنی سابقین صحابہ مراد ہیں۔'' (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱۱، ص ۱۵۸)

اور تو اور ہمارے دلیل بنائے گئے قاعدے کو موصوف نے خود بھی تسلیم کیا ہے۔اس کی عبارت ملاحظہ ہو:

''ہر چند کہ یہ آیت (سیجعل لھم الرحمٰن ودا) تمام مومنین کے لئے عام ہے لیکن شانِ نزول کے لحاظ سے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مخصوص محبت کا ہونا بھی مسلم ہے۔''

(تفسیر غریب القرآن ص ۲۴۶)

ان تصریحات سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ مخصوص یعنی سابقین صحابہ کا مراد ہونا اس حدیث سے ہے نہ یہ کہ جہاں پر بھی ''اصحابی'' کا لفظ آئے گا وہاں صرف یہی مخصوص صحابہ مراد ہوں گے۔

جواب نمبر ۳:

فتح الباری سے پیدا ہونے والے ایک اشکال کا حل:

موصوف قاری نے ''شرح خصائص علی'' میں ایک عبارت نقل کی جس سے ظاہراً یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ شائد ''لاتسبوا''. کا خطاب غیر صحابہ کے لئے ثابت کرنا غلط ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں جس کی وجہ ہماری نقل کردہ تصریحات ہیں۔مزید آگے بھی آپ پڑھیں گے۔

فتح الباری کی وہ عبارت یہ ہے:

''اس حدیث میں لطیف رمز ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''اصحابی'' (میرے صحابہ) سے مراد مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔اگر یہ مراد نہ ہوتو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کا کیا معنیٰ؟ اور جس شخص نے کہا: یہ خطاب غیر صحابہ کو ہے وہ اس معنیٰ سے غافل ہے۔

(شرح خصائص علی ص ۹۱ ۴، بحوالہ فتح الباری ج ۷، ص ۳۸۶)

ہمارا بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ اس کے مخاطب صرف غیر صحابہ ہیں۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں اصحابی سے مراد تمام صحابہ ہیں۔ البتہ ''لاتسبوا'' کا خطاب صحابہ وغیر صحابہ سب کو ہے۔ علامہ بدرالدین عینی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولا يبعد ان يكون الخطاب لغير الصحابة كما قاله الكرماني ويدخل فيه خالد ايضا لانه ممن سب على تقدير ان يكون خالد اذا ذاك صحابيا. والدعوى بأنه كان من الصحابة الموجودين اذ ذاك بالاتفاق يحتاج الى دليل ولا يظهر الا من التاريخ

''یہ بھی بعید نہیں ہے کہ یہ خطاب غیر صحابہ کو (بھی) ہو، جیسا کہ امام کرمانی نے فرمایا اور حضرت خالد بھی اس میں داخل ہوں کیونکہ یہ فعل آپ سے بھی سرزد ہوا ہے، اس تقدیر پر کہ آپ اس وقت صحابی ہوں، اور یہ دعویٰ کرنا کہ بالاتفاق وہ اس خطاب کے وقت موجود صحابہ کرام میں سے تھے۔ یہ دلیل کا محتاج ہے اور یہ دلیل تاریخ سے ہی ظاہر ہو سکتی ہے۔''

(عمدۃ القاری ج ۱۶، ص ۲۶۰)

اس تصریح سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ فتح الباری میں صرف ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جو صرف غیر صحابہ کو خطاب کے قائل ہیں، نہ کہ ان کا جو صحابہ وغیر صحابہ سب کو خطاب کے قائل ہیں۔

جواب نمبر ۴:

موصوف کا یہ انداز استدلال فقہاء احناف کے نزدیک وجوہِ فاسدہ میں شمار ہوتا ہے:

اگر غور کیا جائے تو موصوف کا یہ انداز استدلال فقہاء احناف کے نزدیک وجوہ فاسدہ (یعنی مردود استدلال) سے شمار ہوتا ہے اس لئے کہ یہ کہنا:

احادیث مبارک میں جہاں بھی لفظ ''اصحابی'' سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فضیلت، تنبیہ یا نصیحت فرمائی ہے۔ وہاں طلقاء مراد نہیں بلکہ سابقون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔''
(صلح الامام الحسن ص ۳۰۷)

درحقیقت یہ اس استدلال سے ماخوذ ہے:

"الکلام المذکور للمدح او الذم لاعموم له وان کان اللفظ عاما

''وہ کلام جو مدح یا ذم کے لئے ذکر کیا گیا ہو اس کے لئے عموم نہیں ہوتا۔ اگر چہ لفظ عام ہی کیوں نہ ہو۔'' (نور الانوار ص ۱۶۳)

اور اس استدلال کو ہمارے ائمہ احناف نے فاسد قرار دیا ہے۔ رئیس الاصولیین امام ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس استدلال کے بارے فرماتے ہیں:

وعندنا ھذا فاسد

''اور یہ استدلال ہمارے نزدیک فاسد ہے۔''

(منار مع شرح افاضۃ الانوار ونسمات الاسحار ص ۱۶۰، ونور الانوار ص ۱۳،)

اس استدلال کے بارے حضرت امام ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے:

هذا هو الوجه السادس من الوجوه الفاسدة

''وجوہ فاسدہ میں سے یہ چھٹی وجہ ہے۔'' (نور الانوار ص ۱۶۳)

حضرت امام علاء الدین حصنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس کے فاسد ہونے پر دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

لعدم التنافی فلا يختص العام عندنا

''تنافی نہ ہونے کی وجہ سے پس ہمارے نزدیک (ایسا) عام خاص نہیں ہوگا۔'' (افاضۃ الانوار ص ۱۶۱)

اس کی شرح کرتے ہوئے امام الفقہاء حضرت ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای بین دلالته علی العموم بصیغته و بین دلالته علی المدح او الذم

یعنی صیغہ عام کے اپنے عموم پر دلالت کرنے اور مدح یا ذم پر دلالت کرنے کے درمیان (تنافی و تضاد نہ ہونے کی وجہ سے) (نسمات الاسحار ص ۱۶۱)

یونہی صاحب نور الانوار فرماتے ہیں:

''وعندنا فاسد'' لان اللفظ دال علی العموم فلا ينافيه دلالته علی المدح او الذم ايضاً

''اور ہمارے نزدیک یہ استدلال فاسد ہے اس لئے کہ لفظ کا عموم پر دلالت کرنا اس کے مدح یا ذم پر بھی دلالت کرنے کے منافی نہیں ہے۔'' (نور الانوار ص ۱۶۳)

نتیجہ یہ ہے کہ کسی بھی لفظ کا اپنے عموم پر دلالت کرنا اس کے مدح پر دلالت کرنے کے مخالف و منافی نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی تمام احادیث کو ''السابقون

"الاولون" کے ساتھ خاص جاننا نری جہالت اور مخالفت احناف ہے۔

جواب نمبر ۵:

وجہ فاسد کے حقیقی قائلین بھی اس فساد کے مرتکب و قائل نہیں ہیں کہ جس کے موصوف ہیں:

یاد رہے زیر بحث وجہ فاسد کے جو لوگ حقیقی قائل ہیں (جیسا کہ بعض شوافع) وہ بھی اس خرابی و فساد کے مرتکب و قائل نہیں ہیں۔ جیسا کہ موصوف ہیں۔ کیونکہ اس کے قائلین کے نزدیک بھی معاملہ یہ ہے کہ جن لوگوں کے لئے وہ کلمہ مدح آیا ہے۔ اس مدح ووصف میں صرف اور صرف وہی متعلقہ افراد مراد ہو سکتے ہیں۔ ہاں اس وصف کے مالک دوسرے افراد کو اگر اس مدح میں شامل کرنا ہو تو کسی اور نص یا پھر اُن پر قیاس کرتے ہوئے شامل کیا جائے گا۔

ملاحظہ ہو اسی کی وضاحت کرتے ہوئے نور الانوار میں فرمایا:

فلا یکون عند هم قوله تعالیٰ ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم مما یستدل به علی حال کل برو فاجر بل علی من نزل فی حقهم و الباقی یقاس علیهم او یثبت بنص آخر

"بے شک ابرار جنت میں ہوں گے اور فجار دوزخ میں ہوں گے۔ ان دلائل میں سے نہیں ہے کہ جس کے ذریعے ہر نیک اور بد کی حالت پر استدلال کیا جائے۔ بلکہ اس کے ذریعے صرف ان کی حالت پر استدلال کیا جائے گا۔ جن کے حق میں یہ نازل ہوئی (ہاں) باقیوں کو

(اس حکم میں شامل کرنے کے لئے) یا تو ان پر قیاس کیا جائے گا یا پھر کسی اور نص کے ذریعے ثابت کیا جائے گا۔"

(نور الانوار ص ۱۶۳)

ہم کہتے اولاً تو ہمارے نزدیک یہ استدلال ہی معتبر نہ تھا اور اگر ایک لمحے کے لئے تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر اس فی نفسہ اس استدلال سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ السابقون الاولون صحابہ کرام کے لئے جو "اصحابی" کا کلمہ مدح استعمال ہوا، اس میں غیر سابقین صحابہ بھی شامل ہیں۔ وصف و علت جامع "ایمان" کی وجہ سے ان پر قیاس کی وجہ سے یا پھر قرآن وسنت کی دیگر بے شمار نصوص کی وجہ سے۔

مگر ادھر موصوف قاری صاحب جہالت و بغض صحابہ کے پستیوں میں اس قدر گر گئے ہیں کہ وہ ایک دم اس کے منکر ہیں کہ دوسرے صحابہ بھی "اصحابی" میں شامل ہوں۔

جواب نمبر ۶:

غیر سابقین صحابہ کا "اصحابی" میں شامل ہونا از قاعدۂ مسلمہ ظہور فیضی:

ہم کہتے ہیں غیر سابقین صحابہ بھی "اصحابی" کے عموم میں داخل ہیں جس کی ایک دلیل وہ قاعدہ بھی ہے جو موصوف نے نہ صرف تسلیم کیا بلکہ خود نقل بھی کیا، وہ قاعدہ یہ ہے:

"اہل علم کے نزدیک اصول یہ ہے کہ اگر کسی آیت میں حکم نہی، مدح یا ذم کا بیان ہو اور اس کی شان نزول معین ہو تو ایسے ہر حکم ہر نہی ہر مدح اور ہر ذم کا اطلاق اس شخص پر بھی ہو گا جس کے

بارے میں وہ آیت نازل ہوئی اور اس کے مانند دوسرے افراد پر بھی ہوگا۔" (اہل کساء کا مقام، حقائق واوہام ص ۱۲، ۱۳)

بفرض تسلیم اگر مان لیا جائے کہ "اصحابی" کا لفظ صرف سابقین صحابہ ہی کے لئے آیا ہے تو موصوف کا یہ مسلمہ اصول تقاضا کرتا ہے کہ دوسرے صحابہ بھی اس میں شامل ہوں، کیونکہ فرق مراتب کے باوجود وہ نفس ایمان و نفس صحابیت میں سابقین ہی کی مانند ہیں۔

حدیث "ستکون لاصحابی بعدی زلۃ یغفرھا اللہ لسابقتھم" انتہائی ضعیف اور ناقابل استدلال ہے (موصوف قاری):

ہم شروع میں اعلیٰ حضرت علیہ السلام کا وہ مکمل فتویٰ نقل کر چکے ہیں جس میں آپ نے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت میں درج ذیل حدیث بھی نقل کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ستکون لاصحابی بعدی زلۃ یغفرھا اللہ لسابقتھم ثم یاتی من بعدھم قوم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار

"قریب ہے کہ میرے بعد میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہو گی جسے اللہ بخش دے گا اس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں حاصل ہے پھر ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ ناک کے بل جہنم میں اوندھا کر دے گا۔"

(المعجم الاوسط حدیث نمبر ۳۲۴۳)

موصوف نے اس حدیث کو ناقابل استدلال ثابت کرنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر کلیتاً ناکام رہے۔ مثلاً لکھتے ہیں:

''اصل بات یہ ہے کہ پہلے تو یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے اور اس سے استدلال درست نہیں۔'' (صلح الامام الحسن ص ۳۰۸)

جواب: اس حدیث کو انتہائی ضعیف و نا قابل استدلال قرار دینا درست نہیں ہے:

موصوف کا اس حدیث کو ''انتہائی ضعیف اور نا قابل استدلال قرار دینا قطعاً درست نہیں ہے۔

اولاً اس لئے کہ موصوف اس کے انتہائی ضعیف اور نا قابل استدلال ہونے پہ کوئی وجہ بیان کرنے سے قاصر رہے۔ اب ایسا تو ہے نہیں کہ ان جیسے کسی نام نہاد ''ریسرچ اسکالر'' کے لکھ دینے سے کوئی بھی حدیث انتہائی ضعیف اور نا قابل استدلال قرار پا جائے۔

ثانیاً اس لئے کہ بفرض تسلیم اگر یہ ضعیف بھی ہوتی تو بھی اس مقام پہ یہ مقبول و معتبر تھی کیونکہ یہ مسلمہ ضابطہ ہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے۔

اور یہ بات موصوف کو بھی تسلیم ہے۔ خود لکھتے ہیں:

''ہر چند کہ فضائل میں ضعیف حدیث بھی قبول ہوتی ہے۔

(الخلافۃ الباطنیہ ص ۹، طبعہ اولی)

ثالثاً اس لئے بھی کہ اگر یہ حدیث واقعتاً اتنی ہی انتہائی ضعیف اور نا قابل استدلال ہوتی تو محدثین کرام اسے کبھی فضائل صحابہ میں ذکر نہ کرتے، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسے کئی محدثین نے اپنی اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔ مثلاً

المعجم الاوسط حدیث نمبر ۳۲۴۳، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۲۳۴، کنز العمال ج ۱۱، ص ۵۴۱، حدیث ۳۲۵۳۷۔ کشف الخفاء للعجلونی ج ۱، ص ۹۷۶، الکامل لابن عدی ج ۶، ص ۲۳۹۰،

جامع الاحادیث ج ۴، ص ۶۰۲

اس حدیث میں مذکور الفاظ "ثم یاتی من بعدھم قوم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار" سے مراد معاویہ اور ان کے ساتھی ہیں (موصوف قاری):

موصوف اپنی بدبختی کا بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں کہ زیر بحث حدیث میں "ثم یاتی من بعدھم قوم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار" سے مراد حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ اس کی عبارت یہ ہے:

> "ان (اعلیٰ حضرت) کا یہ استدلال بھی درست نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہے اور دونوں کے لئے الفاظ الگ الگ ہیں، پہلے والوں کے لئے لفظ "اصحابی" ہے اور دوسروں کے لئے لفظ قوم استعمال فرمایا گیا ہے، ذرا توجہ سے دوبارہ پڑھ لیجئے۔"

ستکون لا صحابی بعدی زلۃ یغفرھا اللہ لھم لسابقتھم

اس جملہ میں لفظ "تکون" سے پہلے "س" کا ہونا پھر اس کے بعد لفظ "اصحابی" کا آنا پھر لفظ "بعدی" (میرے بعد) پھر لفظ "زلۃ" پھر لسابقتھم کے الفاظ اہل علم کی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔

"ستکون" سے یہ بتایا گیا ہے کہ زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا بلکہ میرے بعد مستقبل ہی میں عام لوگوں سے نہیں بلکہ میرے صحابہ سے لغزش ہوگی۔ پھر ان کے بعد آنے والوں کے لئے فرمایا: ثم یاتی من بعدھم قوم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار......

''اصل بات یہ ہے کہ پہلے تو یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے اور اس سے استدلال درست نہیں، لیکن اگر اس سے استدلال جائز بھی ہو تو پھر اس سے ایک قوم مراد ہے جو نمودار تو ہوگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فوراً بعد اور وہ ان ہی کی طرح کا عمل کرے گی مگر ان کا عمل ''زلة'' (لغزش) '' نہیں ہوگا، بلکہ جرم ہوگا۔ اس لئے ان کے لئے یغفرھا اللہ کے الفاظ نہیں بلکہ ''النار'' کا لفظ ہے۔ اور یہ وہی قوم ہے جس کے لئے یہی لفظ حسب ذیل حدیث میں بھی آیا ہے:

ویح عمار، تقتله الفئة الباغية، يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار

''عمار پر رحمت ہو۔ اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔'' (صلح الامام الحسن ص ۹-۳۰۸)

جواب نمبر ۱:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی تو نہیں البتہ موصوف نے خود ضرور ان الفاظ کا مصداق بنتے ہوئے اپنے بدبخت ہونے کا اعلان کیا ہے:

قارئین کرام!

آپ اندازہ لگائیں یہ بدطینت شخص کس طرح کھلے بندوں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو ''یکبھم اللہ علی مناخر فی النار'' کا مصداق قرار دے رہا ہے۔ اس لئے کہ ''یدعونه الی النار'' سے مراد حضرت معاویہ کے ساتھی ہیں۔ اس کا صحیح مطلب ہم پیچھے تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔ ہم نے اس کے اس زہریلے جملے پہ نشان لگا دیا ہے۔ آپ دوبارہ پڑھیں تو اس

کینے کے اس شر پہ لعنت کئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔

اس انسان کو ذرہ بھر بھی خوف خدا اور شرم نبی نہیں کہ حضرت امیر معاویہ کے ساتھیوں میں تقریباً چودہ (۱۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت صلحاء کی ایک جماعت تھی ہم کہتے ہیں ان جیسے نام نہاد سکالر کے کہنے سے وہ صحابہ تو دوزخی قرار نہیں پاتے۔ البتہ ایسی بکواس کرنے والے ضرور اس حدیث "یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار" کے مصداق بننے پہ مہر لگاتے ہیں۔

جہاں تک موصوف کے اس بھونڈے استدلال کا تعلق ہے تو یہ کئی وجوہ سے باطل و مردود ہے۔ مثلاً

۱۔ موصوف کا یہ استدلال ان صحابہ کو دوزخی کہہ رہا ہے جب کہ رب تعالیٰ ان سب کو "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" جیسے کئی فرامین کے ذریعے جنتی قرار دے رہا ہے۔

بلکہ اگر غور کیا جائے تو موصوف نے نص قرآنی کے مقابلے میں اپنی رائے کو پیش کر کے اپنے ایمان سے خود ہاتھ صاف کر لئے ہیں۔ کیونکہ یہ خود لکھ چکے ہیں کہ:

"نص کے مقابلہ میں رائے کا حکم۔"

انبیاء کرام علیہم السلام کے ارشادات کے مقابلہ میں شخصی آراء کو لانا اور ان پر مقدم کرنا یہ رسولوں کو جھٹلانے والے لوگوں کا کام ہے۔ بلکہ ہر لحاظ سے کفر ہے۔
(صلح الامام الحسن ص ۱۲۸)

تف ہے ایسی فکر پر جو رب تعالیٰ کے مقربین کو دوزخی قرار دینے کی کوشش میں خود ہی جہنم کے رجسٹر میں نام لکھوا لے۔

ع

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی

یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

۲۔ پوری تاریخ اسلامی میں کوئی ایک بھی ایسا محدث وفقیہ نہیں ہوا جس نے ان صحابہ کرام کو ''یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار'' کا مصداق قرار دیا ہو یا ''تقتلہ الفئۃ الباغیۃ'' کی روشنی میں انہیں دوزخی قرار دیا ہو۔ لہٰذا کسی خود ساختہ محقق شخص کے کہہ دینے سے تو ایسا نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی ایسا مانا جاسکتا ہے۔

۳۔ بلکہ اس کے برعکس حدیث نبوی نے انہیں مسلمان قرار دیا ہے۔ سرکار علیہ السلام فرماتے ہیں۔

ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ فئتین عظمتین من المسلمین

''بے شک میرا یہ بیٹا (حسن) سردار ہے اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کروائے۔'' (بخاری حدیث نمبر ۲۷۰۴)

امام عینی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

وصفھما بالعظیمتین لان المسلمین کانوا یومئذ فرقتین، فرقۃ مع الحسن رضی اللہ عنہ وفرقۃ مع معاویۃ

''ان دونوں گروہوں کو ''عظمتین'' سے موصوف کیا گیا۔ اس لئے کہ اس وقت مسلمانوں کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ حضرت امام حسن کے ساتھ اور دوسرا گروہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔''

(عمدۃ القاری ج ۱۳، ص ۳۰۱، مرقاۃ ج ۱۱، ص ۲۹۸)

حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو فیصلہ ہی فرما دیا:
فرماتے ہیں:

فی الحدیث دلیل علی ان واحدا من الفریقین لم یخرج بما کان منه فی تلك الفتنة من قول او فعل عن ملة الاسلام لان النبی ﷺ جعلهم کلهم مسلمین مع کون احدی الطائفتین مصیبة والاخری مخطئة

''حدیث مبارکہ میں اس بات پر دلیل ہے کہ اس جنگ میں قولی یا فعلی طور پر جو کچھ بھی سرزد ہوا، دونوں میں سے کوئی فریق بھی اس وجہ سے ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو مسلمان قرار دیا ہے باوجود اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ (گروہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ) درستگی پر تھا اور دوسرا گروہ (گروہ معاویہ رضی اللہ عنہ) اجتہادی خطا پر تھا۔'' (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱۱، ص ۲۹۹)

مقدمہ میں ہم ان سب کے مجتہد ہونے پہ کئی تصریحاتِ ائمہ نقل کر چکے ہیں۔

۴۔ اور تو اور ان کے مسلمان ہونے کی تصریح تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی فرما چکے ہیں۔ نہج البلاغہ میں آپ کے ایک مکتوب کے الفاظ کچھ اسی طرح سے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

''ابتدائی صورت حال یہ تھی کہ ہم اور شام والے آمنے سامنے آئے۔ اس حالت میں کہ ہمارا اللہ ایک، نبی ایک اور دعوت اسلام ایک تھی، نہ ہم ایمان باللہ اور اس کے رسول کی تصدیق میں ان سے کچھ زیادتی چاہتے تھے اور نہ وہ ہم سے اضافہ

کے طالب تھے، بالکل اتحاد تھا۔ سوائے اس اختلاف کے جو
ہم میں خون عثمان کے بارے میں ہو گیا تھا اور حقیقت یہ ہے
کہ ہم اس سے بالکل بری الذمہ تھے۔

(نہج البلاغہ ص ۶۰۹، مکتوب نمبر ۵۸، ترجمہ مفتی جعفر حسین)

اس مکتوب سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ کوئی کفر اسلام کی جنگ نہ تھی۔
تو جب ان کا مسلمان اور مجتہد ہونا ثابت ہو چکا تو موصوف کو انہیں دوزخی کہتے ہوئے کچھ تو شرم کرنی چاہئے تھی۔

۵۔ اور کمال کی بات تو یہ ہے کہ دوزخی تو انہیں خود حضرت مولائے کائنات علی المرتضی رضی اللہ عنہ بھی قرار نہیں دیا کرتے تھے۔ بلکہ آپ بھی ان کو جنتی شمار کیا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے:

قتلای وقتلی معاویة فی الجنة

''میرے اور معاویہ کے مقتول دونوں جنتی ہیں۔''

(سیر اعلام النبلاء ج ۳، ص ۱۷۶)

۶۔ اور تمام صحابہ کا حق پر ہونا خود موصوف نے بھی تسلیم کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو شرح اسنی المطالب ص ۳۲۹)

تفصیل کے لئے ہمارا مقدمہ ملاحظہ ہو:

جواب نمبر ۲:

موصوف کے نقل کردہ اک قاعدے سے بھی وہ صحابہ جنتی قرار پاتے ہیں:

موصوف نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے لئے دوزخی کا قول کرنے کے بعد ایک استثنائی قاعدہ بایں الفاظ بیان کیا ہے:

"خیال رہے کہ اس معنوی اطلاق سے کچھ لوگوں کو مستثنیٰ سمجھا جا
سکتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص کا معاملہ اس کی نیت کے مطابق ہوتا
ہے۔ جیسا کہ خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد عدل اس پر شاہد ہے:

من کان یرید وجہ اللہ ومنا ومنہم نجا

"ہم میں سے اور ان میں سے جس نے رضائے الٰہی کا ارادہ
کیا وہی نجات پائے گا۔" (تاریخ دمشق ج ۱، ص ۳۴۶، مختصر تاریخ
دمشق ج ۱، ص ۱۳)

دوسری حدیث میں سیدنا علی علیہ السلام سے جو الفاظ منقول ہیں وہ فقط مقتولین
کے لئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

من قتل منا ومنہم یرید وجہ اللہ والدار الاخرۃ
دخل الجنۃ

"ہم میں سے اور ان میں سے جو رضائے الٰہی اور دار آخرت
کے لئے شہید ہو گیا وہ جنت میں داخل ہوا۔"

(صلح الامام الحسن ص ۳۰۹، بحوالہ سنن سعید بن منصور و جامع الشہادۃ)

ہم کہتے ہیں جب تم خود یہ قاعدہ بیان کر چکے کہ اس معنوی اطلاق
سے کچھ لوگوں کو مستثنیٰ سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص کا معاملہ اس کی نیت
کے مطابق ہوتا ہے پھر کس منہ سے ان صحابہ کو دوزخی قرار دیتے ہو؟ کیا تم ان کی
نیتوں پہ واقف ہو چکے ہو کہ معاذ اللہ ان کی نیتیں ٹھیک نہیں تھیں؟ حالانکہ نیتوں پہ
مطلع ہونا صرف رب تعالیٰ کی قدرت ہے۔

بلکہ اگر غور کیا جائے تو تم سے لاکھوں درجات بلند علم ظاہری و باطنی کے
وارث، نور فراست کے مالک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو صاف فرما چکے ہیں کہ ہمارا
رب، نبی اور دعوت ایک ہے۔ صرف خون عثمان کے معاملے میں اختلاف ہوا تو

تمہارے اس استثنائی قاعدے کی روشنی میں ان میں سے بعض نہیں بلکہ سب کے لئے یہ معنوی اطلاق ثابت ہوتا ہے اور وہ جنتی قرار پاتے ہیں۔

فاضل بریلوی کا اس حدیث سے استدلال کرنا قرآن کے خلاف ہے۔ (موصوف قاری)

موصوف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کی ایک اور انداز سے لایعنی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نیز بعض علماء ہند کا زیر بحث ضعیف حدیث ''ستکون لاصحابی بعدی زلة یغفرها الله لهم لسابقتهم کو طلقاء کی شان میں لانا قرآن مجید کی درج ذیل آیات کے بھی خلاف ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝ (الاحزاب:۳۰۔۳۱)

''اے نبی کی بیبیو! جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دُونا عذاب ہوگا اور یہ اللہ کو آسان ہے، اور جو تم میں فرمانبردار رہے اللہ اور رسول کی اور اچھا کام کرے ہم اسے اوروں سے دُونا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔''

کیا بعض طلقاء امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے زیادہ محبت یافتہ تھے؟ یہ آیات تو

بتا رہی ہیں کہ جس طرح کسی صحابی کو اس کی کسی نیکی پر اجر دوگنا دیا جائے گا اسی طرح اس کی برائی پر عذاب بھی دوگنا دیا جائے گا۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۰۹۔۳۱۰)

اعلیٰ حضرت کا یہ استدلال قرآن کے مخالف نہیں بلکہ قرآن کے عین مطابق ہے:

جہاں تک موصوف کی نقل کردہ آیات کا تعلق ہے تو گزشتہ صفحات میں ہم ان پر سیر حاصل گفتگو کر چکے ہیں۔ سردست اتنا سمجھ لیجئے کہ یہ حدیث "**وکلا وعد اللہ الحسنیٰ**" جیسی درجنوں نصوص کی موافق وہم معنیٰ ہے۔ اس لئے کہ اگر رب تعالیٰ نے ان کی لغزشوں کو معاف نہیں کرنا تھا تو پھر جنت کا وعدہ کیوں فرمایا؟

ان سے جنت کا وعدہ فرمانا ہی اس بات کی دلیل بین ہے کہ رب تعالیٰ نے ان سے صادر ہونے والی تمام لغزشوں کو معاف فرما دیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا زیر بحث حدیث کو صحابہ کی شان میں لانا قرآن کے مخالف نہیں بلکہ عین مطابق ہے۔

آیاتِ سورۂ انبیاء اور تمام صحابہ کا جنتی ہونا:

ابحاث سابقہ کے تتمہ کے طور پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۰ سے حد درجے کی معنوی مطابقت رکھنے والی سورۂ انبیاء کی آیات ۱۰۱ تا ۱۰۳ مع تفسیر بھی نقل کر دی جائیں کہ جن میں رب تعالیٰ نے جمیع صحابہ کرام کو جنتی قرار دینے کے ساتھ ساتھ ان کے کئی انعامات بھی ذکر کئے ہیں۔ تاکہ ہمارا مقصود مزید واضح ہو جائے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰىۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ (الانبیا)

''بیشک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ وہ اس کی بھنک (ہلکی سی آواز بھی) نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔''

ان آیات کی تفسیر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اولاً درج ذیل امور کو سمجھا جائے کہ ان کا کیا معنیٰ و مفہوم ہے۔

۱۔ سَبَقَتْ کا کیا معنیٰ ہے؟

۲۔ الحسنیٰ سے کیا مراد ہے؟

"مبعدون" کا کیا مطلب ہے؟

یہ وعدہ کب کیا گیا تھا؟

یہ وعدہ کن لوگوں کے ساتھ کیا گیا ہے؟

سَبَقَتْ بمعنیٰ وَجَبَتْ کے ہے:

تفسیر ابن عباس میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ وَجَبَت

"یعنی بے شک وہ لوگ کہ جن کے لئے ہمارا بھلائی کا وعدہ واجب ہو چکا۔" (تفسیر ابن عباس ص ۳۳۰)

"الحسنیٰ" سے مراد جنت ہے:

الحسنیٰ سے کیا مراد ہے اس بارے مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ مثلاً:
(۱) سعادت ایمانی (۲) قرب ربانی (۳) خصال عرفانی (۴) توفیق عبادت (۵) بشارت جنت (۶) عنائیت کی ہدایت (۷) انتہاء کی ولایت (۸) مدارج جنت (۹) مراتب عزت (۱۰) کلمہ توحید لا الہ الا اللہ (۱۱) اطاعت الٰہی (۱۲) قبولیت توبہ (۱۳) رتبہ عظمیٰ (۱۴) رحمت

تفصیل کے لئے درج ذیل حوالات ملاحظہ ہوں:

(تفسیر کبیر ج ۸، ص ۱۸۹، تفسیر ابی مسعود ج ۴، ص ۳۵۹، تفسیر ماوردی ج ۳، ص ۴۸۲، تفسیر بغوی ج ۳، ص ۱۹۴، تفسیر ملا علی قاری ج ۳، ص ۳۵۶، تفسیر مدارک ج ۲، ص ۴۲۱،، تفسیر مظہری ج ۳، ص ۱۹۴، تفسیر روح المعانی ج ۹، ص ۱۴۵، تفسیر البحر المحیط ج ۶، ص ۴۱۷، تفسیر جمالین ج ۲، ص ۱۹، تفسیر روح البیان ج ۵، ص ۹۶۵، تفسیر جلالین مع صاوی ج ۴، ص ۱۳۲۰، تفسیر جمل ج ۵، ص ۱۶۴، تفسیر نعیمی ج ۱۷، ص ۲۹۲، تفسیر رضوی ج ۳، ص ۸۳، وغیرہا)

ان اقوال میں کوئی ایک یا مجموعۃً سبھی بھی مراد لئے جائیں تو درست ہیں۔ چونکہ ہر قول کا نتیجہ بالآخر جنت کا عطا ہونا ہے اس لئے ہم نے اسی مرادی معنی کے لئے عنوان ہی یہ قائم کیا کہ اس سے مراد جنت ہے۔ دوسرا اس لئے بھی کہ مفسرین نے باقاعدہ طور پر بھی "الحسنیٰ" کی تفسیر جنت سے کی ہے۔
جیسا کہ تفسیر ماوردی میں ہے:

ان الذین سبقت لهم منا الحسنیٰ فیها ثلاث تاویلات...والثالث: الجنة
"الحسنیٰ کی تین تفسیریں کی گئیں ہیں...... تیسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد جنت ہے۔" (ج۳،ص ۴۷۳)

"مبعدون" کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ دوزخ میں نہیں جائیں گے:

تفسیر البحر المحیط میں ہے:

ان من سبقت له الحسنیٰ لا یدخل النار
"بے شک وہ کہ جس کے ساتھ بھلائی کا وعدہ ہو چکا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔" (ج۶،ص ۴۱۷)

یہ وعدہ ازل میں ہی ہو چکا ہے:

تفسیر روح المعانی میں ہے:

المراد من سبق ذلك تقدیره فی الازل
"اس وعدۂ بھلائی کی سبقت کا مطلب یہ ہے کہ یہ وعدہ ازل میں ہی ہو چکا ہے۔" (جزء۱۷، ج۹،ص ۱۴۵)

تفسیر نعیمی میں ہے:
بے شک وہ خوش نصیب لوگ جن کے لئے سعادت حسنیٰ کا فیصلہ ازل

میں پہلے ہی ہو گیا ہماری کرم نوازیوں کی طرف وہ لوگ ملاوٹ طبیعہ فاسدہ سے دور کر دیئے گئے۔ (ج ۱۷، ص ۳۹۹)

یہ وعدہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیا گیا ہے:

اس وعدے کے مصداق کون لوگ ہیں اس بارے اگرچہ مفسرین کے اقوال میں ظاہراً اختلاف ہے لیکن ان میں ادنیٰ تدبر کرنے سے بات کھل جاتی ہے کہ انبیاء کرام کے بعد اس کے اولین مصداق صحابہ ہی ہیں، بایں وجہ یہ وعدہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شامل ہوگا۔ اب اس پر تفسیری شواہد ملاحظہ ہوں:

تفسیر بغوی میں ہے:

الآیة عامه فی کل من سبقت لهم من الله السعادة

''یہ آیت کریمہ ان تمام کو عام ہے جن کے لئے رب کی طرف سے سعادت کا وعدہ ہو چکا۔'' (ج ۷، ص ۱۹۷)

تفسیر ماوردی میں ہے:

انها عامة فی کل من سبقت له من الله الحسنیٰ

''بلاشبہ یہ آیت کریمہ ان تمام کو شامل ہے جن کے لئے رب کی طرف سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا۔'' (ج ۳، ص ۴۷۳)

تفسیر تاویلات اہلسنت میں ہے:

فهو بکل من سبق له من الله الحسنیٰ (ج ۷، ص ۳۷۹)

تفسیر روح البیان میں ہے:

وهو کافة المومنین الموصوفین بالایمان والاعمال الصالحة او سبقت لهم کلمتنا البشریٰ بالثواب علی الطاعة

''اس وعدے کے مصداق وہ تمام اہل ایمان ہیں جو ایمان اور اعمال صالحہ سے موصوف ہیں۔ یا پھر وہ کہ جن کے لئے ہماری طرف سے اطاعت کرنے پہ ثواب کا وعدہ بشارت سبقت کر چکا۔'' (ج۵،ص۶۲۵)

تفسیر صاوی میں ہے:

والمعنیٰ ان لکل من سبقت له الحسنیٰ سواء عبد اولا فھو مبعد عن النار

''آیت کا مطلب یہ ہے کہ بے شک ہر وہ جس کے لئے وعدۂ حسنیٰ ہو چکا۔ برابر ہے کہ اس کی عبادت کی گئی ہو۔ (جیسا حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ اور حضرات ملائکہ علیہم السلام کہ مشرکین اپنی بدعقیدگی کی وجہ سے ان کی پوجا کرتے) یا اس کی عبادت نہ کی گئی ہو۔ وہ تمام دوزخ سے دور رکھے گئے ہیں۔'' (ج۴،ص۱۳۲۰)

ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ یہ وعدہ حسنیٰ تمام مومنین کو شامل ہے اور انبیاء و رسل کے بعد صحابہ کرام ہی ایمان کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہیں۔ اس لئے وہ اس وعدے کے بدرجہ اولیٰ مصداق ٹھہرتے ہیں۔

اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ تفسیر القرآن بالقرآن کے طور پر قرآن مجید خود بیان کرتا ہے کہ جن لوگوں سے یہ وعدہ کیا گیا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں خواہ وہ فتح مکہ سے پہلے والے ہوں یا بعد والے۔

بقول مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی یہ وعدہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ہے:

یہ بات صرف بعد کے مفسرین ہی کی نہیں بلکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

ہاں بھی معروف تھی کہ یہ آیت کریمہ تمام صحابہ کو شامل ہے۔
تفسیر مدارک میں ہے:

المراد بقوله: "ان الذين سبقت لهم منا الحسنى" جميع المومنين لماروى ان عليا رضى الله عنه قرء هذه الاية، ثم قال: انا منهم و ابوبكر و عمرو عثمان وطلحة والزبير و سعد و عبدالرحمٰن بن عوف

"رب کے فرمان "ان الذين سبقت لهم منا الحسنى" سے مراد تمام مومنین ہیں۔ اس پر دلیل وہ روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی، پھر فرمایا (جن سے یہ وعدہ کیا گیا ہے) ان میں سے، میں، ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہم بھی) ہیں۔ (ج ۲، ص ۴۲۲)

یہ روایت ان تفاسیر میں بھی موجود ہے:

تفسیر درمنثور ج ۵، ص ۵۹۸، تفسیر مظہری ج ۴، ص ۵۱۱، تفسیر کشاف ص ۸۳۷، تفسیر ماتریدی ج ۷، ص ۳۷۹، تفسیر البحر المحیط ج ۶، ص ۴۱۷، تفسیر روح المعانی ج ۹، ص ۱۴۵، تفسیر ابی سعود ج ۴، ص ۳۵۹، تفسیر خزائن العرفان ص ۶۱۵، تفسیر رضوی ج ۳، ص ۸۳، تفسیر ضیاء القرآن ج ۳، ص ۱۸۸، وغیرہا۔

حضرت امام نسفی صاحب مدارک کا "جمیع المومنین لماروی" فرمانا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا "انا منهم ......" فرمانا اس پر واضح دلیل ہے کہ اس وعدے کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مصداق ہیں۔

امام نسفی کا کلام تو بالکل واضح ہے اور حضرت مولائے کائنات باب مدینۃ

العلم رضی اللہ عنہم کا ''ہم'' ضمیر کے شروع میں ''من'' لانا، مزید برآں اس میں کوئی کر حصر ذکر نہ کرنا، صاف صاف یہ اعلان کر رہا ہے کہ اپنے سمیت میں علی جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لے رہا ہوں۔ اس وعدے کے صرف یہ ہی مصداق نہیں بلکہ سب کے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مصداق ہیں۔

ضربِ ذوالفقار بر گردنِ منکر اصحاب اخیار:

قارئین کرام!

اگر غور کیا جائے تو حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بالخصوص خلفاء ثلٰثہ اور بالعموم حضرت طلحہ وزبیر وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لے کر قیامت تک کے روافض و دشمنانِ صحابہ کی گردنوں پر ذوالفقارِ حیدری کا ایسا وار کیا کہ جو کبھی اُٹھ نہ سکیں۔

اسی تناظر میں شیر خدا رضی اللہ عنہ کا ایک اور فرمان ملاحظہ ہو:

> ''محمد بن حاطب سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ''ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ'' آیت کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:
>
> هو عثمان واصحابه
>
> ''ان سے مراد عثمان اور ان کے ساتھی ہیں۔'' (تفسیر در منثور ج ۵، ص ۵۹۹، تفسیر ماوردی، ج ۳، ص ۸۳ ۴، تفسیر قرطبی ج ۱۱، ص ۳۰۲)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اپنی اس بیان کردہ تفسیر میں تخصیص کے ساتھ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لینا ثابت کرتا ہے کہ گویا آپ رب کی عطا کردہ اپنی نگاہِ ولایت سے ملاحظہ فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ مسئلہ باغ فدک، مسئلہ قرطاس اور جنگ جمل و صفین وغیرہا مشاجرات صحابہ کو بنیاد بنا کر حضرت صدیق اکبر، عمر فاروق، حضرت عائشہ، حضرت طلحہ وزبیر اور حضرت امیر معاویہ و عمرو بن عاص وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر

سب وشتم کریں گے تو آپ نے یہ تفسیر فرما کر پیشگی تنبیہ فرمادی کہ خبردار! ہرگز ہرگز کوئی بھی ان ذوات قدسیہ کے متعلق بدعقیدگی نہ رکھے نہ ہی بدزبانی استعمال کرے، کیونکہ یہ لوگ تو وہ ہیں جن سے ازل میں ہی جنت کا وعدہ فرمالیا گیا ہے۔

نوٹ:

اگر زیر بحث آیات سے پہلی والی آیات:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (الانبیاء)

"بیشک تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو، تمہیں اس میں جانا، اگر یہ خدا ہوتے جہنم میں نہ جاتے، اور ان سب کو ہمیشہ اس میں رہنا، وہ اس میں رینکیں گے، اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے۔"

ان آیات کو مدنظر رکھا جائے تو "ان الذین سبقت" سے مراد حضرت عزیر حضرت عیسیٰ اور فرشتے علیہم السلام ہوں گے۔ اب اس آیت کے ذریعے ان لوگوں کا رد کرنا بھی مقصود ہو سکتا ہے کہ جنہوں نے "وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم" کو بنیاد بنا کر یہ اعتراض کیا تھا کہ عبادت تو ان حضرات کی بھی کی گئی ہے۔

تو جواباً فرمایا گیا کہ یہ نفوس قدسیہ "وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم" میں داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ تو "ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ" کی شان رکھنے والے ہیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر خزائن العرفان ص ۱۴۔ ۶۱۵، وغیرہا۔

وعدۂ حسنیٰ اور تمام صحابہ کے انعامات:

گزشتہ صفحات پہ ہم نے بطور نتیجہ اور معنی مرادی کے ثابت کیا کہ ''الحسنیٰ'' سے مراد جنت ہے اور اس کے مصداق سبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ اب اس کی دیگر تفاسیر میں سے چند ایک کی مزید وضاحت کرتے ہیں تاکہ بآسانی سمجھا جاسکے کہ صحابہ کرام کو کیسے کیسے انعامات سے نوازا گیا۔

''الحسنیٰ'' کی تفسیر اطاعت الٰہی سے بھی کی گئی ہے۔

(ملاحظہ ہو، تفسیر ماتریدی ج ۷، ص ۳۸۹، تفسیر ماوردی ج ۳، ص ۴۷۳، تفسیر ملا علی قاری، ج ۳، ص ۵۳۳، تفسیر بغوی ج ۳، ص ۱۹۴، تفسیر کشاف ص ۸۳۷، تفسیر ابی سعود ج ۴، ص ۳۵۹، تفسیر مدارک ج ۲، ص ۴۲۱، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۹، تفسیر روح المعانی، تفسیر جمل ج ۵، ص ۱۶۴)

اس تفسیر کی روشنی میں مطلب یہ ہوگا کہ:

> ''بے شک جمیع صحابہ کرام کے ساتھ یہ ازل میں ہی وعدہ فرمایا جاچکا ہے کہ وہ اپنے عقائد و اعمال میں اپنے رب کی ہی اطاعت کریں گے۔''

۲۔ ''الحسنیٰ'' سے مراد سعادت مندی۔ (تفسیر ماوردی ج ۳، ص ۴۷۳، تفسیر صاوی ج ۴، ص ۳۲۰، تفسیر روح البیان، ج ۵، ص ۶۲۵، تفسیر نعیمی ج ۱۷، ص ۳۹۲، تفسیر مدارک ج ۲، ص ۴۲۱)

اب مطلب یہ ہوگا کہ تمام صحابہ کرام کی دائمی سعادت مندی کا ہم نے ازل میں ہی وعدہ فرمالیا تھا۔

۳۔ ''الحسنیٰ'' سے عطا کی بشارت اور قبولیت اعمال کا مژدہ (تفسیر روح المعانی ج ۹، ص ۱۴۵)

اس کی روشنی میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہ ازل میں وعدہ فرمالیا تھا کہ ان کے اعمال قبول کئے جائیں گے اور ان پر

انہیں ثواب جزیل عطا کیا جائے گا۔

۴۔ ''الحسنیٰ'' سے مراد رتبہ عظمیٰ۔

(جلالین مع صاوی ج ۴،ص ۱۳۲۰،جمل،ج ۵،ص ۱۶۴)

اس کی روشنی میں یہ مطلب ہوگا کہ ہم نے یہ ازل میں ہی وعدہ فرمالیا تھا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عظیم رتبے عطا کیے جائیں گے۔

۵۔ ''الحسنیٰ'' سے مراد رحمت۔ (تفسیر رضوی ج ۳،ص ۸۳)

اب مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے تمام صحابہ سے یہ ازل میں ہی وعدہ فرمالیا تھا کہ انہیں اپنی رحمت سے نوازیں گے۔

۶۔ قرب ربانی۔ (تفسیر نعیمی ج ۱۷،ص ۳۹۲)

اب یہ مطلب ہوگا کہ ہم نے تمام صحابہ کے لئے یہ ازل میں ہی وعدہ فرمالیا تھا کہ ان سب کو اپنا قرب عطا فرمائیں گے۔

فائدہ:

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ان اقوال کے بارے میں فرماتے ہیں:

''الحسنیٰ'' کی مراد میں دس قول ہیں اور سب ہی درست ہیں،
اس لئے ہم نے تفسیر میں جمع کر دیئے ہیں۔

(تفسیر نعیمی ج ۱۷،ص ۳۹۵)

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ اور تمام صحابہ کا جنتی ہونا

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۰۰ (التوبہ)

''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

یہ آیت کریمہ بھی صاف طور پر بتا رہی ہے کہ:

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۰۰

کے انعامات جلیلہ رب تعالیٰ نے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدر میں کر رکھے ہیں، آیئے اس کی تفصیل کے لئے درجہ ذیل امور کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۔ ''من المھاجرین والانصار'' میں کلمہ ''من'' کس معنی میں استعمال ہوا ہے؟

۲۔ ''السابقون الاولون'' سے کون لوگ مراد ہیں؟

۳۔ ''والذین اتبعوھم باحسان'' سے کون لوگ مراد ہیں؟

کلمہ ''من'' کا پہلا احتمال، اس کا تبعیضیہ ہونا:

مفسرین نے کلمہ ''من'' کے دو احتمال بیان کیا ہیں:

نمبر۱۔ تبعیضیہ

نمبر۲: بیانیہ

''مِنْ'' تبعیضیہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ''من'' جو کسی چیز کے بعض حصے پر دلالت کرے، یعنی اس کی بعضیت کو بیان کرے۔

اس احتمال کی روشنی میں آیت کریمہ کا معنی یہ ہوگا کہ مہاجرین و انصار میں سے وہ جو سابقین اولین ہیں اور وہ صحابہ و تابعین وغیرہ جنہوں نے بھلائی کے ساتھ ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں......

''السابقون الاولون'' کے مصداق کے لحاظ سے درج ذیل اقوال بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ اس سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کی۔

۲۔ اس سے مراد شہداء بدر ہیں۔

۳۔ اس سے مراد بیعت رضوان والے صحابہ ہیں۔

۴۔ اس سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے ہجرت سے پہلے کلمہ پڑھا۔

۵۔ اس سے وہ آٹھ صحابہ مراد ہیں کہ جن کے بعد دوسرے لوگ اسلام میں داخل ہوئے (اور وہ آٹھ صحابہ یہ ہیں) حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ، حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن وقاص اور حضرت طلحہ بن

عبید اللہ رضی اللہ عنہم۔

(دیکھئے تفسیر مدارک ج۱، ص ۷۰۵، تفسیر روح المعانی ج ۲، ص ۱۱، تفسیر مظہری، ج ۳، ص ۳۰۱، وغیرہا)

اس معنی کے لحاظ سے یہ آیت کریمہ بھی سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۰ ''لایستوی منکم'' کے ہم معنی قرار پاتی ہے کہ جس طرح اس آیت میں سابقین اولین کے لئے ''اعظم درجۃ'' کے اعزاز سے نوازنے کے ساتھ ساتھ دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی جنتی قرار دیا گیا۔ بالکل اسی طرح اس آیت میں بھی سابقین اولین کو ''اتبعوھم باحسان'' کی شرط کے بغیر ذکر کرتے ہوئے انہیں دیگر صحابہ کی نسبت متبع و مقتدا ہونے کے عمدہ اعزاز سے نوازا گیا اور آیت کریمہ میں مذکور انعامات کا ان کے ساتھ ساتھ دیگر تمام صحابہ کو بھی مستحق قرار دیا گیا۔

اسی وجہ سے مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ کی اس سے پہلے والی آیت سے مناسبت اور ربط بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ'' بیان لفضائل اشراف المسلمین اثر بیان طائفۃ منہم

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ آیت کریمہ اہل اسلام کے سب سے معزز حضرات (سابقین اولین) کے فضائل بیان کرنے کے لئے ہے، بعد اس کے کہ جب صحابہ میں سے ایک گروہ کی فضیلت کا بیان (اس سے پچھلی آیت میں) کیا گیا۔ (اور وہ یہ ہے)

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ

الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

''اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں ہاں ہاں وہ ان کے لیے باعث قرب ہے اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (التوبہ:۹۹)

لیکن ان دونوں آیات (آیت حدید اور آیت توبہ) میں ظاہری طور پر فرق یہ ہے کہ آیت حدید ''آیت توبہ کی نسبت جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے پر زیادہ صراحت سے دلالت کرتی ہے۔ جبکہ آیت توبہ میں اس علمی بحث (کہ کلمہ 'مِنْ' تبعیضیہ ہے یا بیانیہ) کے ہونے کی وجہ سے عوام الناس کے لحاظ سے آیت حدید میں صراحت نہیں ہے۔ بایں وجہ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔

قلت: واولیٰ بالاحتجاج علی کون جمیع الصحابة فی الجنة قوله تعالیٰ "لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئك اعظم درجه من الذین انفقوا من قبل الفتح و قاتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وكلا وعدالله الحسنى" فانها صریح فی ان جمیع الصحابة اولهم وآخرهم وعدالله تعالیٰ الحسنیٰ

''میں کہتا ہوں تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر اس آیت ''لایستوی منکم'' سے استدلال کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (بنسبت آیت توبہ کے) کیونکہ یہ آیت کریمہ اس بارے

پوری صراحت سے دلالت کرتی ہے کہ اول تا آخر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رب نے جنت کا وعدہ فرمار کھا ہے۔"

(تفسیر مظہری، ج ۳، ص ۳۵۳)

تنبیہ:

یاد رہے صاحب تفسیر مظہری نے دونوں آیات سے صرف اور صرف اولیت بالاستدلال کی نشاندہی کی ہے، ورنہ جمیع صحابہ کے جنتی ہونے کی وہ اس عبارت میں خود بھی وضاحت فرما چکے ہیں، مگر راقم عرض کرتا ہے کہ تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر زیر بحث آیت بھی پوری صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے (اگر چہ آیت حدید جیسی نہ سہی) جس کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً

۱۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اولیت بالا ستدلال کے لحاظ سے آیت حدید کو مفضل اور آیت توبہ کو مفضل علیہ قرار دیا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کے جنتی ہونے پر دونوں آیات ہی صریح ہیں مگر اولیٰ بالاستدلال آیت حدید ہے۔

۲۔ ہماری گزشتہ تقریر سے واضح ہو چکا ہے کہ یہ آیت بھی آیت حدید کے ہم معنی ہے۔

۳۔ پوری تاریخ اسلامی میں جس مفسر نے بھی کلمہ "من" کے احتمال تبعیض کو بیان کیا ہے تقریباً اس نے اس کے دوسرے احتمال اس کے بیانیہ ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔ (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) اور اس کے بیانیہ ہونے کی صورت میں یہ آیت بھی بعینہٖ آیت حدید کی طرح تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر صراحتاً دلالت کرتی ہے۔

۴۔ "من" کو تبعیضیہ ماننے کی صورت میں بھی پوری آیت کریمہ

میں کوئی ایک بھی لفظ ایسا نہیں ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی کے استثناء کو ثابت کرتا ہو یا کسی صحابی کے جنتی ہونے کی نفی کرتا ہو۔

۵۔ جب قرآن مجید کی کئی دوسری آیات میں بھی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے کا مضمون موجود ہے تو پھر انہیں اس آیت کی مؤید قرار دے کر اسے بھی اولیٰ بالاستدلال کیوں نہیں کہا جا سکتا؟

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے خلیفہ اعلیٰ حضرت مفتی حشمت علی خاں رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''یہ اختلاف (کہ السابقون الاولون سے کون لوگ مراد ہیں؟) ''والذین اتبعوھم'' سے اٹھ جاتا ہے کہ اس میں تمام صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔ خواہ وہ پہلے ہوں یا پچھلے ہوں، خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی، ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔'' (تفسیر رضوی ج ۲، ص ۱۷۸)

خلاصہ کلام:

کلمہ ''مِنْ'' کو تبعیضیہ ماننے کی صورت میں ''والذین اتبعوھم باحسان'' کے تحت سابقین اولین کے علاوہ باقی تمام صحابہ کرام اولاً بایں صورت مراد ہوں کہ ان الفاظ سے سابقین کے سوا باقی تمام صحابہ ہوں اور ثانیاً بایں صورت کہ ''السابقون الاولون'' سے مراد تمام صحابہ ہوں ان الفاظ سے صحابہ کے سوا قیامت تک کے مخلص متبعین مراد ہوں اسی کی وضاحت تفسیر جلالین مع صاوی میں یوں فرمائی گئی:

> والذین اتبعوھم الی یوم القیامۃ ای فیشمل صلحاء کل زمان

''اور وہ لوگ جو قیامت تک سابقین اولین کی بھلائی کے ساتھ پیروی کریں گے یعنی ہر زمانے کے صلحاء اس حکم میں شامل ہیں۔'' (صاوی ج ۴، ص ۸۳۱)

یونہی تفسیر بیضاوی میں ہے:

والذین اتبعوھم باحسان، اللاحقون بالسابقین من القبلتین او من اتبعوھم بالایمان والطاعۃ الی یوم القیامۃ

''والذین اتبعوھم باحسان'' سے وہ صحابہ مراد ہیں جو دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھنے میں سابقین کے پیروکار ہیں۔ یا وہ لوگ جو قیامت تک ایمان اور اطاعت کے ساتھ صحابہ کی پیروی کرنے والے ہیں۔''

(تفسیر بیضاوی زیر آیت السابقون الاولون......)

اس سے اگر کوئی یتیم الفکر آدمی یہاں کلمہ ''من'' کو تبعیضیہ مراد لے کر کسی صحابی کے جنتی ہونے کی نفی کا مدعی ہو تو اس پر لازم ہے کہ اپنے دعوے پر کوئی دلیل صحیح از نصوص قرآن و حدیث اور کوئی مستند تفسیری شہادت پیش کرے، مع ہذا ان تمام نصوص کا بھی جواب صحیح پیش کرے کہ جن میں بغیر کسی استثناء کے سب صحابہ کرام کو جنتی قرار دیا گیا ہے۔

کلمہ ''مِنْ'' کا دوسرا احتمال، اس کا بیانیہ ہونا:

''مِنْ'' کے بیانیہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ یہ اپنے ماقبل کی وضاحت کر دیتا ہے، جیسے ''فاجتنبو الرجس من الاوثان'' تم گندگی یعنی بتوں سے بچو (حج: ۳۰) کلمہ ''مِنْ'' کے بیانیہ ہونے کی صورت میں یہ آیت بھی بغیر کسی اشکال کے ہو بہو آیت حدید کی ہم معنی قرار پاتی ہے اور تمام صحابہ کے جنتی ہونے کو

اس صراحت سے بیان کرتی ہے کہ کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔
اس احتمال کی روشنی میں آیت کریمہ کا معنی یوں ہوگا:

"اور سب میں اگلے پچھلے یعنی تمام مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور وہ لوگ (تابعین و تبع تابعین وغیرہ قیامت تک کے صلحاء) جنہوں نے ان (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی اتباع کی......"

اب اس پر تفسیری شواہد ملاحظہ ہوں:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وهم من شهد بدرا او جميع الصحابة

"سابقون اولون سے مراد یا بدری صحابہ ہیں (بر بنائے "مِنْ" کے تبعیضیہ ہونے کے) یا تمام صحابہ مراد ہیں (بر بنائے "مِنْ" کے بیانیہ ہونے کے)" (تفسیر جلالین ص ۱۶۵)

تفسیر مدارک میں ہے:

والذين اتبعوهم باحسان من المهاجرين و الانصار فكانوا سائر الصحابة وقيل هم الذين اتبعوهم بالايمان والطاعة الى يوم القيامة

"اور مہاجرین و انصار میں سے وہ جنہوں نے سابقون اولون کی اتباع کی پس (اس لحاظ سے "اتبعوهم باحسان سے مراد) تمام صحابہ کرام ہوں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان اور اطاعت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کریں گے۔"

(ج ۱، ص ۷۰۵)

روح المعانی میں ہے:

او الذین اتبعوھم بالایمان والطاعة الی یوم القیامة فالمراد بالسابقین جمیع المهاجرین والانصار رضی الله عنهم و معنی کونهم سابقین انهم اولون بالنسبة الی سائر المسلمین و کثیر من الناس ذهب الی هذا

''یا پھر ''الذین اتبعوھم باحسان'' سے قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان اور اطاعت میں ان کی پیروی کریں گے۔ پس سابقین سے تمام مہاجرین و انصار صحابہ مراد ہوں گے، اور ان کے سابقین ہونے کا معنی یہ ہے کہ بلاشبہ وہ تمام امت مسلمہ کی نسبت (کلمہ پڑھنے میں) اولین ہیں، کثیر مفسرین اسی طرف گئے ہیں۔'' (ج ٦، ص ١١)

تفسیر کبیر میں ہے:

ومنهم من قال: بل یتناول جمیع الصحابة لان جملة الصحابة موصوفون بکونهم اولین بالنسبة الی سائر المسلمین، وکلمة ''من'' فی قوله من المهاجرین والانصار لیست للتبعیض بل للتبیین، ای والسابقون الاولون الموصوفون بوصف کونهم مهاجرین و انصارا کما فی قوله تعالیٰ ''فاجتنبوا الرجس من الاوثان'' و کثیر من الناس ذهبوا الی هذا القول

''اور مفسرین میں سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ بلکہ یہ

آیت کریمہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شامل ہے۔ اس لئے کہ دیگر تمام مسلمانوں کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی (کلمہ پڑھنے میں) ''اولین'' سے موصوف ہیں اور رب کے فرمان ''من المهاجرين والانصار'' میں کلمہ ''من'' تبعیضیہ نہیں بلکہ بیانیہ ہے۔ (اب آیت کا معنی یوں ہوگا۔ فیضی) یعنی سابقون اولون صحابہ جو مہاجر اور انصار ہونے کی صفت سے متصف ہیں۔''

جیسا کہ اس فرمان الٰہی میں (بھی کلمہ ''من'' بیانیہ ہے) ''فاجتنبوا الرجس من الاوثان (ج ۴،ص ۱۲۹)

یہی مضمون ان تفاسیر میں بھی دیکھا جاسکتا ہے:

ابی سعود ج ۳،ص ۱۸۵، جمل ج ۳، ص ۳۰۳، بغوی ج ۲،ص ۳۱۹، مظہری ج ۳،ص ۳۵۲)

اس بابت تفسیر بیضاوی کا حوالہ پہلے ہی نقل کیا جا چکا ہے۔ تفسیر المحرر الوجیز اور البحر المحیط میں ہے:

''والذين اتبعوهم باحسان'' يريد سائر الصحابة ويدخل في هذا اللفظ التابعون وسائر الامة لكن بشرط الاحسان

''والذين اتبعوهم باحسان'' سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں اور اس لفظ میں تابعین اور باقی ساری امت بھی داخل ہے، لیکن احسان کی شرط کے ساتھ۔''

(زیر آیت محوت عنہا، ج ۵،ص ۱۲۲)

تفسیر زاد المسیر میں ''السابقون الاولون'' کے بارے چھ اقوال نقل کئے

گئے ہیں جن میں سے چوتھا یوں ہے:

والرابع، انهم اصحاب رسول اللهﷺ حصل لهم السبق لصحبته

چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام اصحاب رسول ہیں (اس لئے کہ) انہیں صحبت رسالت مآب ﷺ سبقت میسر آئی ہے۔ پھر چند سطور کے بعد مزید فرمایا ہے:

قوله تعالیٰ! "والذين اتبعوهم باحسان" من قال: ان السابقين جميع الصحابة، جعل هوء لاء تابعی الصحابة وهم الذين لم يصحبوا رسول اللهﷺ. وقد روی عن ابن عباس انه قال: والذين اتبعوهم باحسان الی ان تقوم القيامة

"رب تعالیٰ کا فرمان "والذین اتبعوہم باحسان" کے بارے جن مفسرین نے یہ کہا ہے کہ سابقین سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں، انہوں نے "...... اتبعوا" سے مراد تابعین لئے ہیں۔ یعنی وہ لوگ کہ جنہیں صحبت نبوی میسر نہیں آئی۔ (اسی بابت) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "اتبعوا" سے مراد قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہیں جو بھلائی کے ساتھ صحابہ کی پیروی کریں گے۔"

(تفسیر زاد المسیر زیر آیت "السابقون الاولون.....")

تفسیر خازن میں ہے:

قوله تعالیٰ! "والذين اتبعوهم باحسان" قيل: هم بقية المهاجرين و الانصار سوى السابقين

الاولین فعلی هذا القول. یکون الجمیع من الصحابة. وقیل الذین سلکوا سبیل المهاجرین والانصار فی الایمان والهجرة والنصرة الی یوم القیامة

''رب کے فرمان: ''والذین اتبعوهم باحسان'' کے بارے کہا گیا ہے کہ سابقین کے علاوہ اس سے بقیہ مہاجرین و انصار صحابہ مراد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہوں جو ایمان، ہجرت اور نصرت میں مہاجرین و انصار صحابہ کے رستے پر چلیں گے۔'' (زیر آیت ''السابقون الاولون'')

''من'' کے بیانیہ ہونے کی تائید ایک روایت سے:

''مِنْ'' کے بیانیہ ہونے کی تائید درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے:
حمید بن زیاد سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے محمد بن کعب قرظی سے عرض کیا:

''کیا آپ مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین رونما ہونے والے مشاجرات کے بارے کچھ بتائیں گے؟''

تو آپ نے فرمایا:

ان الله تعالیٰ قد غفر لجمیعهم واوجب لهم الجنة فی کتابه محسنهم ومسیئهم

''بلاشبہ رب تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں تمام صحابہ کی مغفرت فرما دی ہے اور ان کے لئے جنت کو واجب

کر دیا ہے۔"عام ازیں کہ ان کے محسنین ہوں یا خطاء اجتہادی والے۔

میں نے عرض کیا:

"قرآن مجید کے کس مقام پر ان کے لئے جنت کا واجب قرار دی گئی ہے؟"

تو آپ نے (از حیرانگی) فرمایا:

سبحان اللہ!

"کیا تو نے رب تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟

السابقون الاولون

"اچھی طرح جان لو کہ"

انه تعالیٰ اوجب لجميع اصحاب النبی ﷺ الجنة والرضوان وشرط علی التابعین شرط

"رب تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو جنت اور اپنی رضا سے نواز رکھا ہے اور ان کی پیروی کرنے والوں پر ایک شرط مقرر کر دی۔"

میں نے عرض کیا:

"وہ شرط کیا ہے؟"

فرمایا:

"یہ کہ وہ بھلائی کے ساتھ ان کی اتباع کریں، اس طرح کہ ان کے اعمال حسنہ میں ان کی اقتداء کی جائے اور ان کے خلاف اولیٰ اعمال میں اقتداء نہ کی جائے۔ (یعنی آپس کی جنگوں کے معاملات میں پڑنے سے گریز کیا جائے)"

یا یوں کہا جائے کہ:

ان یتبعوھم باحسان فی القول، و ان لایقولوا فیھم سوء، وان لایوجھوا الطعن فیما اقدموا علیہ

''گفتگو کرنے میں بھلائی سے اقتداء کی جائے یعنی ان کے اقدامات کی وجہ سے ان پر طعن و تشنیع نہ کی جائے۔''

حمید بن زیاد کہتے ہیں:

''(محمد بن کعب قرظی کا یہ جواب سن کر مجھے یوں لگا کہ)

فکانی ماقرات ھذہ الایۃ قط

''گویا کہ یہ آیت کریمہ میں نے کبھی پڑھی ہی نہیں۔''

(تفسیر روح المعانی ج۶،ص۱۱، تفسیر کبیر ج۶،ص۱۲۹، تفسیر درمنثور ج۴،ص۲۴۷، تفسیر بغوی ج۲، ص۳۱۹، تفسیر مظہری ج۳،ص۳۵۲، وغیرہا)

جس کو قرآن پڑھ کے بھی تمام صحابہ کا جنتی ہونا سمجھ نہ آئے گویا اس نے قرآن پڑھا ہی نہیں:

اس روایت میں مذکور حمید بن زیاد کے قول ''فکانی ماقرأت ھذا الایۃ قط'' سے ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو قرآن پڑھ کے بھی تمام صحابہ کا جنتی ہونا سمجھ نہ آئے وہ سمجھ لیں کہ انہوں نے قرآن کو پڑھا ہی نہیں ہے۔

''مِن'' کے بیانیہ ہونے والی تفسیر ہی راجح ہے:

تفسیر کبیر اور تفسیر روح المعانی کی عبارات ''و کثیر من الناس ذھبوا الی ھذا القول'' سے ثابت ہوتا ہے کہ یہی قول راجح ہے۔

اس کے راجح ہونے پہ دوسرا قرینہ یہ بھی ہے کہ اس صورت میں یہ بغیر

کسی اشکال کے سورۂ حدید کی آیت ۱۰ کے ہم معنی قرار پاتی ہے۔

نتیجہ کلام:

زیر بحث آیت میں کلمہ ''من'' خواہ تبعیضیہ ہو خواہ بیانیہ ہو دونوں صورتوں میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آیت ہذا کے انعامات کے مستحق و مصداق قرار پاتے ہیں۔

فرق بس اتنا سا ہے کہ اگر ''مِنْ ''تبعضیہ ہوتو سابقین اولین کی فضیلت کے حاملین سے مراد مخصوص صحابہ ہوں گے مگر ''ان الذين سبقت لهم منا الحسنى'' کا انعام سب کے لئے ہو گا جیسا کہ آیت حدید میں ''اعظم درجةً'' کی فضیلت کے حاملین تو فتح مکہ سے قبل والے صحابہ تھے لیکن ''وكلا وعدالله الحسنیٰ'' کا انعام سب کے لئے تھا۔

اس کی تائید میں امام اہلسنّت الامام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ملاحظہ ہو:

آپ رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث آیت کریمہ کی تفصیل تفسیر بیان کرنے کے بعد نتیجۃً فرماتے ہیں:

''فيه (دلالة) جواز تقليد الصحابة والاتباع (لهم) والاقتداء بهم لانه مدح عزوجل من اتبع المهاجرين والانصار بقوله "والذين اتبعوهم باحسان ثم اخبر عن جملتهم ان الله راض عنهم (دل) ان التقليد لهم لازم والاقتداء واجب و اذا اخبروا بخبر اوحدثوا بحديث يجب العمل به ولا يسع تركه

''اس آیت کریمہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید ان کی اتباع

اور اقتداء کرنے کے جواز پر دلیل ہے۔ اس لئے کہ رب تعالیٰ نے اپنے اس قول "والذین اتبعوھم باحسان" میں مہاجرین و انصار کی اتباع کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ پھر رب تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے خبر دی ہے کہ وہ ان سب سے راضی ہے، (رب تعالیٰ کا یہ خبر دینا) دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام کی تقلید لازم اور ان کی اقتداء واجب ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کوئی خبر دیں یا حدیث بیان کریں تو اس پر عمل کرنا واجب ہے، اس کو ترک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔" (تفسیر تاویلات اہلسنت والجماعۃ ج۵، ص۴۶۱)

زیر بحث آیت کی فیصلہ کن تفسیر:

مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت سے حاصل ہونے والے فوائد کے تحت لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ سے چند فوائد حاصل ہوئے:..........

"تیسرا فائدہ: کوئی مسلمان کسی درجہ پر پہنچ کر صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ وہ حضرات سابقین اولین ہیں، تا قیامت تمام اقسام کے مومنین ان کے تابع ہیں۔ یہ اس آیت کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ جبکہ "والذین اتبعو" سے تا قیامت مومنین مراد ہیں۔"

آٹھواں فائدہ: تا قیامت وہی مسلمان حق پر ہیں جو حضرات صحابہ یعنی مہاجرین و انصار کے پیرو کار ان کے ثنا خوان ان کا ذکر خیر سے کرنے

والے ہیں۔ یہ فائدہ ''والذین اتبعوھم '' کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جب رب تعالیٰ حضرات صحابہ کے غلاموں پیروکاروں سے راضی ہے تو خود ان سے کتنا راضی ہوگا۔ لہٰذا روافض وخوارج باطل پر ہیں۔

نواں فائدہ: سارے صحابہ عادل، ثقہ، متقی ہیں ان میں کوئی فاسق نہیں، یہ فائدہ ''رضی اللہ عنھم '' سے حاصل ہوا، دوسری جگہ فرماتا ہے، وکلاوعداللہ الحسنیٰ ''

جو تاریخی واقعہ ان کا فسق ثابت کرے وہ جھوٹا ہے قرآن سچا ہے۔

(تفسیر نعیمی ج۱۱، ص۲۹۔۳۰، تفسیر نور العرفان ص ۳۲۲۔۳۲۳)

سابقین صحابہ کا سچا پیروکار وہی مسلمان ہے جو کسی بھی صحابی پر طعن و تشنیع نہ کرے:

ہماری اس تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قیامت تک صرف اور صرف وہی سچے اور برحق مسلمان اور سابقین اولین کے مخلص پیروکار ہوں گے جو کسی بھی صحابی پر طعن و تشنیع نہ کریں بلکہ سب کے بارے خوش اعتقادی رکھنے والے ہوں۔

حضرت امام عطاء رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

الذین اتبعوھم باحسان ھم یذکرون الصحابة بالترحم والدعاء

''یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھلائی کے ساتھ اتباع کرنے والے صرف وہ لوگ ہیں جو (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جب بھی ذکر کرتے ہیں) تو ان کے لئے رب سے رحم و رضا مندی کی دعا کرتے ہیں (یعنی رضی اللہ عنہم اور رحمۃ اللہ علیہم وغیرہا کلماتِ توصیفیہ، دعائیہ استعمال کرتے ہیں)۔ (تفسیر مظہری ج۳، ص ۵۲، تفسیر بغوی ج۲، ص۳۱۹)

اس بابت تفسیر نعیمی اور امام محمد بن قرظی کی تصریحات ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

آیت ہذا کے ضمن میں قاری ظہور کے پیش کردہ اشکالات کا رد بلیغ:

قاری ظہور نے سورہ توبہ کی زیر بحث آیت کی بھی من چاہی و بے سروپا تفسیر اور کچھ احادیث کی غلط تشریح کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی ہے۔ بتوفیقہ تعالیٰ اب اس کے ان دلائل و اشکالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں تاکہ ہمارے قارئین مزید جان سکیں کہ موصوف ''ریسرچ اسکالر'' کے نام پہ کتنا بڑا دھبہ ہے۔

اس آیت میں تین طبقات کا ذکر ہے اور فتح مکہ کے بعد والے صحابہ ''اتبعوھم'' میں شامل نہیں ہیں (قاری موصوف):

موصوف فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کو ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' جیسے انعامات ربانی سے خارج قرار دیتے ہوئے پہلی دلیل یوں پیش کرتے ہیں:

''دراصل اس آیت میں تین طبقات کا ذکر ہے۔

۱۔ مہاجرین ۲۔ انصار

۳۔ نیکی میں ان دونوں کی پیروی کرنے والے

اس آیت میں جس تیسرے طبقہ کا ذکر ہے اس کے لئے رضائے الٰہی اور جنت کو مہاجرین و انصار کی۔ اتباع بالاحسان سے مشروط کیا گیا ہے لہٰذا جو لوگ مہاجرین و انصار کے بعد طوعاً و کرہاً اسلام لائے اور ان کی اتباع سے محروم رہے وہ تیسرے طبقہ میں شامل نہیں۔'' (صلح الامام الحسن ص ۱۰۲۔۱۰۳)

جواب نمبر ا:

آیت ہذا میں تین طبقات نہیں، دو طبقات یعنی صحابہ وغیرہ صحابہ کا ذکر ہے:

موصوف کی یہ تقسیم ہی غلط ہے کہ آیت ہذا میں تین طبقات کا ذکر ہے:

۱۔ مہاجرین

۲۔ انصار

۳۔ نیکی میں ان دونوں کی پیروی کرنے والے۔

اس لئے کہ ہم کثیر تفسیری حواجات سے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت ہذا میں دو طبقات یعنی صحابہ و غیر صحابہ صلحا کا ذکر ہے۔ "مِنْ" کے بیانیہ ہونے کی صورت میں تو بالکل واضح ہے کہ سابقین اولین سے مراد جمیع صحابہ ہوں گے اور "الذین اتبعوھم باحسان" سے مراد غیر صحابہ صلحاء ہیں اور "مِنْ" کے تبعیضیہ ہونے کی صورت میں بھی "ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ" کے لحاظ سے جمیع صحابہ طبقہ اولیٰ میں ہوں گے اور "اتبعوا" سے مراد غیر صحابہ صلحاء ہوں گے۔ لیکن اس صورت میں سابقین مہاجرین و انصار اعظم درجۃ کی مانند فضیلت کے حامل ہوں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ "مِنْ" کے دونوں معانی کے لحاظ سے آیت کریمہ میں دو طبقات کا ذکر ہے۔

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۲۔ غیر صحابہ صلحاء

جواب نمبر ۲:

فتح مکہ کے بعد والے صحابہ بھی آیت میں شامل ہیں:

موصوف کا یہ کہنا کہ "فتح مکہ کے بعد والے صحابہ سابقین کی اتباع سے محروم رہے اور وہ "اتبعوھم" میں بھی شامل نہیں ہیں (خلاصہ عبارت)

یہ ایک دم باطل اور مردود ہے، اس لئے کہ ہم پیشگی دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ "ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ" اور رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ وغیرہا کرامات کے اول تا آخر جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مستحق ہیں۔

موصوف کے کذاب اور مفتری بر قرآن ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آج تک کسی بھی مستند مفسر نے نہ ہی اس جیسی آیت ہذا کی تفسیر کی ہے اور نہ ہی کسی ایک صحابی کو بھی جنت و رضائے الٰہی کے مستحق ہونے سے خارج قرار دیا ہے۔

مگر ادھر کتنی بڑی دیدہ دلیری ہے کہ کسی ایک صحابی نہیں بلکہ مہاجرین و انصار کے بعد والے ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہ صرف ان انعامات الٰہیہ سے غیر مستحق قرار دے دیا بلکہ یہاں تک زہر افشانی کر ڈالی کہ وہ صحابہ سابقین کی اتباع سے محروم رہے اور ''اتبعوا'' میں بھی شامل نہ ہو سکے۔ ایسے لوگوں کی ان افتراء پردازیوں پر ہم یہ ہی کہہ سکتے ہیں:

لعنۃ اللہ علی شرکم

''تمہارے شر پہ اللہ کی لعنت ہو۔''

تمام مہاجرین و انصار صحابہ بھی رضائے الٰہی اور جنت کے مستحق نہیں ہیں، کیونکہ ''مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَار'' میں ''مِنْ'' تبعیضیہ ہے:

پھر بے شرمی و بد عقیدگی کی حد دیکھیں کہ تمام مہاجرین و انصار صحابہ کے بھی رضائے الٰہی و جنت کے حقدار ہونے کا انکار کر ڈالا، اس کی عبارت یہ ہے:

> ''رہے اولین دو طبقے یعنی مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم تو وہ بھی تمام کے تمام رضائے الٰہی اور جنت کے مستحق نہیں ہیں بلکہ فقط وہ مہاجرین و انصار مستحق ہیں جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا۔ کیونکہ ''مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ میں لفظ ''من'' تبعیضیہ ہے، لہٰذا معاذ اللہ اگر کوئی مہاجر یا انصاری خاتمہ بالایمان سے محروم رہا ہو تو وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہوگا۔'' (صلح الامام الحسن ص ۱۰۳)

جواب نمبرا:

"من کے تبعیضیہ ہونے کے باوجود بھی صرف مہاجرین وانصار ہی نہیں بلکہ اول تا آخر تمام صحابہ رضائے الٰہی و جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں:

زیر بحث آیت کی تفسیر کے تحت ہم براہین قاطعہ سے ثابت کر چکے ہیں کلمہ "من" کے تبعیضیہ ہونے کے باوجود بھی تمام کے تمام صحابہ جنتی قرار پاتے ہیں۔

پھر غور طلب امر یہ ہے کہ موصوف نے اپنے اس جاہلانہ دعوے اور ادھوری دلیل کہ "من تبعیضیہ ہے۔" پر کسی بھی معتبر مفسر کا کوئی ایسا حوالہ نہیں پیش کیا کہ جس میں "من" کو تبعیضیہ قرار دیتے ہوئے تمام مہاجرین و انصار کے رضائے الٰہی و جنت کے مستحق ہونے سے انکار کیا گیا ہو۔

کیونکہ یہ بات موصوف بھی جانتے تھے کہ وہ جس تفسیر کی طرف بھی رخ کریں گے منہ کی کھانی پڑے گی۔

جواب نمبر ۲:

موصوف اپنے ہی بیان کردہ ضابطے کی روشنی میں غلطی کے مرتکب قرار پاتے ہیں:

موصوف نے ایک مقام پر قاضی شوکانی اور نواب صدیق کی اس لئے تردید وتغلیط کی کہ انہوں نے الکوثر کو ایک ہی معنی میں بند کر دیا تھا۔

ملاحظہ ہو:

"ان احادیث مبارکہ اور علماء اسلام کی تصریحات کو مدنظر رکھا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح قاضی صاحب اور نواب صاحب

نے لفظ "الکوثر" (جس کی وسعتوں کا اندازہ کرنا ہی ممکن نہیں) کو ایک ہی معنی میں بند کر کے رکھ دیا۔" (انوار العرفان ص ۶۲۵)

ہم کہتے ہیں "الکوثر" کو دیگر معانی کے ہوتے ہوئے ایک معنی میں بند کرنا اگر غلط بلکہ یقیناً غلط ہے اور اس کے قائلین بلاشبہ تردید وتغلیط کے مستحق ہیں۔

مگر جناب بندہ! یہ جرم تو آپ بھی کئے بیٹھے ہیں، بلکہ ان سے بھی بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے اس لئے کہ انہوں نے تو صرف لفظ کو ایک معنی میں بند کیا تھا۔ تم نے تو نہ صرف یہ کہ "من" کو ایک ہی معنی (تبعیضیہ ہونے) میں بند کیا ہے بلکہ اس کے اس دوسرے معنی (اس کا بیانیہ ہونا) کو یکسر ہی چھوڑ دیا ہے جسے تقریباً ہر مفسر نے بیان کیا اور وہ تھا بھی "راجح" جیسا کہ ہم تفصیلاً ثابت کر چکے ہیں۔

جواب نمبر ۳:

"من" کے بیانیہ ہوے کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور موصوف نے اس تفسیر کو ٹھکرا کر حضرت ابن عباس کی تغلیط اور فیضان نبوی کی تکذیب کا ارتکاب کیا ہے:

ہم یہ پہلے بھی حوالہ پیش کر چکے ہیں "من" کے بیانیہ ہونے کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بار دیگر ملاحظہ ہو:

"تفسیر زاد المسیر میں "السابقون الاولون" کی بابت چوتھے قول کے تحت فرمایا:

انهم اصحاب رسول الله ﷺ حصل لهم السبق الصحبة

"اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ہیں (اس لئے کہ) انہیں صحبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سبقت میسر آئی ہے۔" (زیر آیت السابقون الاولون)

پھر چند سطور کے بعد فرمایا:

''والذین اتبعوهم باحسان'' من قال: ان السابقین جمیع الصحابة. جعل هوءلاء تابعی الصحابة وهم الذین لم یصحبوا رسول الله ﷺ وقدروی عن ابن عباس أنه قال: والذین اتبعوهم باحسان الی ان تقوم یوم القیامة

''رب تعالیٰ کا فرمان: والذین اتبعوهم باحسان'' جن مفسرین نے یہ کہا کہ سابقین سے مراد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ انہوں نے ''اتبعوا سے مراد صحابہ کرام کے پیروکار مراد لئے ہیں اور ان (پیروکاروں) سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو صحبت نبوی میسر نہیں آئی، (اس کی تائید وہ روایت کرتی ہے جو) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

''اتبعوهم'' سے مراد قیامت تک کے وہ صلحاء ہیں جو بھلائی کے ساتھ صحابہ کی اتباع کرنے والے ہیں۔''

(بمرجع سابق)

اور موصوف قاری یہ ضابطہ خود بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو ٹھکرانا فیضان نبوی کی تکذیب کرنا ہے۔

ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں صاحبان (قاضی شوکانی اور نواب صدیق) نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تفسیر کو باطل ٹھہرا کر فیضان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے۔'' (انوار العرفان ص ۲۳۵)

ہم کہتے ہیں ''من'' کے بیانیہ ہونے اور سابقین میں تمام صحابہ کے شامل ہونے کی تفسیر بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کو ٹھکرا کر تم نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تغلیط اور فیضان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے۔

رضائے الٰہی اور جنت کے مستحق فقط وہ مہاجرین وانصار صحابہ ہیں جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا (قاری ظہور):

موصوف لکھتے ہیں:

''رضائے الٰہی اور جنت کے مستحق فقط وہ مہاجرین و انصار ہیں جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا۔'' (صلح الامام الحسن ص ۱۰۳)

جواب:

سب صحابہ کا خاتمہ ایمان پر ہی ہوا ہے، کیونکہ رب نے انہیں ازل سے ہی اپنی رضا اور جنت کے وعدے سے نواز رکھا ہے:

موصوف نے جو ضابطہ بیان کیا ہے ہمیں اس سے سو فیصد اتفاق ہے اس لئے کہ رب تعالیٰ نے ازل میں ہی یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ تمام صحابہ کو اپنی رضا اور جنت سے نوازے گا، یہ اس لئے بھی ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جن سے رضا و جنت کا وعدہ ''لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد'' والا رب فرما چکا ہو ان ذوات قدسیہ کا خاتمہ بالخیر نہ ہوا ہو؟؟؟ ویسے بھی خاتمہ و انجام کا معاملہ خالصتاً بندے اور اس کے رب کے مابین ہے۔ اس پر رائے زنی کرنے کی کسی دوسرے کی کیا مجال ہو سکتی ہے؟ ہاں بطور مسلمان جو ہماری ذمہ داری بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے:

ظنوا المومنین خیرا

''ایمان والوں کے بارے اچھا گمان رکھو۔''

(تفسیر در منثور ج۱۰،ص۶۷۶،معجم کبیر ج۱۶،ص۴۹۷)

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف مومن ہی نہیں بلکہ بعد از انبیاء سب سے بڑے مومن ہیں۔ اس لئے ان کے بارے اچھا گمان رکھنا تو بدرجہ اولیٰ حق رکھتا ہے۔ معہذا ان کے جنتی ہونے پر قرآن وحدیث کی کئی نصوص بھی موجود ہیں۔

اگر تو موصوف قاری کے پاس کوئی ایسی قطعی دلیل ہو کہ جس سے بالصراحت ثابت ہوتا ہو کہ فلاں فلاں صحابی رسول کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا تو وہ دلیل پیش کریں۔ اگر ایسی کوئی دلیل نہیں تو صحابہ کو چھوڑیں اپنے ایمان کی فکر کریں اور وہ کوئی ایک بھی ایسی دلیل نہیں پیش کر سکتے کیونکہ صحابی کہتے ہی اسے ہیں جس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوا ہو۔

بعض اوّلین مہاجرین صحابہ خاتمہ بالایمان سے محروم رہے ہیں، جیسے عبیداللہ بن جحش (قاری ظہور):

موصوف اپنے دعوے پہ بے محل دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یقیناً بعض اولین مہاجرین ایمان سے محروم ہو گئے تھے۔ مثلاً حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (رملہ بنت ابی سفیان) کا سابق شوہر عبید اللہ بن جحش ان اولین مہاجرین میں سے ہے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی مگر وہاں جا کر اس نے نصرانیت اختیار کر لی تھی اور مرتد ہو گیا تھا۔'' (صلح الامام الحسن ص ۱۰۳)

جواب:

موصوف کی طرف سے عبیداللہ بن جحش کی مثال پیش کرنا درست نہیں:

موصوف کی طرف سے عبیداللہ بن جحش کا نام ذکر کرنا درست نہیں ہے،

اس لئے کہ بقول موصوف کے اگر وہ مرتد ہو گئے تھے تو پھر وہ زمرۂ صحابہ سے خارج ہو گئے تھے۔

اور ہماری بحث خاص کر کے صحابہ کے بارے ہے۔!

پھر یہ بات بھی مسلم ہے کہ جب بھی لفظ ''مہاجرین'' یا ''انصار'' بولا جاتا ہے۔ اس سے صرف اور صرف اصحاب رسول ہی مراد ہوتے ہیں اور ''صحابی'' کہتے ہی اس ہستی کو ہیں کہ جس نے حالت ایمان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور حالت ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا ہو جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا:

من لقی النبی ﷺ مومنا به ومات علی الاسلام

''جس نے حالت ایمان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور ایمان پر ہی اس کا وصال ہوا وہ صحابی ہے۔''

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ۔ ج۱،ص۷)

اس طرح موصوف کے استاد علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح تعریف کی ہے، ان کا مکمل حوالہ ہم اپنے مقدمہ کے شروع میں نقل کر آئے ہیں۔

بلکہ یہی تعریف خود موصوف نے بھی کی ہے۔

ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

''غور فرمایئے کہ ہر وہ شخص جو اعلان نبوت کے بعد ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرے اور پھر ایمان پر اس کا خاتمہ ہو تو وہ صحابی ہے۔''

(شرح اسنی المطالب ص۱۴۹، الطبعۃ الخامسۃ)

تمام صحابہ کو جنتی قرار دینا عدم تدبر پر مبنی اور معاویہ کا ناجائز دفاع کرنا ہے (قاری ظہور):

موصوف ساری امت کے مفسرین بلکہ صحابہ بلکہ قرآن و صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تردید و تغلیط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''معلوم ہوا کہ ان دو آیات (فتح ۱۸: توبہ:۱۰۰) آیات یا کسی بھی آیت اور صحیح حدیث سے تمام کے تمام صحابہ کو جنتی قرار دینا یا تو عدم تدبر پر مبنی ہے یا پھر بعض بغاۃ وطلقاء (معاویہ) کو ناجائز (Secure) کرنا اور تحفظ دینا مقصود ہے۔ (صلح الامام الحسن ص ۱۰۳)

جواب:

موصوف نے صحابہ سمیت ساری امت بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عدم تدبر کا شکار اور ناجائز کام کے مرتکب قرار دے دیا۔ نعوذ باللہ:

موصوف کو یہ جملہ لکھتے ہوئے کچھ تو خوف خدا سے کام لینا چاہئے تھا، یہ لکھتے ہوئے زرہ بھر نہ سوچا کہ ان کا یہ رافضیت کے زہر سے آلودہ تیر کس کس کو نشانہ بنائے گا؟

اگر نہیں سوچا تو ہم بتا دیتے ہیں کہ ان کے اس ملحدانہ فتوے کی زد میں۔ تمام علماء فقہاء، محدثین، مفسرین، مجتہدین اولیاء، کاملین، تبع تابعین، صحابہ، ساری امت، بلکہ قرآن و صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ رب تعالیٰ کی ذات بھی آتی ہے۔

اس لئے کہ تمام صحابہ کا جنتی ہونا اور اُن کا دفاع کرنا، خود قرآن و احادیث سے ثابت ہے اور ہر دور کے علماء و عوام اسلام نے یہی عقیدہ رکھا اور

ع

وہ ظالم نگاہیں خدا کی پناہ
جدھر اٹھ گئیں فیصلہ ہو گیا

صحابہ میں کچھ منافق صحابہ بھی تھے۔ (قاری ظہور):

موصوف نے ہرزہ سرائی کرتے ہوئے منافقین کو بھی صحابہ قرار دے دیا۔ معاذ اللہ

ملاحظہ ہو:

"صحابی ہو یا غیر صحابی ہر ایک کا معاملہ "الاعمال بالخواتیم" یعنی انجام کے مطابق ہی ہوگا، ورنہ وہ بھی صحابہ ہی ہوں گے۔ جنہیں حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا اور وہ بھی صحابہ ہی تھے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔"

فی اصحابی اثنا عشر منافقا فیھم ثمانیة لایدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط

"میرے صحابہ میں بارہ منافق ہیں۔ ان میں آٹھ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو۔" (صلح الامام الحسن ص ۱۰۴۔ ۱۰۳، بحوالہ مسلم)

جواب نمبر ۱:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی بھی منافق نہ تھا، حوض کوثر سے مرتدین کو دھتکارا جائے گا، نہ کہ صحابہ کو:

موصوف کے قلم باطل ہی کا کمال ہے کہ پل بھر میں صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہے جسے چاہتے ہیں غیر صحابی اور دوزخی قرار دے دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں مرتدین و منافقین کو بھی صحابی قرار دے دیتے ہیں۔

جہاں تک حوض کوثر سے دھتکارے جانے والے لوگوں کا تعلق ہے تو ان سے بھی ہرگز ہرگز اصطلاحی و حقیقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد نہیں ہیں بلکہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو بعد میں مرتد ہو گئے تھے اور ان کے لئے صرف لغوی اعتبار سے اس لفظ کا استعمال کیا گیا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے اندر ''باب فی الحوض'' کے تحت اس مضمون کو حدیث نمبر ۶۵۷۶، ۶۵۸۲ اور ۶۵۸۴ میں اجمالی طور پر بیان کیا ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میرے حوض پہ کچھ لوگوں کو مجھ پر ظاہر کیا جائے گا اور انہیں حوض کوثر سے دور کر دیا جائے گا۔ یا انہیں یہ کہا جائے گا دور ہٹو دور ہٹو، تو میں عرض کروں گا۔''

اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھیوں میں شامل تھے تو جواب دیا جائے گا۔ آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا تھا؟

پھر حدیث نمبر ۶۵۸۵، ۶۵۸۶، ۶۵۸۷ اور ۶۵۹۳ میں اس کی تفصیل بیان کر دی گئی کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا تھا، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

انهم ارتدوا علی ادبارهم القهقریٰ

''بے شک یہ لوگ اپنے الٹے پاؤں پھر کر مرتد ہو گئے تھے۔''

تو جب ''تفسیر الحدیث بالحدیث'' کے تحت صراحتاً ثابت ہو چکا کہ حوض کوثر سے دھتکارے جانے والے وہ لوگ ہوں گے جو مرتد ہو گئے تھے اور مرتد وہ ہوتا ہے جو دین اسلام چھوڑ کر کوئی اور دین قبول کر لے اور اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہو تو پھر مرتدین کو زمرۂ صحابہ میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے ہے، حالانکہ بقول موصوف کے بھی صحابی کی تعریف یہ ہے:

"ہر وہ شخص جو اعلان نبوت کے بعد ایمان کے ساتھ حضور ﷺ سے ملاقات کرے اور پھر ایمان پہ اس کا خاتمہ ہو تو وہ صحابی ہے۔" (شرح اسنی المطالب ص۱۴۹)

ثابت ہوا کہ مرتدین کو بھی صحابہ قرار دینا یہ موصوف کی غوایت وحماقت اور سفاہت وضلالت کا نتیجہ اور نبی کریم ﷺ کی ذات پر بہت بڑا بہتان ہے۔

جواب نمبر ۲:

"فِيْ اَصْحَابِيْ اِثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا" سے مراد بھی پکے منافق ہیں نہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

موصوف نے صحیح مسلم کی حدیث کے ذریعے بھی روافض کی مکمل ترجمانی کرتے ہوئے دھوکہ دہی اور غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

اس لئے کہ اس حدیث میں بھی حقیقی و اصطلاحی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد نہیں ہیں بلکہ بمعنی ساتھی، یا اصحاب کو منسوب لوگ یعنی منافقین مراد ہیں جو ظاہری طور پر تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہتے تھے لیکن باطنی طور پر پکے کافر تھے، اس پر درج ذیل دلائل پوری صراحت سے دلالت کرتے ہیں:

دلیل نمبر ۱:

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو جس عنوان کے تحت لے کر آئے آپ نے اس کا عنوان یوں قائم فرمایا ہے:

باب صفات المنافقین واحکامھم

"یعنی منافقوں کی صفات اوران کے احکام کا باب۔"

جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اس باب میں صحابہ کا نہیں بلکہ منافقین کا ذ

کر ان کی صفات اور ان کے احکام بیان کئے جائیں گے۔

دلیل نمبر ۲:

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

اما قوله ﷺ فی اصحابی فمعناه الذین ینسبون الی صحبتی کما قال فی الروایة الثانیة ''فی امتی''

''بہر کیف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ''فی اصحابی'' تو اس کا معنی ہے وہ لوگ جو (لغوی طور پر) میری صحبت کو منسوب ہیں جیسا کہ آپ نے ایک دوسری روایت میں فرمایا ہے: ''فی امتی (یعنی میری امت میں بارہ منافق ہیں)۔'' (شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۶۹)

یونہی امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

فی اصحابی الذین ینسبون الی صحبتی وفی روایة ''فی امتی'' وهو اوضح المراد

''فی اصحابی یعنی وہ (منافق) لوگ جو میری صحبت کو منسوب ہیں اور ایک اور روایت میں ہے ''فی امتی'' (یعنی میری امت میں) یہی معنی زیادہ واضح المراد ہے۔'' (فیض القدیر ج ۴، ص ۴۵۴)

محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ کی ان تشریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ''فی اصحابی'' کے ذریعے جن لوگوں کی بات کی جا رہی ہے وہ منافقین ہیں، بلکہ دوسری روایت میں ''فی امتی'' کے الفاظ کا آنا پھر محدثین کا یہ فرمانا کہ ''وهو اوضح المراد'' تفسیر الحدیث بالحدیث کے طور پر ثابت کرتا ہے کہ فی اصحابی بمعنی ''فی امتی'' کے ہے تو جس طرح منافقین کا امت میں ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

پر طعن کو لازم نہیں کرتا اسی طرح منافقین کے لئے ''فی اصحابی'' بمعنی ''فی امتی'' کے الفاظ کا آنا بھی ہرگز ہرگز طعن کا باعث نہیں ہوسکتا۔''

دلیل نمبر ۳:

موصوف کے استاد علامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان تشریحات سے ماخوذ اس حدیث کا یوں ترجمہ کیا ہے:

''جو لوگ میرے صحابہ کی طرف منسوب ہیں ان میں بارہ منافق ہیں۔ (شرح صحیح مسلم ج ۷، ص ۵۷۶)

یاد رہے یہ وہ ہی شرح مسلم ہے جس پر تقریظ لکھتے ہوئے موصوف نے اس کی توصیف و تحسین کرتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے:

''اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اس نے شرح صحیح مسلم کی صورت میں ہمیں عظیم نعمت عطا فرمائی۔''

(شرح صحیح مسلم ج ۴، ص ۴۶۔۴۵)

دلیل نمبر ۴:

یہ بات تو باقاعدہ احادیث میں بھی پائی جاتی ہے کہ منافقین کے لئے (لغوی طور پر) ''اصحابی'' یا ''اصحاب'' کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

''متفق علیہ حدیث میں ہے کہ کسی موقع پر ذوالخویصرہ نامی منافق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہہ دیا: یا رسول اللہ ﷺ! اعدل

''اے رسول خدا انصاف کیجئے۔''

تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر میں نہ انصاف کروں گا تو کون انصاف کرے گا؟

(یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں میں اس (منافق) کی گردن اتار دوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دعه فان له اصحابا

''اس کو چھوڑ دو، اس کے اور بھی ساتھی ہیں۔''

(یہ صوم وصلوٰۃ کے ایسے پابند ہوں گے کہ) تم میں سے کوئی ان کی نماز کے سامنے اپنی نماز کو اور ان کے روزے کے سامنے اپنے روزے کو حقیر جانے گا، یہ قرآن پڑھیں گے (لیکن) قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

(بخاری، حدیث نمبر ۳۶۱۰)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرمایا تھا:

معاذالله ان يتحدث الناس انى اقتل اصحابى

''اللہ کی پناہ لوگ یہ باتیں کریں گے کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کروا دیتا ہوں۔'' (مسلم، حدیث نمبر ۱۰۶۴)

یونہی رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے بارے آتا ہے کہ جب اس نے بھی اس طرح کا کوئی نازیبا جملہ بولا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں اس کی گردن بھی اڑانے کی اجازت چاہی تھی، لیکن سرکار علیہ السلام نے فرمایا تھا؟''

دعه لا يتحدث الناس ان محمد يقتل اصحابه

''اس کو چھوڑ دو (ورنہ) لوگ یہ باتیں کریں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو خود قتل کر دیتا ہے۔''

اب دیکھئے ان دونوں احادیث میں منافقین ذوالخویصرہ اور عبداللہ بن ابی کے لئے ''اصحابی'' اور ''اصحاب'' کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، تو کیا کوئی عقل کا اندھا ان کو بھی صحابہ قرار دے گا؟؟؟

موصوف نے جب زیر بحث حدیث کے صرف ظاہر کو دیکھتے ہوئے منافقین کو بھی ''صحابہ'' قرار دے دیا ہے تو شائد ان کی نظر میں عبداللہ بن ابی تو بہت بڑا صحابی ہو گا، کیونکہ اس کے لئے تو اس سے بھی آگے کے معاملات ہوئے ہیں۔ مثلاً:

(الف) اس کے کفن کے لئے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیض مبارک عطا فرمائی تھی۔
(ب) آپ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تھی۔

تنبیہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل مبارک سے اس منافق کو تو ذرہ بھر بھی فائدہ نہ ہوا، البتہ آپ کے اس حسن سلوک کی بدولت عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص صحابی تھے کی دلجوئی ضرور ہو گئی اور ایک ہزار منافقین منافقت چھوڑ کر مخلص و پکے مسلمان ہو گئے تھے۔''

(اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے شرح مسلم للسعیدی ج ۷، ص ۵۸۲ تا ۵۸۴)

دلیل نمبر ۵:

جس طرح آیت کا شان نزول ہوتا ہے اسی طرح کبھی حدیث کا بھی شان ورود ہوتا ہے (یعنی وہ وجہ وعلت کہ جس کی وجہ سے وہ فرمان جاری ہوا ہو) تو زیر بحث حدیث کا شان ورود بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث خالصتاً منافقین کے بارے وارد ہوئی ہیں نہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے۔

اس کا شان ورود یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ کچھ منافقین نے کہا کہ (موقع ملتے ہی) ہم محمد کو قتل کر دیں گے۔

تو اس کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فی اصحابی اثنا عشر منافقا

نوٹ:

جہاں تک موصوف کی اس بات کا تعلق ہے کہ "صحابی ہو یا غیر صحابی، ایک کا معاملہ" الاعمال بالخواتیم "یعنی انجام کے مطابق ہی ہوگا، تو اس پر ہم تفصیلاً گفتگو کر چکے ہیں۔

کیا عبدالرحمٰن بن عدیس، ابو الغادیہ اور بسر بن ابی ارطاۃ صحابی بھی جنتی ہیں؟ (قاری ظہور): [1]

موصوف پھر بطور خلاصہ کے لکھتے ہیں:

"خلاصہ یہ ہے کہ تمام کے تمام صحابہ کو یا صحابی کہے جانے والے ہر ہر شخص کو جنتی تصور کر لینا عدم تدبر پر مبنی ہے، حسن ظن تو اچھی بات ہے مگر ہر صحابی کو جنتی قرار دینے والے لوگوں سے پوچھئے کہ ان کے نزدیک وہ صحابہ بھی جنتی ہیں جن کو خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں ذکر کیا جاتا ہے۔ یعنی عبدالرحمٰن بن عدیس نیز بسر بن ابی ارطاۃ بھی صحابی تھا اور قاتلین عمار بن یاسر بھی صحابی تھے ان کے بارے میں کیا حکم؟ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو قتل کرنے کے لئے جو ناپاک ہاتھ استعمال ہوئے تھے وہ ایک صحابی ہی کے ہاتھ تھے اور اس شخص کا قاتل عمار ہونا مشکوک نہیں معلوم ہے اس کو ابو الغادیہ کہا جاتا ہے۔" (صلح الامام الحسن ص ۱۰۴)

---

[1] اس پر تحقیقی بحث کتاب کے آخر پر دیکھیں۔

جواب:

بالکل یہ بھی جنتی ہیں اور شرف صحابیت کے جملہ عمومی فضائل کے حامل ہیں:

بالکل یہ سب بھی جنتی ہیں اور ''صحابیت'' کے جملہ عمومی فضائل کے حامل بھی ہیں۔ اس لئے کہ جب ان کا صحابی ہونا ثابت اور تمہارے ہاں بھی مسلم ہے تو ''وکلا وعداللہ الحسنیٰ'' جیسے انعامات کے مستحق ہوں گے۔

جہاں تک ان سے صادر ہونے والے مشاجراتی معاملات کا تعلق ہے تو اس بابت ہم تفصیلی دلائل نقل کر چکے ہیں کہ وہ سب اللہ کے فضل اور صحبت نبوی کی برکت سے معاف ہو چکے ہیں۔

موصوف کو یہ سوال قائم کرنے سے قبل اس سوال پہ غور کرنا چاہئے تھا کہ کیا:

ان مشاجراتی معاملات اور لغزشوں کی وجہ سے ان صحابہ کی صحابیت قائم رہی یا زائل ہوگئی تھی؟

اگر تو اس سب کے باوجود بھی قائم رہی بلکہ یقیناً قائم رہی تو پھر ان کے صحابی ہونے کے ناطے ''**وکلا وعداللہ الحسنیٰ** ''میں شمولیت سے کوئی چیز مانع نہ رہی۔

اور اگر کوئی کہے کہ ان معاملات کی وجہ سے ان کی صحابیت زائل ہوگئی تھی تو اس پر لازم ہے کہ اپنے اس دعوے کو دلائل صحیحہ سے ثابت کرے۔

نوٹ:

حضرت عبدالرحمن بن عدیس اور حضرت ابو الغادیہ رضی اللہ عنہما کی بابت گزشتہ صفحات میں تفصیلی کلام ہو چکا ہے۔ حضرت بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے متعلق آئندہ صفحات پر گفتگو کی جائے گی۔

معاویہ کا پورا گروہ ہی قتل عمار کا ذمہ دار اور داعی الی النار ہے

(قاری ظہور):

موصوف مزید انگارہ افشانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حدیث شریف میں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قتل میں فقط معاویہ کے سپاہی ابو الغادیہ کو جہنمی نہیں کہا گیا بلکہ جس گروہ میں ابو الغادیہ تھا اس پورے گروہ کو اس ''داعی الی النار'' فرمایا گیا ہے۔ (صلح الامام الحسن ص۱۰۶)

جواب:

موصوف کی یہ بات برخلافِ حقائق اور غلط ہے:

موصوف کی یہ بات بھی برخلافِ حقائق اور غلط ہے، اس لئے کہ حدیث نبوی ''داعی الی النار'' کا صحیح مفہوم ہرگز وہ نہیں ہے جو موصوف بیان کر رہے ہیں بلکہ صحیح مفہوم وہ ہے جو ہم کئی محدثین کی شرح کی روشنی میں بیان کر چکے ہیں۔
موصوف کی یہ بات اس لئے بھی درست نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہ کے گروہ میں ان کے سمیت درجن سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ معاذ اللہ وہ سب بھی ''داعی الی النار'' قرار پائیں گے۔ حالانکہ قرآن مجید نے عمومی طور پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قیامت تک کے کلمہ پڑھنے والوں کے لئے یہ فرما کر معیارِ ایمان قرار دیا ہے کہ:
اٰمنوا کما اٰمن الناس

''یوں ایمان لاؤ جیسے دوسرے لوگ ایمان لائے۔''

(بقرہ: ۱۳)

اگر اکبر بگٹی کے قتل کا ذمہ دار وقت کے حاکم اور بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا ذمہ دار فرعون کو قرار دیا جا سکتا ہے تو پھر قتل عمار کا ذمہ دار معاویہ کو کیوں نہیں قرار دیا جا سکتا؟

(قاری ظہور):

موصوف قتل عمار کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو براہِ راست ذمہ دار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''براہ راست سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قاتل کے بارے میں تو واضح حدیث آگئی۔ کیا اس کے سربراہ اور اس کے عمل پر راضی رہنے والے کے بارے میں بھی کوئی حدیث ہے؟ اس سلسلے میں درج ذیل حدیث سے روشنی حاصل کی جا سکتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب زمین میں کوئی گناہ کیا جائے جو شخص وہاں موجود ہو اور اس گناہ کو پسند نہ کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو وہاں موجود نہ ہو اور جو وہاں سے غائب ہو اور اس گناہ پر راضی ہو تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو وہاں موجود ہو۔''

زیادہ تفصیل میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ حدیث پاک میں واضح طور پر اصول بیان فرما دیا گیا ہے:

''پس وہ شخص جو لوگوں پر حاکم ہے وہ راعی ہے اور اور وہ اپنی
رعایا کے متعلق جواب دہ ہو گا۔ سو تم میں سے ہر شخص راع
ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے باز پرس ہو گی۔''

.........بتایئے نواب محمد اکبر بگٹی مرحوم کا قتل تو سپاہیوں کے ہاتھوں سے ہوا مگر اس کی FIR اس دور کے حاکم کے خلاف کیوں درج کرائی گئی؟ اس لئے کہ ریاستی قتل میں عقلاً اور نقلاً اصل قاتل سربراہ مملکت ہی ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل کے بچوں کو فرعون کے سپاہی قتل کرتے تھے مگر اللہ جل شانہ نے اصل قاتل فرعون کو قرار دیا۔ (خلاصہ صلح الامام الحسن ص ۱۰۶۔۱۰۵)

جواب:

موصوف کا یہ خیال باطل اور قیاس، قیاس مع الفارق ہے:

موصوف کا قلم یہاں پر بھی ٹھوکر کھا گیا ہے یا پھر جان بوجھ کر بغض صحابہ کی زد میں بہہ گیا ہے۔

اس لئے کہ اولاً تو روایت ''قاتل عمار وسالبہ فی النار ''ضعیف اور نا قابل استدلال ہے اور اگر صحیح اور قابل استدلال بھی ہوتی ہے تو بھی حضرت ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کا جہنمی ہونا ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ نص قرآنی ''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ'' انہیں جنتی قرار دے رہی ہے۔ لہٰذا اس تقابل و تضاد کی وجہ سے حدیث کو چھوڑ کر اس نص قرآنی سے ہی استدلال کیا جائے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے گزشتہ صفحات پہ ہماری کی گئی تفصیل ملاحظہ ہو:

تو جب بقول تمہارے معین کردہ جو صحابی ہیں وہی دوزخی نہ قرار پائے تو پھر اس وجہ سے، ان کے سارے گروہ یا سربراہ گروہ کو ذمہ دار قرار دیتے ہوئے دوزخی قرار دینا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

ثانیاً اکبر بگٹی کے قتل پہ قیاس کرنا بھی ذرا بھر درست نہیں ہے۔ اس

لئے کہ یہ قتل خالصتاً سیاسی و ملکی معاملات کی وجہ سے تھا۔ جبکہ جنگ صفین میں شریک دونوں طرف کے حضرات اپنے اپنے اجتہاد پر عمل پیرا تھے۔ اگر چہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور دوسری جانب کے حضرات اجتہادی خطا پر تھے۔

اور اگر بقول تمہارے بغیر کسی بھی استثناء کے ریاستی قتل میں عقلاً نقلاً اصل قاتل سربراہ مملکت ہی ہوتا ہے تو دل پہ ہاتھ رکھ کر بتائے کہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار اور اصلی قاتل کون قرار پائے گا؟؟

کسی کو جنتی قرار دینے کے لئے قرآن وسنت سے دلیل کا ہونا ضروری ہے (قاری ظہور):

موصوف ایک ضابطہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کسی طبقہ یا فرد کو جنت نصیب ہونے پر یا اسے بہشتی خیال کرنے پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا، لیکن اس دنیا میں کسی کا نام لے کر اسے جنتی قرار دینے کے لئے قرآن وسنت سے کسی دلیل کا ہونا ضروری ہے۔" (صلح الامام الحسن ص ۱۰۰)

جواب:

بالکل ٹھیک، مگر یاد رہے قرآن وسنت نے تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر کئی دلائل پیشگی ہی بیان فرما دیئے ہیں:

موصوف نے جو ضابطہ بیان کیا ہے ہمیں اس سے ایک سو ایک فیصد اتفاق ہے، مگر یہ بات بھی یاد رہے کہ قرآن وسنت نے تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر درجنوں دلائل بیان فرما دیئے ہیں۔ مثلاً:

سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۰، سورہ انبیاء کی آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۳، اور سورۂ توبہ کی آیت ۱۰۰ وغیرہا۔

یونہی حدیث ''لا تمس النار مسلما رانی '' وغیرہ

لقد رضی اللہ عن المومنین (الفتح:۱۸) آیت سے استدلال کرتے ہوئے بیعت رضوان میں شامل تمام صحابہ کو جنتی قرار دینا درست نہیں ہے: (قاری ظہور):

تمام صحابہ کے جنتی ہونے کی نفی پر موصوف مزید دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''یاد رکھنا چاہئے کہ صحیح احادیث سے نام زدشدہ کسی فرد کو جنتی قرار دینا الگ بات ہے اور جماعت یا طبقات کے لئے جنت کی بشارت کا ہونا الگ بات ہے۔ جب کسی فرد کو جنتی قرار دیا گیا تو اس فرد کو جنتی ماننا لازم ہے، لیکن نام لئے بغیر کسی طبقہ یا جماعت کا ذکر کیا گیا تو پھر اس طبقہ یا جماعت کے ہر شخص کے خاتمہ کا اعتبار ہو گا، قرآن مجید میں متعدد ایسی آیات ہیں جن میں طبقات اور جماعت کے لئے اجر عظیم اور جنت کی بشارت کا ذکر ہے اور عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ اس جماعت یا طبقہ کے ہر ہر فرد کا جنتی ہونا ضروری ہے درحقیقت یہ خیال درست نہیں۔ مثلاً آیت مبارکہ ''لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح:۱۸) کو مدنظر رکھتے ہوئے بیعت رضوان میں شامل اکثر کو نہیں بلکہ تمام لوگوں کو جنتی تصور کیا جاتا ہے حالانکہ یہ درست نہیں۔''
>
> (صلح الامام الحسن ص ۱۰۱۔۱۰۰)

جواب:

اس آیت سے صرف بیعت رضوان والوں کا ہی نہیں بلکہ دیگر بھی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے:

ہم کہتے ہیں یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ اس آیت سے بیعت رضوان میں شامل تمام صحابہ کا جنتی ہونا ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ اس سے صرف بیعت رضوان والے ہی نہیں بلکہ دیگر بھی تمام صحابہ کا جنتی ہونا ثابت ہے۔
اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

هذه الاية و ان كان سبب نزولها بيعة الرضوان الا ان العبرة عموم اللفظ فيشمل مبايعة الامام على الطاعة والوفاء بالعهد و مبايعة الشيخ العارف على محبة الله و رسوله والتزام شروط آدابه

''اس آیت کریمہ کا سبب نزول اگرچہ بیعت رضوان ہے، مگر اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے، پس یہ (آیت) امام کی بیعت کو اطاعت و وفا سے پورا کرنے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی شرط پر ہونے والی عارف باللہ مرشد کی بیعت اس کی شرائط و آداب کے لازم ہونے کو بھی شامل ہے۔'' (تفسیر صاوی ج۵،ص۱۹۷۰)

العبرة بعموم اللفظ قاعدے سے ثابت ہوتا ہے کہ جب یہ آیت امام اور مرشد کی بیعت کو بھی شامل ہے تو لامحالہ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب سے کی جانے والی بیعت کو بھی شامل ہوگی۔

رضاء الٰہی کا یہ مژدہ فقط ان لوگوں کے لئے تھا جنہوں نے عہد کو نبھایا اور اس بیعت پر قائم رہے: (قاری موصوف):

موصوف لکھتے ہیں:

آیت مبارکہ "لقد رضی الله عن المومنین اذیبایعونك تحت الشجرة" کو مدنظر رکھتے ہوئے بیعت رضوان میں شامل اکثر کو نہیں بلکہ تمام لوگوں کو جنتی تصور کیا جاتا ہے حالانکہ یہ درست نہیں بلکہ رضاء الٰہی کا یہ مژدہ فقط ان لوگوں کے لئے تھا جنہوں نے عہد کو نبھایا اور اس بیعت پر قائم رہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے بعد ارشاد فرمایا:

فعلم مافی قلوبهم فانزل السكينة عليهم

"تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا۔"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انما انزلت السكينة على من علم منه الوفاء

"اطمینان فقط ان پر اتار گیا جن سے وفا جانی گئی۔"

(درمنثور ج ۱۳، ص ۴۸۳)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ تفسیر، تفسیر قرآن بالقرآن ہے، اس لئے کہ اس سے قبل جس آیت میں اس بیعت کو بیعت الٰہی فرمایا گیا ہے وہاں ساتھ یہ بھی فرمایا گیا ہے:

فمن نكث فانما ينكث على نفسه ومن اوفى بما عاهد عليه الله فسيئوتيه اجرا عظيما

"تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس

نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے ثواب دے گا۔" (صلح الامام الحسن ص ۱۰۱۔۱۰۰)

جواب ا:

موصوف کی بات بالکل درست ہے، مگر یاد رہے کہ تمام صحابہ نے اپنا بھی نبھایا ہے اور بیعت بھی قائم رہے ہیں:

ہم موصوف کی اس بات سے کلیتہ اتفاق کرتے ہیں مگر یہ بات بھی مسلم ہے کہ اس بیعت میں جتنے صحابہ بھی شامل تھے سبھی نے اپنا عہد بھی نبھایا اور اس بیعت پر قائم بھی رہے۔ نیز "فمن نکث فانما ینکث علی نفسه" کے مصداق صرف اور صرف منافقین ہیں اس کے تحت کوئی ایک بھی صحابی داخل نہیں ہے۔ اب ہمارے اس دعوے پر دلائل ملاحظہ ہوں:

تفسیر ابن عباس میں ہے:

فلم ینقض منهم احدلانهم کانوا مخلصین وماتوا علی بیعة الرضوان غیر رجل منهم یقال له جدبن قیس وکان منافقا اختبأ یومئذ تحت ابط بعیره ولم یدخل فی بعیتهم فاماته الله علی نفاقه

"بیعت رضوان والے صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی عہد نہیں توڑا کیونکہ وہ سب کے سب مخلصین تھے اور ان سب کا وصال بیعت رضوان پر ہی ہوا ہے۔ سوائے اس ایک شخص کے جس کو جد بن قیس کہا جاتا تھا اور وہ منافق تھا۔ یہ شخص اس دن اپنے اونٹ کے پیچھے چھپا رہا اور ان کی بیعت میں داخل نہ ہوا تو رب تعالیٰ نے اسے اس کی منافقت پر ہی موت

دی۔'' (ص: ۵۱۲)

صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بایعنا رسول اللہ ﷺ تحت الشجرة علی الموت وعلی ان لانفر: فمانکث احد منا البیعة الاجد بن قیس، وکان منافقا اختبأ تحت ابط بعیرہ ولم یسر مع القوم

''ہم نے موت اور جنگ سے نہ بھاگنے کی شرط پر درخت کے نیچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ پس ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک نے بھی بیعت کو نہیں توڑا، سوائے منافق جد بن قیس کے۔ وہ (اس دِن) اونٹ کی بغل کے نیچے چھپا رہا اور لوگوں کے ساتھ نہ گیا۔'' (تفسیر مدارک ج ۳، ص ۳۳۶، البحر المحیط ج ۸، ص ۱۳۰، روح البیان، ج ۹، ص ۲۶، روح المعانی جزء ۲۶، ج ۱۳، ص ۱۴۷، کشاف، ۱۲۸۶، ابن کثیر وغیرہا تفاسیر، مسلم ۱۸۵۶، ترمذی ۱۵۹۱، نسائی ۷، ۱۴۰)

حضرت امام ابن سائب فرماتے ہیں:

فلم ینکث العهد منهم غیر رجل واحد یقال له: الجد بن قیس وکان منافقا

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی عہد نہیں توڑا، سوائے جد بن قیس منافق کے۔'' (تفسیر زاد المسیر لابن جوزی، زیر آیت ۱۰، سورۃ الفتح)

تنبیہ:

حدیث مبارکہ کے کلمات ''اِلَّا جَدَّبْنُ قَیْسٍ وَکَانَ مُنَافِقًا'' سے ثابت ہوا کہ یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ یعنی جد بن قیس جماعت صحابہ میں شامل ہی

نہیں تھا۔ جیسے جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا (آئی میری پاس قوم سوائے گدھے کے) کی مثال میں گدھا قوم میں داخل ہی نہیں۔

بر بنائے مجاز کے جد بن قیس کے بیعت نہ کرنے کو ہی عہد توڑنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جواب نمبر ۲:

بیعت رضوان والے تمام صحابہ ''وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهِ اللّٰهُ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا'' کے مصداق ہیں:

جب دلائل کی روشنی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بیعت رضوان والے تمام صحابہ اپنے عہد اور بیعت پر تادم آخریں قائم رہے تو یہ بھی خوب تر واضح ہو گیا کہ وہ تمام ''ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فَسَيُؤْتِيْهِ اجرا عظیما (اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا، الفتح: ۱۰) کے مصداق اور جنتی ہیں، کیونکہ ''اجر عظیم سے مراد جنت ہے۔

حوالاجات ملاحظہ ہوں:

تفسیر قرطبی ج ۱٦، ص ۲۲۸، جمل ج ۷، ص ۲۱۳، بغوی ج ۴، ص ۱۶۹، ابی سعود ج ٦، ص ۱۰۰، صاوی ج ۵، ص ۱۹۷۰، مظہری ج ٦، ص ۳٦۹، روح المعانی ج ۱۳، ص ۷ ۱۴، وغیرہا۔

جواب نمبر ۳:

رب تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہمیشہ راضی رہنے اور کبھی بھی ناراض نہ ہونے کو واجب کر رکھا ہے:

زیر بحث آیت کی تفسیر میں علامہ عزالدین عبدالرزاق رسعنی فرماتے ہیں:

الاتری یقول لھم، احل علیکم رضوانی، فلا اسخط علیکم ابدا

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ رب تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرماتا ہے: میں نے تمہارے لئے اپنی رضا کو واجب کر دیا ہے اور یہ کہ میں کبھی بھی تم سے ناراض نہیں ہوں گے۔" (زیر آیت مبحوث عنہا)

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

لایدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ

"بیعت رضوان والوں میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔"

(تفسیر بغوی ص ۱۷۴، ابوداؤد ج ۷، ص ۳۱، ترمذی ۱۰ / ۳۶۲)
نسائی فی التفسیر ج ۲، ص ۳۲۰، مسند احمد ج ۳، ص ۳۵۰)

جواب نمبر ۴:

رضی اللہ عن المومنین پڑھ کے بھی صحابہ کا مقام نہ پہچاننے والے منشاء قرآن کے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں:

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولعمری ان الرجل لم یعرف لصاحبۃ رضی الہ عنھم حقھم وحمل کلام اللہ تعالیٰ علی خلاف ظاھرہ

"میری عمر کی قسم (جاہل و بے ادب رافضی) انسان اب بھی صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کے حق کو نہیں پہنچانتا اور کلام الٰہی کو اس کے ظاہر کے خلاف پر محمول کرتا ہے۔" (روح المعانی ج ۱۳،ص ۱۶۴)

نوٹ:

''والعمری'' کا کلمہ تعجب خیز بات کے اظہار کے وقت کہا جاتا ہے۔

جواب نمبر ۵:

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ازل تا ابد راضی ہو چکا ہے اور ان کی لغزشوں کی وجہ سے یہ رضائے الٰہی زائل نہیں ہوئی:

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

رضی الله عنهم فی الازل و سابق علم القدس و یبقی رضاه الی الابد لان رضاه صفة الازلیة الباقیة الابدیة لاتتغیر بتغیر الحدثان ولا بالوقت ولابالطاعة والعصیان فاذا هم فی اصطفائیته باقون الی الابد لایسقطون من درجاتهم بالذلات ولا بشریة والشهوات لان اهل الرضی محرسون برعایته لایجری علیهم نعوت اهل البعد وصاروا متصفین بوصف رضاه فرضوا عنه کما رضی عنهم

''رب تعالیٰ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ازل میں ہی راضی ہو چکا ہے اور اس کے علم قدسی نے سبقت فرمائی اور اس کی رضا ابد تک باقی رہنے والی ہے، کیونکہ اس کی رضا ایسی صفت ازلی

ہے کہ جو باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے، یہ ابتداء و انتہا اور وقت و زمانے کے بدلنے سے نہیں بدلتی، نہ ہی اطاعت و عصیان سے بدلتی ہے، تو جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رب کے چنیدہ ہونے میں ابد تک باقی رہنے والے ہیں تو وہ (سرزد ہونے والی) لغزشوں، غیر اولیٰ معاملات اور خواہشات کی وجہ سے اپنے رتبوں سے ساقط نہیں ہوتے، کیونکہ اہل رضا اس کی رعایت رکھنے کی وجہ سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ ان پہ اہل بُعد (یعنی رضائے الٰہی سے دور لوگوں) کی صفات جاری نہیں ہوتیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رب تعالیٰ کی رضا سے یوں متصف ہو گئے کہ وہ بھی رب سے راضی ہو گئے جیسا کہ ان سے رب راضی ہوا۔'' (تفسیر روح البیان ج۹، ص ۴۳)

معاویہ کے گروہ کے تمام لوگ ناکثین (عہد شکن) ہیں: قاری ظہور:

قارئین کرام!

آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے کہ ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا کہ ہے تمام صحابہ نے اپنا عہد بھی نبھایا اور بیعت پر بھی قائم رہے، مگر یہ ایک خود ساختہ ''ریسرچ اسکالر'' ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عہد شکن ثابت کرنے پہ بضد ہے، اس کی عبارت ملاحظہ:

''ابو الغادیہ الجہنی صحابی تھا مگر ناکثین (عہد شکن لوگوں) میں شامل ہو کر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا قاتل بن گیا۔''

(صلح الامام الحسن ص ۱۰۵)

جواب:

صحابی تو کوئی بھی عہد شکن نہیں تھا، ہاں مگر تم خود ضرور بد اعتقاد ہو:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے خود بھی اور ائمہ دین نے بھی گواہیاں دیں ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک نے بھی عہد نہیں توڑا۔ مگر اس بدذات انسان کی ہٹ دھرمی دیکھیں کہ جان بوجھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ناکثین میں شمار کر رہا ہے۔ پھر غور کریں کہ صرف حضرت ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کو ہی عہد شکن نہیں کہا بلکہ ''ناکثین (عہد شکن لوگوں) میں شامل ہو کر'' لکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت ان کے پورے گروہ کو ہی عہد شکن قرار دے دیا۔ حالانکہ ان کے ساتھ کئی تابعین کے ساتھ ساتھ درجن سے زائد اور صحابہ بھی تھے، موصوف کی اس ہرزہ سرائی پہ ہم یہ ہی کہہ سکتے ہیں۔

ع

کون سمجھائے کتے کو کسے بھونکے کہاں بھونکے
اس کی اپنی مرضی ہے جسے بھونکے جہاں بھونکے

کسی ایک صحابی کی گستاخی سے تمام صحابہ کی گستاخی متصور نہیں ہوتی۔ (قاری ظہور):

موصوف ہمہ وقت اس تاک میں رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طریقے سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی تنقیص کا کوئی پہلو ہاتھ سے نہ جانے دیں، مگر معبذا شائد انہیں یہ خوف بھی دامن گیر ہو جاتا ہے کہ ایسا کرنے سے لامحالہ اہل اسلام کی جانب سے تردیداً یہ کہا جائے گا کہ یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گستاخ ہے تو اس حقیقت کا سامنا کرنے سے بچنے کے لئے لکھتے ہیں:

''جب کسی ایک عالم دین کی بے اعتدالیوں پر کلام کرنے کو

تمام علماء کرام کی بے ادبی نہیں سمجھا جاتا تو پھر کسی صحابی کہلانے والے شخص کی بے اعتدالیوں پر کلام کرنے کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے ادبی کیونکر تصور کیا جاتا ہے۔"
(صلح الامام الحسن ص ۲۵۵)

جواب نمبر ۱:

موصوف کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کسی عام عالم دین پر قیاس کرنا بالکل غلط ہے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لغزشوں اور مشاجرات کو کسی عام عالم دین کے معاملات پر قیاس کرنا مردود اور غلط ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تو "ستکون لاصحابی بعدی زلة یغفرها الله لهم لسابقتهم" کا فرمان جانفزا اور "وکلا وعد الله الحسنیٰ" کی ڈگری آ چکی ہے، جبکہ ان کے سوا کسی دوسرے کو یہ شرف حاصل نہیں ہے، پھر ان کے مشاجرات کو اجتہاد اور کسی بہترین تاویل پہ محمول کرنا ساری امت کی طرف سے اجماعی عقیدے کے طور پر چلتا آ رہا ہے۔ مگر ان کے سوا کے لئے نہیں تفصیل کے لئے کتاب ہذا کا مقدمہ ملاحظہ ہو۔

جواب نمبر ۲:

اسلاف کے نزدیک کسی ایک صحابی کی گستاخی کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی سمجھا جاتا تھا:

موصوف اگر دیانتداری سے کام لیتے تو کبھی بھی اس طرح کی بے تکی نہ ہانکتے، اس لئے کہ ہمارے سلف صالحین اس بات کی باقاعدہ وضاحت فرما چکے ہیں کہ کسی ایک صحابی کی توہین کرنا جمیع صحابہ کرام کی توہین کرنے جیسا ہے، بلکہ

اس بابت تو خاص کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کو جمیع صحابہ کی توہین قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام ابوعبدالرحمٰن المعروف امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

انما الاسلام کدارلھا باب فباب الاسلام الصحابة فمن اذی الصحابة انما ارادالاسلام کمن نقر الباب انما یرید دخول الدار قال: فمن ارادمعاویة فانما ارادالصحابة

''اسلام اس گھر کی طرح ہے جس کے دروازے ہوں، پس اسلام کے دروازے صحابہ ہیں، تو جس نے صحابہ کو اذیت دی گویا اس نے اسلام کو اذیت دینے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ جو دروازہ توڑنا چاہتا ہے وہ گھر میں داخل ہونا چاہتا ہے، پس جو کوئی حضرت معاویہ کے درپے ہوتا ہے تو وہ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درپے ہوتا ہے۔''

(تہذیب الکمال ج۱، ص۱۰۹، ترجمہ نمبر ۴۸)

غور کریں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درپے ہونے کو جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درپے ہونا قرار دیا جا رہا ہے۔

ہر صحابی کے لئے محب اہلبیت ہونا ضروری نہیں ہے۔ (قاری ظہور):

موصوف ایک جگہ یوں گل فشانی کرتے ہیں:

''اگر کہا جائے کہ یہ سب روایات اس لئے قابل قبول نہیں کہ وہ (معاویہ) صحابی تھے اور کوئی صحابی مبغض اہلبیت نہیں ہوسکتا تو

اس پر گزارش ہے کہ اگر ہر صحابی کہے جانے والے شخص کا محب اہلبیت ہونا لازمی ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اور مختلف الفاظ میں اہلبیت کرام علیہم السلام سے بغض رکھنے والے کے لئے ترہیب و تنبیہ کیوں فرماتے؟ اور ایسے شخص کو بے ایمان کیوں فرماتے؟ کیا اس قسم کی تمام احادیث نبویہ غیر صحابہ کے لئے ہیں؟'' (صلح الامام الحسن ص ۱۵۱)

جواب:

حسب عادت موصوف کی یہ بات بھی حماقت وغوایت اور سفاہت پر مبنی اور برخلافِ حقیقت ہے:

حسب عادت موصوف کی یہ بات بھی حماقت وغواہیت اور حماقت پر مبنی اور برخلاف حقیقت ہے۔ اس لئے کہ اگر جمیع صحابہ کرام بشمول اہل بیت کو آپس میں صاف دل، رحم کرنے والے اور کینہ و بغض سے پاک، ایک دوسرے سے محبت کرنے والے نہ مانا جائے تو درج ذیل آیات قرآنیہ جھوٹی قرار پائیں گی۔ معاذ اللہ۔

اور قرآن مجید کی کسی آیت کی تکذیب سے کروڑہا درجے بہتر ہے کہ ایسے بکواس کرنے والے کو ہی کذاب ولعین قرار دے دیا جائے۔''

۱۔ محمد رسول الله والذین معه اشدآء علی الکفار رحماء بینهم

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم ہیں۔'' (ترجمہ کنز الایمان، الفتح:۲۹)

۲۔ واذکروا نعمت الله علیکم اذ کنتم اعداء

فألف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا

''اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا (دشمنی تھی) اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔''

(ترجمہ کنزالایمان، العمران: ۱۰۳)

یہ آیات صاف طور پر بیان کر رہی ہیں کہ ان لوگوں میں جو آپسی ذاتی رنجشیں تھیں وہ سب کی سب ایمان لانے سے پہلے تھیں، مگر جس وقت وہ ایمان لا کر شرف صحابیت سے مشرف ہو گئے تو رب تعالیٰ نے انہیں آپس میں رحم و پیار کرنے والے مخلص بھائی بھائی بنا دیا۔

اسی لئے اس بات پر ساری امت کا اجماع چلا آرہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جو مشاجرات و معاملات رونما ہوئے وہ ہرگز ہرگز ذاتی رنجشوں پر محمول نہیں تھے بلکہ ان میں سے ہر ایک کی نیت خیر کی تھی۔ یعنی ہر ایک اپنے اجتہاد پر گامزن تھا اس پر ہم کئی تصریحاتِ ائمہ نقل کر چکے ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار اور مختلف الفاظ سے اہلبیت سے بغض رکھنے والے کے لئے ترہیب وتنبیہ کیوں فرمائی؟ تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہلبیت سے بغض رکھنے والے تھے، جن کو سرکار علیہ السلام نے اس سے منع کیا ہے۔

صحابیت ایک کسبی چیز ہے اور بہت سے صحابہ مرتد بھی تو ہو گئے تھے: (قاری ظہور):

یہ موصوف کے جادوئی قلم کا کمال ہے کہ چشم زدن میں جسے چاہتے ہیں جماعتِ صحابہ سے خارج قرار دے دیتے ہیں اور اگر طبع رافضیت جوش پہ آئے تو مرتدین و منافقین کو بھی صف صحابہ میں شامل قرار دے دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

صحابیت بھی ایک کسبی چیز ہے اور وہ جزولاینفک نہیں جس کا انسان سے جدا ہونا ممکن نہ ہو آخر بہت سے صحابہ مرتد بھی تو ہو گئے تھے؟

(الاحادیث الموضوعہ، ص ۲۱)

جواب نمبر ا:

صحابیت کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے:

موصوف کا یہ کہنا کہ صحابیت ایک کسبی چیز ہے یہ بھی حقائق سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ احادیث میں اس کی باقاعدہ صراحت ملتی ہے کہ تمام صحابہ کا انتخاب خود رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ سرکار علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان اللہ عزوجل اختارنی واختارلی اصحابا

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا اور میرے لئے اصحاب کو چن لیا" (معجم اوسط حدیث نمبر ۴۶۷، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم حدیث نمبر ۴۰۴۰، مستدرک ج ۳، ص ۶۳۲، معجم کبیر ۱۳۸۰۹، وغیرہا)

اس مضمون کی دیگر احادیث ملاحظہ کرنے کے لئے مقدمہ کتاب کا مطالعہ کریں۔

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی حادثاتی طور پر کلمہ نہیں پڑھا بلکہ نگاہ قدرت نے ان میں سے ہر ایک کا ازل میں ہی انتخاب فرما رکھا تھا۔

جواب نمبر ۲:

اگر یہ ایسی ہی کسبی چیز ہے تو پھر تم کیوں صحابی نہیں بن سکے؟

اگر صحابیت ایسی ہی کسبی چیز ہوتی تو پھر لازم تھا کہ قیامت تک ہر کس و ناقص اس شرف سے مشرف ہو جاتا، یا کم از کم تم تو صحابی بن جاتے جو اس نظریے

کے قائل ہو، یا پھر ظاہری زمانہ کا ہر فرد ہی صحابی بن جاتا حالانکہ ایسا ہر گز نہیں تو ثابت ہوا کہ تمہارا یہ دعویٰ ہی غلط و مردود ہے۔

جواب نمبر ۳:

کوئی صحابی مرتد نہیں ہوا، یہ صرف تمہاری بداعتقادی کا نتیجہ ہے:

اس کور باطن اور نام نہاد ''ریسرچ اسکالر'' کو کون سمجھائے کوئی صحابی مرتد نہیں ہوا۔ کیونکہ جو مرتد ہو گیا وہ صحابی رہتا ہی کب ہے؟ اصل بات تو یہ ہے کہ صحابی ہوتا ہی وہ ہے جو حالت ایمان میں سرکار علیہ السلام سے ملاقات کرے اور ایمان پر ہی اس کا وصال ہوا ہو۔

کیا یہی تعریف تم نے خود شرح اسی المطالب ص ۱۴۹ پر نہیں لکھی؟ محسوس ہوتا ہے کہ یا تو رافضیت کے زنگ نے آپ کا حافظہ کمزور کر دیا ہے یا پھر آپ کو علمی بدہضمی ہو چکی ہے جو ایسی یاوہ گویاں ہانک رہے ہو۔

جو لوگ صحبت نبوی کے شرف کو قائم نہ رکھ سکے علماء نے ان کی تعظیم سے دست برداری کی ہے بلکہ انہیں برا بھی کہا ہے۔ جیسے بسر بن ابی ارطاۃ (قاری ظہور):

موصوف شرف صحابیت کا انکار علماء پر بہتان اور صحابی رسول حضرت بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی توہین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''فی الجملہ یہ کہ جو لوگ دیدار نبوی اور صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف کو قائم نہ رکھ سکے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقیم نہ رہے تو علماء کرام نے نہ صرف یہ کہ ان کی تعظیم سے دست بردار ہو گئے ہیں بلکہ انہیں برا بھی کہا ہے۔ مثلاً امام دار قطنی

نے بسر بن ارطاۃ صحابی کے ان مظالم کی وجہ سے جو اس نے اپنے بادشاہ معاویہ کے حکم سے ڈھائے تھے۔ اس کو صحابی ماننے کے باوجود لکھا ہے: ولم تکن لہ استقامۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس کی استقامت نہیں رہی تھی) محدث یحییٰ بن معین اور دوسرے حضرات نے اس کو رَجُلُ سُوْءٍ (برا آدمی) کہا ہے...... قدیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی صحبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فائدہ نہ اٹھانے والے لوگ قابل تعظیم نہیں تھے۔"

چنانچہ حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا! بعض لوگ کہتے ہیں: میرا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھی تھا، حالانکہ پرانی جوتی بھی اس کے باپ سے بہتر ہے۔"

......حافظ ہیثمی نے لکھا ہے۔ اس کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور ان کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔ اس کلام میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس شخصیت کی صحابیت کا انکار نہیں کیا۔ اسی طرح امام طبرانی عبدالرحمان بن میسرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا:

"سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے قریب سے ایک شخص گزرا تو اس نے کہا: ان دو آنکھوں نے کامیابی پائی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئیں۔ اس پر سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ انتہائی غضب ناک ہوئے اور فرمایا: لوگو! اس امر کی تمنامت کرو جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخفی رکھا ہے بہت سے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا لیکن انہوں نے آپ

نے دیدار سے فائدہ نہ اٹھایا.....''

دراصل مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے بعد کسی شخص کا محض قافلہ صحابیت میں شامل ہونا ہی کافی نہیں مانا گیا بلکہ اس کے عمل کو دیکھنے کی بات بھی کی گئی ہے اور اس پر مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہ کی اتباع بالاحسان بھی لازم کی گئی ہے۔''

(الاحادیث الموضوعہ ص۲۱ تا ۲۳)

جواب نمبر ۱:

حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ بھی صحابی رسول اور قابل تعظیم ہیں:

موصوف نے حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے بارے بھی جو تاثر قائم کرنے کی کوشش کی ہے یہ بھی سراسر غلط اور علماء یہ بہتان تراشی پہ مبنی ہے۔ صاحب صوارم حیدریہ نے اس پر زبردست کلام کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہی نقل کر دیا جائے! علامہ غلام حسین قادری صاحب رقمطراز ہیں:

''بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کو دارقطنی کا یہ کہنا کہ ''ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد استقامت حاصل نہ رہی۔'' اس کی سند ہی درست نہیں۔ بالفرض اگر ان کا قول ثابت بھی ہوتا تو بھی قرآن و سنت اور ائمہ اہلسنت کی تصریحات کے خلاف ہونے کے سبب متنازع و باطل قرار پائے گا۔''

آپ نے یحییٰ بن معین کا قول لکھا حالانکہ یحییٰ بن معین کے نزدیک بسر بن ارطاۃ صحابی نہیں ہیں۔ وہ ان کو تابعی مانتے ہیں، حافظ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وقال یحیی بن معین لاتصح لہ صحبۃ یحییٰ بن معین کہتے ہیں! یہ صحابی نہیں ہیں۔ (الانابۃ الی معرفۃ المختلف فیہم من الصحابہ ج۱، ص۱۱، رقم ۹۷)

یہاں امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت کا یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے کہ یحییٰ

بن معین کا ان کو برا کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک صحابی نہیں۔ کیونکہ اگر صحابی ہوتے تو یحییٰ بن معین ان کے بارے اس طرح کی بات نہ کرتے، لیکن موصوف لکھتے ہیں:

"بسر بن ارطاۃ کے حالات کے مطالعہ کے دوران میرے سامنے بعض اکابر محدثین کرام رحمہم اللہ کی ایسی عبارت آئی جو عقائد اہلسنت کے منافی ہے۔ یعنی اس سے غیر نبی کی عصمت کے عقیدے کی بو آتی ہے اور چونکہ اکثر لوگ قولاً کم عملاً زیادہ ایسا ہی نظریہ رکھتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہاں اس عظیم محدث کے الفاظ نقل کر کے ان کی تردید کر دی جائے تاکہ عوام و خواص سب کے سامنے اصل حقیقت آجائے۔"

امام زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"بسر "ب" کی پیش اور "س" اور آخر میں "ر" کے ساتھ ہے۔ یہ قریشی عامری ہے اور اس کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے۔ اس کی صحابیت میں اختلاف ہے۔ ایک تو قول یہ ہے کہ یہ صحابی تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صحابی نہیں تھا۔ اس کی پیدائش وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال قبل ہوئی۔ اس کے واقعات مشہور ہیں، محدث یحییٰ بن معین اس کو برا سمجھتے "وھذا یدل علی انه عنده لا صحبة له اور یہ قول دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک وہ صحابی نہیں تھا۔"

مختصر سنن ابی داؤد ج ۳، امام منذری کا یہ تبصرہ عقائد اہلسنت کے سراسر خلاف ہے۔ کیا یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ: بسر بن ارطاۃ کے جو واقعات مشہور ہیں وہ اس سے فقط اس لئے سرزد ہوئے کہ وہ صحابی نہیں تھا۔ کیا صحابی

ایسے ظالمانہ واقعات سرزد نہیں ہو سکتے؟ کیا صحابہ معصوم تھے؟ چلیں فرض کیا کہ بسر صحابی نہیں تھا، لیکن جس کے حکم پر وہ سارے مظالم ڈھاتا رہا وہ عندالمحدثین صحابی ہے یا نہیں؟ (ص ۷۰)

امام منذری رحمۃ اللہ علیہ تو بخوبی عقیدہ اہلسنّت جانتے تھے اور عقیدہ اہلسنّت ہی بیان فرمارہے ہیں۔ موصوف خود نہیں سمجھ سکے کہ امام منذری کا مقصود صحابہ کے لئے معصومیت ثابت کرنا نہیں تھا، بلکہ اس بات کا بیان کرنا تھا کہ اگر یہ صحابی ہوتے تو یحییٰ بن معین ان کو برا نہ کہتے۔" برا کہا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ صحابی نہیں مانتے۔ کیونکہ اہلسنّت کا بالاتفاق عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم کی جائے گی اور ان پر طعن کی جو باتیں منقول بھی ہیں تو ان کے اچھے محامل اور بہترین تاویلات موجود ہیں۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یجب تعظیمھم والکف عن مطاعنھم (الی ان قال) وما نقل من المطاعن فلہ محامل وتاویلات و مع ذلك فلاتعادل ما ورد فی مناقبھم وحکی عن آثارھم نفعنااللہ بمحبتھم اجمعین وجعلنا اللہ لھدیھم متبعین و عصمنا عن زیغ الضالین

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم کرنا اور ان پر طعن کرنے سے اجتناب کرنا واجب ہے اور جو ان کے بارے میں مطاعن منقول ہیں تو ان کے محمل اور تاویلات موجود ہیں۔ علاوہ ازیں یہ ان کے مناقب کے مقابل نہیں ہو سکتے جو ان کے مناقب میں وارد ہوا اور ان کے حالات کے بارے میں مروی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان

تمام کی محبت کے ساتھ نفع عطا فرمائے۔ ہمیں ان کے طریقے پر چلنا نصیب فرمائے اور ہم کو بھٹکے ہوئے لوگوں کے ٹیڑھے پن سے بچائے۔'' (طوالع الانوار من مطالع الانظار ص ۲۴۶۔ ۲۴۷)

........امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بالکل صاف ہے، جہاں تک ر بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے واقعات تو اولاً اس میں کوئی بھی سند صحیح کے ساتھ ثابت نہیں۔ثانیاً ان واقعات کو موصوف نے روافض کی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہی روش خوارج ونواصب کی ہے کہ وہ حضرت خارجہ حضرت جاریہ بن قدامہ اور مالک الاشتر کے افعال کو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہم اہلسنت الحمدللہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان امور سے بری جانتے اور ان سے بڑھ کر سیدنا مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بری سمجھتے ہیں۔'' (الصوارم الحیدریہ ص ۴۵ تا ۴۸)

جواب نمبر ۲:

موصوف نے حضرت ابن عباس اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی روایات پیش کرنے میں بھی حقیقت پوشی اور خیانت سے کام لیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال میں بھی موصوف نے خیانت سے کام لیا ہے۔ کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول پر موصوف نے چار کتابوں کے حوالے دئے ہیں۔ مجمع الزوائد، کشف الاستار، البحر الزخار اور مختصر زوائد البزار اصل یہ البحر الزخار یعنی مسند بزار کی روایت ہے۔ امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند البزار کے زوائد کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے جس کا نام آپ نے کشف الاستار رکھا ہے اور اسی کشف الاستار کا خلاصہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر زوائد البزار کے نام سے کیا ہے اور مجمع الزوائد بھی حافظ ہیثمی ہی کی ہے کتاب

ہے جس میں یہ حدیث مسند بزار ہی کے حوالے سے مذکور ہے۔
اس اثر سے موصوف یہ ثابت کر رہے ہیں کہ قدیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک وہ حضرات جنہوں نے صحبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فائدہ نہ اٹھایا وہ لوگ قابل تعظیم نہیں ہے۔

افسوس فیضی صاحب نے یہاں بڑی خیانت کی ہے،جن چار کتابوں کے انہوں نے حوالے دیئے ہیں ان میں سے تین کتابوں میں یہ روایت منافقین کے لئے لکھی ہوئی ہے، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد اور کشف الاستار دونوں میں یہ حدیث ''باب صفۃ المنافقین'' میں ذکر کی ہے۔اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی منافقین کی علامات کے بیان میں نقل کیا ہے۔ یعنی حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما منافقین کا حال بیان کر رہے ہیں اور فیضی بے فیض اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر منطبق کر رہے ہیں۔ اس سے ان کی دیانت یا جہالت کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں۔(الصوارم الحیدریہ ص۴۹۔۴۸، ؒ غیر یسر)

ویسے بھی یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ''عدی بن ثابت انصاری کوفی جو راوی ہے یہ غالی شیعہ تھا (تہذیب التہذیب ج۷،ص ۱۶۵، میں ہے: قال ابن معین شیعی مفرط قال ابو حاتم،صدوق وکان امام مسجد الشیعۃ ابن معین کہتے ہیں، یہ غالی شیعہ ہے۔ابو حاتم کہتے ہیں یہ صدوق ہے لیکن شیعوں کی مسجد کا امام وخطیب تھا)

یونہی ''سلمان اعمش'' کی تدلیس کے بارے محدثین نے بلااستثناء واضح کلام کیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الاحادیث الراویہ ص ۲۰۵ تا ۲۰۷ از علامہ ظفر القادری بکھری۔

یونہی موصوف نے دوسرے اثر (حضرت مقداد بن اسود والی روایت) سے استدلال کرنے میں بھی دھوکہ دہی کی ہے اور خیانت سے کام لیا ہے، کیونکہ اس اثر پر موصوف نے چار حوالے دیئے ہیں۔ امام طبرانی کی معجم کبیر اور مسند

الشامین کا اور تاریخ دمشق اور مختصر تاریخ دمشق کا اور تاریخ دمشق کے حوالے سے انہوں نے بریکٹ میں مفصلا کا کلمہ لکھا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ یہ روایت تاریخ دمشق میں مفصل ہے۔

ہم یہاں وہ روایت مفصلا ذکر کر دیتے ہیں جس سے سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی مراد واضح ہو جائے گی اور فیضی کی خیانت بھی آپ کے سامنے ظاہر ہو جائے گی۔ (راقم ترجمہ نقل کر رہا ہے)

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ایک دن ہم مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تو وہاں سے ایک آدمی گزرا اس نے کہا ان آنکھوں کو مبارک ہو جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ بخدا ہم بھی خواہش رکھتے ہیں کہ وہی کچھ دیکھتے جو آپ نے دیکھا تو اور اسے ملاحظہ کرتے ہو جس کو آپ نے ملاحظہ کیا تھا، یہ سن کر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ جلال میں آگئے مجھے بہت تعجب ہو رہا تھا کہ اس نے درست بات ہی کی ہے۔ پھر سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ اس کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا: ایسی بات کی تمنا پر کیا چیز ابھارتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں سے غائب رکھی ہے۔ اسے کیا معلوم کہ اگر وہ اس وقت موجود ہوتا تو کیا کرتا؟

والله لقد حضر رسول الله ﷺ اقوام اکبهم الله علی مناخرهم فی جهنم لم یعینوه ولم یصدقوه

اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے لوگ آئے جنہیں اللہ نے جہنم میں اوندھے منہ گرا دیا ہے۔ انہوں نے نہ تو آپ کی بات مانی اور نہ ہی آپ کی تصدیق کی تھی۔ کیا ہم اللہ کی حمد و ثنا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس وقت دولت اسلام دی ہے۔ جب تم اپنے رب ہی کو جانتے ہو اور تم نے اپنے نبی کی لائی ہوئی ہر چیز کی تصدیق کر دی ہے اور تکذیب کی بلائیں دوسرے لوگوں پر جا پڑیں، (تم محفوظ ہو گئے) بخدا! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی نبی سے زیادہ مشکل

وقت ظہور فرمایا: یہ وقت دورفترت کا زمانہ اور دورہ جہالت تھا لوگ بتوں کے علاوہ کسی کی عبادت کو بہتر نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ آپ قرآن لے کر آئے جس نے حق و باطل میں فرق کر دیا، باپ بیٹے میں فرق کر دیا حتیٰ کہ کوئی شخص اپنے والد، بیٹے یا دادا کو کافر دیکھتا لیکن چونکہ اللہ نے اس کے دل کا تالا کھول کر اسے ایمان نصیب کر دیا تھا وہ جان چکا تھا کہ اس حال (یعنی کفر) میں ہلاک ہونے والا دوزخ میں جائے گا اور جب وہ یہ دیکھتے کہ وہ دوزخ میں جائے گا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں گی، دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جو عرض کرتے ہیں اے اللہ ہمارے رب ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک۔ (تاریخ دمشق ج ۴۰، ص ۱۸۰)

ملاحظہ فرمائیں جو باتیں منافقین، کافروں، مشرکوں کے بارے میں ہیں ان کو یہ صاحب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر منطبق کر رہے ہیں، یاللعجب! کیا اس کو تحقیق کہتے ہیں۔ کیا ایسے ہوتے ہیں ریسرچ اسکالر کیا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف پانے والے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہا جائے گا، کیا صحابی ماننے کے باوجود ان کو روئت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فائدہ نہ دے گی اور یہ قابل تعظیم نہ ہوں گے؟ (الصوارم الحیدریہ ص ۵۰ تا ۵۲)

معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب متنازعہ صحابہ کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' جیسے تعظیمی الفاظ استعمال کرنے کے باعث گنہگار ہونے کا خدشہ ہے۔ (قاری ظہور)

موصوف نے اپنے گمراہ قلم کی بے باکی کا مزید بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم کو متنازعہ قرار دیتے ہوئے ان کے ناموں کے ''رضی اللہ عنہ'' جیسے تعظیمی الفاظ کو باعث خدشہ یعنی نادرست و ناجائز قرار

دیتے ہوئے پہلے تو تذبذب کا قول کیا پھر نا جائز کا ملاحظہ ہو:
لکھتے ہیں:

''اس سلسلے میں (یعنی ان کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ وغیرہا الفاظ تعظیم استعمال کرنے چاہئے یا نہیں؟) راقم الحروف مذبذب ہے۔'' (الاحادیث الموضوعہ ص ۲۴)

پھر چند سطور کے بعد لکھا:

''فی الجملہ یہ کہ فی الحال میں ایسے تعظیمی الفاظ کو ترک کر رہا ہوں، چونکہ غیر متنازعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کے ساتھ بھی ایسے الفاظ کا استعمال صرف مستحب ہے، واجب نہیں اور مستحب کے ترک میں گناہ نہیں ہوتا۔ جبکہ دوسرے پہلو میں مجھے خدشہ محسوس ہو رہا ہے۔'' (الاحادیث الموضوعہ ص ۲۴)

پھر غیر مقلد عالم وحید الزمان کے اس قول (صحابہ کرام کے لئے رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے، ماسوا ابوسفیان، معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کے) کو نقل کر کے اس کی تائید و تحسین کرتے ہوئے لکھا:

''علامہ وحید الزماں کا موقف قرآن و سنت کی روشنی میں صحیح ثابت ہوا کہ وہ ''رضی اللہ عنہ'' کے مستحق نہیں رہے۔''

(الاحادیث الموضوعہ ۲۳)

جواب نمبر ۱:

<u>بلا استثناء تمام صحابہ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' وغیرہ کلمات تعظیمیہ استعمال کرنا باعث گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے اور عناداً ترک کرنا گناہ ہے:</u>

غور فرمائیں کہ موصوف کس ڈھٹائی اور بدعقیدگی سے بغض صحابہ کا اظہار

کر رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "رضی اللہ عنہ" کہنا باعث گناہ کا خدشہ ہے، حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کے ناموں کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" کہنا اگرچہ مستحب اور باعث ثواب ہے۔ مگر عناداً ترک کرنا باعث گناہ ہے۔ اسی تعلق سے اس سلسلہ میں صاحب صوارم حیدریہ کا زرشگل کلام ملاحظہ ہو:

> "ہمارے ائمہ اہلسنت نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" لکھا جائے گا، کسی کا بھی استثناء نہیں ہے۔"

امام نووی، علامہ عبدالرحمٰن بن کلیوبی اور علامہ علاء الدین الحصکفی رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

والنظم للنووی

یستحب الترضی والترحم علی الصحابة والتابعین فمن بعد هم من العلماء والعباد وسائر الاخیار، فیقال رضی الله عنه اور رحمة الله او رحمه الله ونحوذلك (واما) ماقاله بعض العلماء ان قول رضی الله عنه مخصوص بالصحابة ویقال فی غیر هم رحمه الله تعالیٰ فقط. فلیس کما قال: ولا یوافق علیه بل الصحیح الذی علیه الجمهور واستحبابه ودلائله اکثر من ان تحصر

"صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد والے علماء اور عبادت گزار لوگوں اور تمام نیک لوگوں کے لئے رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ اور رحمہ اللہ تعالیٰ یا اس طرح کے تعظیمی جملے کہے جائیں گے اور یہ جو بعض علماء نے کہا ہے کہ "رضی اللہ عنہ" صحابہ کے ساتھ مخصوص ہے اور ان

کے علاوہ کے لئے علیہ السلام استعمال کیا جائے گا تو ایسا نہیں ہے۔
جیسا کہ انہوں نے کہا اور اس پر ان کی موافقت نہیں کی گئی، بلکہ صحیح وہ قول ہے جس پر جمہور ہیں، یعنی اس کا مستحب ہونا اور اس کے دلائل بکثرت ہیں۔" (المجموع شرح المہذب ج۶ ص۱۷۲، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ج۴ ص۴۶۱، الدر المختار ص۷۵۹)

ان تمام تر نقول سے مذہب اہلسنّت بالکل واضح ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا مستحب ہے......

محترم قارئین! آپ پڑھ چکے ہیں کہ اہل سنت جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کرتے ہیں، ان کو معصوم کوئی نہیں مانتا جب ایک عام میت کے بھی محاسن کا ہی ذکر کیا جاتا ہے۔

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے بارے میں خود رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وکلا وعد اللہ الحسنی واللہ ما تعملون خبیر

"ان کا ذکر خیر کے ساتھ کیوں نہیں کیا جائے گا ان کے محاسن کیوں ذکر نہیں کئے جائیں گے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی تو یہ بھی لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں اور صحابی کی تعظیم تو ضروریات مذہب اہلسنّت سے ہے......"

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمرہ میں شامل اور ان کے طریقے کا پر ہی تھے، آپ حدیث حسن (اصحابی کالنجوم) کے تحت خود ہدایت کے تارے ہیں اور اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا کی حدیث حسن میں موجود مقبول دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق خود بھی ہدایت یافتہ اور اوروں کو بھی ہدایت دینے والے ہیں، ہاں معصوم نہ آپ ہیں نہ کوئی اور صحابی رضی اللہ عنہ......

یہ (قاری ظہور فیضی) وہ شخص ہے جو بدمذہبوں کے ساتھ تعظیمی کلمات علامہ "مولانا" شیخ الحدیث لکھنے میں کوئی خدشہ محسوس نہیں کرتا، حالانکہ ان کی بدمذہبی ظاہر ہے، اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعظیمی کلمات لکھنے میں خدشہ محسوس ہو رہا ہے۔

ثانیا، تعظیمی کلمات کہنا لکھنا اگرچہ مستحب ہے، لیکن اس کا ترک اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدم تعظیم کی نیت سے ہو تو یہ بدمذہبی ہے۔

حسن بن صالح کی عادت تھی وہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے رحمت کی دعا نہیں کرتا تھا یعنی اس طرح کے تعظیمی کلمات استعمال نہیں کرتا تھا، فی نفسہ ثقہ راوی تھا۔

امام وکیع نے اس کے بارے میں کہا تھا کہ وہ میرے نزدیک امام ہے، اس پر کسی نے کہا، وہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ترحم (رحمت کی دعا) نہیں کرتا، حضرت وکیع نے جواب میں کہا: کیا تو حجاج پر ترحم کرتا ہے۔

حافظ وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات پر امام ذہبی لکھتے ہیں:

قلت: هذه سقطة من وكيع. شتان مابين الحجاج وبين عثمان، عثمان خير اهل زمانه وحجاج شر اهل زمانه

"یہ وکیع کی طرف سے بڑی خطا ہے، کہاں حجاج اور کہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان، تو اپنے زمانے کے سب سے بہتر شخص ہے اور حجاج اپنے زمانے کا بدترین شخص تھا۔" (تاریخ اسلام ج ۴، ص ۳۳۴)

سیر اعلام النبلاء میں مزید لکھتے ہیں:

ان ترك الترحم سكوت. والساكت لاينسب اليه

قول، ولکن من سکت عن ترحم مثل الشھید امیر المومنین عثمان، فان فیہ شیئا من تشیع

''رحمت کی دعا کا ترک کرنا سکوت ہے اور سکت پر کوئی حکم نہیں لگے گا، لیکن جو امیر المومنین سیدنا عثمان غنی شہید رضی اللہ عنہ کی مثل کسی پر ترحم سے سکوت کرتا ہے اس کا ایسا کرنا اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں شیعت موجود ہوتی ہے۔''

(سیر اعلام النبلا، ج ۷، ص ۰-۳)

یہی حال فیضی کا ہے یہاں مقصود سیدنا امیر معاویہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کی تعظیم نہ کرنا مقصود ہے، اس لئے موصوف کلمات تعظیم کو ترک کر رہے ہیں، نہ صرف کلمات تعظیم کو ترک کر رہے ہیں بلکہ کلمات توہین کا انبار لگانے کی تیاری کر رہے ہیں۔

فاطمی شہزادے کی ضرب قاہر:

سیدہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گلشن کے مہکتے ہوئے پھول سراج العارفین حضرت سید شاہ ابو الحسن مارہروی رحمۃ اللہ علیہ گویا فیضی جیسوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بہرحال حق واضح ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا خطاء اجتہادی تھی۔ اس لئے آپ مغفور ہیں اور خطاء عنادی نہ تھی کہ آپ کو فسق تک پہنچاتی اور آپ پر طعن و تشنیع کو جائز قرار دیتی اسی وجہ سے آپ کے نام نامی کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا دعائیہ کلمہ ذکر فرمایا تو کون ہے اور تجھے کیا ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کی فضیلت پر تو انگل اٹھاتا ہے یا رضی اللہ عنہ کہنے سے زبان بند کرتا ہے اور ہزاروں تیرے جیسے نہ

کہیں رضی اللہ عنہ خدا نے خود فرمایا ہے "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ
اے غافل! آنکھ کھول اور پاک نگاہ سے دیکھ کہ یہ مردان خدا
کا عقیدہ ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کے بارے میں (دلیل الیقین من کلمات العارفین ص ۴۳ تا
۴۵) (الصوارم الحیدریہ ص ۵۴ تا ۵۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل آنے والے تمام لوگ (اصحاب و جمل و صفین) خطا، بغاوت اور باطل پر تھے: (قاری ظہور):

موصوف نہ جانے کس نشے میں دھت ہو کر لکھتے ہیں کہ انہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ قرآن و سنت اور مذہب اہلسنت کے خلاف کہاں تک پہنچ جاتے ہیں، غور کریں کہ ذیل کی عبارت میں اصحاب جمل و صفین میں شریک صحابہ کرام کو خطا، بغاوت اور باطل پر تھے، تک لکھ ڈالا، اس کی عبارت یہ ہے:

"انہوں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے جتنی جنگیں کیں سب میں وہ حق پر تھے اور مدمقابل لوگ خطا، بغاوت اور باطل پر تھے۔" (شرح اسنی المطالب ص ۶۹۷)

جواب نمبر ا:

جنگ جمل و صفین وغیرہ مشاجرات میں حق اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، مگر ان کے مدمقابل لوگ باطل وغیرہ پر نہیں تھے بلکہ خطاء اجتہادی پر تھے:

موصوف کی یہ رائے قرآن و سنت پر بہتان اور مذہب اہلسنت کی صریح مخالفت ہے، اس لئے کہ صدر اسلام سے لے کر آج تک ساری امت کا اس بات

پر اجماع رہا ہے کہ ان جنگوں میں حق اگر چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا مگر ان کے مقابل لوگ باطل وغیرہ پر ہرگز نہیں تھے، بلکہ ان سے خطا اجتہادی سرزد ہوئی اور یہ خطا قابل مواخذہ نہیں ہے بلکہ باعث اجر ہے۔ اس نظریے کی وضاحت کرتے حضرت امام نووی اور حضرت امام ملا علی قاری اور حضرت امام عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والنظم اللنووی

''وہ تمام جنگیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جاری ہوئیں۔ ان میں ہر گروہ کو اک شبہ لاحق ہوا اور وہ ذاتی طور پر اسے ہی درست جان رہا تھا اور وہ تمام ان جنگوں میں تاویل کرنے والے تھے۔ ان جنگوں کی وجہ سے ان میں سے کوئی بھی عدالت سے خارج نہیں ہوا، اس لئے کہ وہ تمام مجتہد تھے جن کا مسائل میں اختلاف ہوا جیسا کہ ان کے بعد کے مجتہدین کا مسائل میں اختلاف ہوا۔ اس وجہ سے ان میں کسی کی تنقیص کرنا لازم نہیں آتا۔'' (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۱۱، ص۱۵۱)

مزید تفصیل کے لئے مقدمے کا مطالعہ کیجئے۔

جواب نمبر ۲:

بلکہ صحابہ کا مجتہد ماجور ہونا موصوف کو بھی تسلیم ہے:

''دورغ گورا حافظہ نباشد'' کے مصداق موصوف کو شائد یاد نہ ہو مگر ہمیں یاد ہے کہ اصحاب جمل وصفین کا برحق اور مجتہد ہونا ان کی اپنی تحریروں سے بھی ثابت ہے بلکہ ان کو تسلیم بھی ہے، موصوف روایت ''یدعونہ الی النار'' سے کچھ صحابہ کا استثنیٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خیال رہے کہ اس معنوی اطلاق سے کچھ لوگوں کو مستثنیٰ سمجھا

جا سکتا ہے، کیونکہ ہر شخص کا معاملہ اس کی نیت کے مطابق ہوتا ہے۔'' (صلح الامام الحسن ص ۳۰۹)

ہم کہتے ہیں جس دلیل سے تم نے خود استثناء کرنے کا قول کیا اسی دلیل سے دیگر صحابہ کا بھی استثناء کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ ایک اور مقام پر لکھا:

''اس حدیث سے جہاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا باب العلم، اعلم ہونا ثابت ہوتا ہے، وہیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حق ہونا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حق پر قائم ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔'' (شرح اسنی المطالب ص ۴۲۹)

ہم کہتے ہیں جب تم خود مان چکے کہ ''تمام صحابہ حق پر قائم تھے'' تو اصحاب جمل و صفین والوں کو خاطی، باغی اور باطل پرست کہتے ہوئے تمہیں کچھ تو غیرت کرنی چاہیے تھی۔

ایک اور مقام پہ لکھا:

''چونکہ ان حضرات صحابہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، کے اقدام کو مذاہب اربعہ کے علماء کرام نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں مبنی بر خطا قرار دیا اور یقیناً وہ خطا خطاء اجتہادی تھی، جس پر ان شاء اللہ انہیں اجر واحد ملے گا۔'' (شرح خصائص علی ص ۴۴۴)

ہم کہتے ہیں جب ان صحابہ کو مجتہد ماجور مان چکے ہو تو حضرت امیر معاویہ سمیت دیگر صحابہ کو مجتہد ماجور مانتے ہوئے تمہیں موت کیوں پڑتی ہے۔ کیونکہ صحابی ہونے کی حیثیت سے جس قانون اور دلیل سے یہ صحابہ مجتہد قرار دیئے گئے ہیں، وہی قانون اور دلیل کہتی ہے کہ دیگر صحابہ کو بھی مجتہد قرار دیا جائے۔

اصحاب صفین مجتہد نہیں بلکہ باغی تھے (قاری ظہور):

موصوف لکھتے ہیں:

''اصحاب صفین، یہ مجتہدین نہیں بلکہ باغی تھے۔''

(شرح کتاب الاربعین ص ۱۳۴، حاشیہ نمبر ۲)

جواب: ان کا مجتہد ہونا تمہارے اقوال سے بھی ثابت ہے:

ہم ابھی ابھی تمہاری تحریرات سے ثابت کر چکے کہ تم خود ہی تمام صحابہ کو حق پر قائم مان چکے ہو تو جب وہ حق پر قائم تھے اور یقینا تھے تو ان سے اجتہاد کی نفی اور بغاوت کا اثبات کرتے ہوئے کچھ تو حیاء کرنی چاہئے تھی۔ یونہی اسی عبارت کی ایک سطر پہلے تم نے خود لکھا:

''اصحاب جمل، بلاشبہ یہ اہل تاویل مجتہدین تھے۔''

(شرح کتاب الاربعین ص ۱۳۴، حاشیہ نمبر ۳)

یہی حوالہ ہم شرح خصائص علی ص ۹۴ سے بھی نقل کر چکے، ہم کہتے ہیں جمل اور صفین والوں میں تمہارا یہ فرق بیان کرنا باطل و مردود ہے۔ اس لئے کہ تمام صحابہ کی حقانیت کے تم خود بھی قائل ہو، دوسرا اس لئے بھی کہ امت کے تمام مستند و معتبر ائمہ کرام نے اصحاب جمل و صفین سبھی کو مجتہد قرار دیا ہے اور اسی پر اہلسنت کا اجماع قائم ہے۔

معاویہ کے لئے اجتہادی خطا کے قائلین چاپلوس حواری اور علماء سوء ہیں۔ (قاری ظہور):

موصوف ساری امت کے علماء کی تردید و تغلیط اور توہین کرتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بابت لکھتے ہیں:

''ظالم و نام نہاد خلفاء کے ایسے ظالمانہ اقدام کو ان کے چاپلوس

حواری اور علماء سوء خطائے اجتہادی بتا دیتے ہیں۔''

(الاحادیث الموضوعہ ص ۲۶۰)

گویا موصوف کی نظر میں صحابہ سمیت ساری امت کے علماء ربانین چاپلوس اور علماء سوء ہیں۔

موصوف نے یہ جملہ لکھ کر گمراہی و بدعقیدگی کا بدترین مظاہرہ کیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کسی عام بندے نے نہیں بلکہ صحابہ کرام اور اجلہ علماء بلکہ ساری امت نے انہیں مجتہد قرار دیا ہے تو گویا موصوف کی نظر میں نعوذ باللہ صحابہ سمیت امت کے تمام علماء ربانین ہی چاپلوس حواری اور علماء سوء ہیں۔ لعنت ہو ایسی فکر پر بھاڑ میں جائے ایسا نظریہ۔

قارئین کرام! اجمالی طور پر ان ائمہ میں سے چند ایک کے اسماء گرامی ملاحظہ ہوں جنہوں نے حضرت امیر معاویہ کو مجتہد اور صفین وغیرہ ان کے معاملات کو اجتہادی خطا اور ان کی لغزشوں کو معفو قرار دیا ہے۔

حضرت ابن عباس، حضرت امام بخاری، حضرت امام شعرانی، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حضرت امام غزالی، حضرت امام نووی، حضرت امام ملا علی قاری، حضرت امام طبری، حضور سیدنا غوث اعظم، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت عبدالحق محدث دہلوی، امام ابن حجر ہیثمی، علامہ ابن خلدون، حضرت مرزا مظہر خان جاناں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی، صاحب بہار شریعت مفتی امجد علی اعظمی صاحب رضی اللہ عنہم وغیرہ تفصیل کے لئے کتاب ہذا کا مقدمہ اور راقم کی تصنیف ''مقالات عالیہ در مدح امیر معاویہ اور اس موضوع پہ دیگر کتب اہلسنت کا مطالعہ کیجئے۔

صلح امام حسن کو معاویہ کی اہلیت کی دلیل سمجھنا عدم تدبر کا نتیجہ اور کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ (قاری ظہور):

حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین صلح کا ہونا اور حضرت امام حسن کی طرف سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا بلاشک و شبہ اس حدیث کا مصداق ہے "ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین" (بے شک میرا یہ بیٹا سید ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے)۔ (بخاری ج ا، ص ۳۷۲۔ ۲۷۲)

اور امت کے کئی اختلافی مسائل کو حل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ان مسائل میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیعت اور صلح کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امارت کے اہل تھے۔ اگر اہل نہ ہوتے تو حضرت امام حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کبھی بھی ایسا نہ کرتے۔

مگر موصوف قاری اس بات کو بھی عدم تدبر کا نتیجہ قرآن وسنت کے خلاف اور غیر معتبر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "تو بوجہ عدم تدبر بہت لوگ امام حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری کو اہلیت معاویہ کی دلیل سمجھتے ہیں......
>
> اردو اور عربی وغیرہ میں معاویہ کی اہلیت کے متعلق اس قسم کے جملے بڑے بڑے لوگوں نے استعمال کئے ہیں...... عربی اردو یا کسی بھی زبان میں ایسا مفہوم کسی بھی کتاب میں کسی چھوٹی یا بڑی شخصیت سے منقول ہو تو اس کا اعتبار نہ کیا جائے کیونکہ یہ خیال کتاب وسنت اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی تصریحات کے منافی ہے۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۷۔ ۳۶)

جواب:

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حضور غوث اعظم اور حضرت شیخ محقق رضی اللہ عنہما سمیت بڑے بڑے محدثین وفقہاء عدم تدبر کا شکار ہو گئے اور ان کی تحقیقات قرآن وسنت کے مخالف ہیں اور غیر معتبر ہیں؟

موصوف کا یہ نظریہ باطل و مردود ہے، اس لئے کہ امت کے بڑے بڑے ائمہ نے صلح و بیعت امام حسن کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیت کی دلیل قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

ا۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دستبردار ہو کر امر خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپنے کے بعد ثابت وصحیح ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۶۵)

۲۔ قطب الاقطاب حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وفی هذا دلیل علی ان معاویة کان له حق الخلافة بعد علی رضی الله عنه لان النبی ﷺ جوز الصلح فیما بینهما و کان عادل بعد الصلح مع الحسن

''اس حدیث (ابنی هذا سید) میں اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت امیر معاویہ خلافت کے حقدار تھے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (امام حسن و معاویہ) کے مابین ہونے والے معاملات میں صلح کو جائز (وقوع پذیر ہونے والی) قرار دیا ہے اور حضرت امیر معاویہ، حضرت امام حسن سے صلح کرنے کے بعد (بھی) عادل

ہی تھے۔'' (خزانہ جلالیہ ص ۲۵۴، قلمی نسخہ)

۳۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''ابنی ھذا سید'' حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

این حدیث دلالت دارد برآنکه هردو فرقه برملت اسلام اند باوجودیکی برحق واهل سنت وجماعت راصلح امام حسن رضی الله عنه دلیل است بر صحت امارة معاویه

''یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ وہ دونوں گروہ ہی ملت اسلام پر ہیں باجود اس کے کہ ان میں سے ایک حق پر تھا (اور دوسرا اجتہادی خطا پر تھا) اور اہلسنّت و جماعت کے لئے امام حسن رضی اللہ عنہ کا صلح کرنا ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کی صحیح ہونے کی دلیل ہے۔'' (اشعۃ اللمعات ج ۴، ص ۶۹۷)

۴۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سیدنا امام حسن مجتبیٰ۔ رضی اللہ عنہ کے چھ ماہ مدت خلافت پر ختم ہوئی) عین معرکہ جنگ میں ایک فوج جرار کی ہمراہی کے باوجود) ہتھیار رکھ دیئے (بالقصد والاختیار) اور (اور امور مسلمین کا انتظام و انصرام) امیر معاویہ کو سپرد کر دیا (اور ان کے ہاتھ پر بیعت اطاعت فرمالی) اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔ العیاذ باللہ۔ کافر یا فاسق تھے یا ظالم تھے یا غاصب جابر تھے (ظلم و جور پر کمر بستہ) تو الزام امام حسن و پر آتا ہے کہ انہوں نے کاروبار مسلمین و انتظام شرع و دین باختیار خود (بلاجبر و اکراہ بلاضرورت شرعیہ باوجود مقدرت) ایسے شخص کو تفویض فرمادیا (اور اس کی تحویل میں دے دیا اور

خیر خواہی اسلام کو معاذ اللہ کام نہ فرمایا۔"

(فتاوی رضویہ ج ۱۸، ص ۲۸۴، امام احمد رضا اکیڈمی انڈیا)

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس حدیث سے قطع نظر خود امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل کہ انہوں نے قوت ہوتے ہوئے بلا جبر و اکراہ صرف مسلمانوں کو خون خرابہ سے بچانے کے لئے خلافت معاویہ کو سپرد فرما دی۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سچے مومن تھے۔ اگر معاذ اللہ وہ منافق ہوتے تو امام حسن مجتبیٰ کبھی بھی اتنی آسانی سے انہیں خلافت سپرد نہ فرماتے۔"

(نزہۃ القاری شرح بخاری ج ۳، ص ۸۶۲-۸۶۱)

صاحب بہار شریعت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تو امیر معاویہ پر معاذ اللہ فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقۃً حضرت امام حسن مجتبیٰ، بلکہ حضور سید نا عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ حضرت عزت جل جلالہ پر طعن کرتا ہے۔"

(بہار شریعت ج ۱، الف ص ۲۵۹، مطبوعہ دعوت اسلامی)

قارئین کرام:

آپ غور فرمائیں کہ حضور غوث اعظم اور شیخ محقق رضی اللہ عنہما جیسے اولیاء و علماء حق بھی اس صلح کو اہلیت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دلیل قرار دے رہے ہیں بلکہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے تو فیصلہ فرما دیا کہ یہ بات کسی ایک آدھ سنی کی رائے نہیں ہے بلکہ سلفاً خلفاً تمام اہلسنت کا ہی یہ مؤقف ہے اور یہ وہی شیخ محقق ہیں جن کے بارے موصوف قاری خود لکھ چکے ہیں کہ:

"سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ الفاظ اس عظیم محدث نے

بھی لکھنا پسند فرمائے ہیں، جن کے نام کے بغیر ہند و پاک کے کسی بھی مکتب فکر کی سند حدیث کو وجود نہیں مل سکتا، یعنی شیخ محقق الشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔"

(شرح کتاب الاربعین ص ۷۳)

دوسری جگہ لکھا:

"یہ اقتباس اس شخصیت کی کتاب سے لئے جن کے نام کے بغیر پاک و ہند کے کسی عالم کی علمی سند کامل نہیں ہو سکتی۔" شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔"

(الاحادیث الموضوعہ ص ۱۶۵)

ہم کہتے ہیں جس عظیم ہستی کی فرمائی ہوئی بات کو تم "سب سے بڑی بات" قرار دے رہے ہو اور خود لکھ رہے ہو کہ اس شخصیت کے نام کے بغیر پاک و ہند میں نہ کسی کی علمی سند مکمل ہوتی ہے اور نہ ہی کسی کی سند حدیث مکمل ہوتی ہے۔ اس عظیم شخصیت نے ہی یہ سب سے بڑی بات کہتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"اهلسنّت و جماعت را صلح امام حسن رضی الله عنه دلیل است بر صحت امارة معاویه"

لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ نظریہ تمام اہلسنّت کا نظریہ ہے اور قرآن و سنت کے عین مطابق ہے، ہاں مگر تمہاری یہ ہفوات و ہزیان ضرور رافضیت زدہ اور مردود ہے۔

ہم کہتے ہیں تمہاری یہ انفرادی رائے اس لئے بھی مردود اور نظریۂ اہلسنّت حق اور درست ہے کہ تم نے خود یہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ

"محض کلام کے حسن کی طرف نہیں جانا چاہئے بلکہ محدثین کرام رحمہم اللہ کی تحقیق پر اعتماد کرنا چاہئے۔"

(الاحادیث الموضوعہ ص ۱۵)

ہم کہتے ہیں ذرا اپنی نگاہوں سے بغض صحابہ کی سیاہ پٹی اتار کر دیکھیں اہلسنت کا یہ نظریہ صرف محدثین کرام کی ہی تحقیق کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ فقہاء، و مجتہدین و مفسرین و مؤرخین اولیاء، وصوفیا اور عوام اہلسنّت کا بھی یہی نظریہ ہے تو اب اس تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے تمہیں کیوں سانپ سونگھ گیا ہے؟ نیز تم نے خود ایسا ضابطہ بیان کیا ہے کہ ''زیادہ معتبر کی بات قابل قبول ہوتی ہے''۔

> ''اس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی نقل میں منفرد ہیں، لہٰذا قابل اعتبار نہیں، حالانکہ ڈاکٹر (آصف جلالی) صاحب نے ان کے معارضہ میں جتنے اسماء ذکر کئے ہیں امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ ان سب سے زیادہ معتبر ہیں۔'' (صلح الامام الحسن ص ۱۹۶)

اور ادھر بھی ہم نے اپنی تائید میں جتنے نام بھی ذکر کئے ہیں بلاشبہ وہ اتنے اونچے نام ہیں کہ معارضہ تو دور کی بات ہے تم ان میں سے کسی کی گرد راہ کے برابر بھی نہیں ہو۔ اس لئے تمہارے بیان کردہ ضابطہ کا بھی یہی تقاضا ہے کہ انہیں ائمہ و اولیاء کی بات معتبر و مقبول ہو اور تمہاری مردود۔

قارئین کرام!

آپ غور کریں کہ موصوف نے اپنے موقف پر ''ساری امت میں سے کسی بھی ایک معتبر و مستند امام کا قول پیش نہیں کیا، شائد وہ جانتے ہوں کہ اس سلسلہ میں جدھر بھی منہ کروں گا مایوسی و محرومی کا طماچہ پڑے گا۔

اس واسطے اپنے تائیں خود ہی مجتہد اور امام وقت بن کر مخالف قرآن و سنت ایک رائے قائم کر کے عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے ایک آیت اور ایک حدیث نقل کر دی۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں ان نصوص کا تمہارے دعوے سے ذرا بھر بھی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ائمہ امت کبھی بھی دوسرا نظریہ

نہ بیان کرتے اور نہ ہی اسے جملہ اہل سنت کی دلیل قرار دیتے۔

نتیجہ یہ ہے کہ تمہاری یہ غلیظ رائے خالصتاً رافضیوں کی ترجمانی اور منافی اہل حق ہے۔

جواب نمبر ۲:

موصوف کا یہود و نصاریٰ کی روش پر چلنا:

قارئین کرام!

اگر غور کریں تو اس مقام پر موصوف بھی پوری آب و تاب کے ساتھ روشِ یہود و نصاریٰ پہ گامزن نظر آتے ہیں۔ کیونکہ یہ ان کی عادت ثانیہ تھی کہ کتب الٰہیہ میں سے جو چیز ان کے مزاج کے مطابق ہوتی وہ لے لیتے جو مخالف ہوتی اسے چھوڑ دیتے یعنی حکم ربی کے بعض حصے پر ایمان لاتے اور بعض کا انکار کرتے رب تعالیٰ ان کے بارے فرماتا ہے:

افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض

''تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔'' (ترجمہ کنز الایمان، بقرہ: ۸۵)

یہی حال قاری ظہور کا ہے۔ کیونکہ اس کی بھی یہی روش ہے جو بات اس کے حق میں ہو چاہے کسی ہو یا کسی ہو اسے فوراً لے لیتا ہے اور جو اس کے حق میں نہ ہو مزاج کے خلاف ہو چشم زدن میں اس کا انکار کر دیتا ہے۔ چاہے وہ صحیح بات اسی قائل کی ہو جس کو پہلے تسلیم کر چکا ہو۔

جیسے کہ جب بات اس کے حق میں تھی تو حضرت شیخ محقق کی تحسین میں لکھ ڈالا جیسا کہ ابھی گزرا اور جب بات مخالف تھی تو ایک دم بول اٹھے:

''اس قسم کے جملے بڑے بڑے لوگوں نے استعمال کیے ہیں...... ایسا مفہوم کسی

نہ بیان کرتے اور نہ ہی اسے جملہ اہل سنت کی دلیل قرار دیتے۔

نتیجہ یہ ہے کہ تمہاری یہ غلیظ رائے خالصتاً رافضیوں کی ترجمانی اور منافی اہل حق ہے۔

جواب نمبر ۲:

موصوف کا یہود و نصاریٰ کی روش پر چلنا:

قارئین کرام!

اگر غور کریں تو اس مقام پر موصوف بھی پوری آب و تاب کے ساتھ روشِ یہود و نصاریٰ پہ گامزن نظر آتے ہیں۔ کیونکہ یہ ان کی عادت ثانیہ تھی کہ کتب الٰہیہ میں سے جو چیز ان کے مزاج کے مطابق ہوتی وہ لے لیتے جو مخالف ہوتی اسے چھوڑ دیتے یعنی حکم ربی کے بعض حصے پر ایمان لاتے اور بعض کا انکار کرتے رب تعالیٰ ان کے بارے فرماتا ہے:

افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض

''تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔'' (ترجمہ کنز الایمان، بقرہ: ۸۵)

یہی حال قاری ظہور کا ہے۔ کیونکہ اس کی بھی یہی روش ہے جو بات اس کے حق میں ہو چاہے کسی ہو یا کسی ہو اسے فوراً لے لیتا ہے اور جو اس کے حق میں نہ ہو مزاج کے خلاف ہو چشم زدن میں اس کا انکار کر دیتا ہے۔ چاہے وہ صحیح بات اسی قائل کی ہو جس کو پہلے تسلیم کر چکا ہو۔

جیسے کہ جب بات اس کے حق میں تھی تو حضرت شیخ محقق کی تحسین میں لکھ ڈالا جیسا کہ ابھی گزرا اور جب بات مخالف تھی تو ایک دم بول اٹھے:

''اس قسم کے جملے بڑے بڑے لوگوں نے استعمال کیے ہیں...... ایسا مفہوم کسی بھی کتاب میں کسی چھوٹی یا بڑی شخصیت سے منقول ہو تو اس کا اعتبار نہ کیا

جائے گا۔'' (صلح الامام الحسن ص ۳۷۔۳۶)

جب اپنے مطلب کی بات آئی تو ان ائمہ کرام کے بارے یہاں تک لکھ دیا:

''ایسی تشریح جو ائمہ کرام کی کم فہمی ثابت کرے وہ مردود ہوتی ہے۔'' (خلاصۂ شرح خصائص علی ص ۳۱۱)

اور جب انہیں ائمہ کی کوئی بات مطلب کے خلاف نظر آئی تو جھٹ سے کہہ دیا:

''ایسا مفہوم کسی بھی کتاب میں کسی چھوٹی یا بڑی شخصیت سے منقول ہو تو اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔''

(صلح الامام الحسن ۳۷۔۳۶)

امام ابن عادل دمشقی فرماتے ہیں:

ومعنى الآيت: ان المتقدمين السابقين والمتاخرين اللاحقين وعدهم الله جميعا الجنة مع تفاوت الدرجات

''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ متقدمین سابقین اور متاخرین لاحقین (یعنی بعد میں ملنے والے) ان میں درجات کے تفاوت کے باوجود ان سب سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔''

(تفسیر اللباب فی علوم الکتاب ج ۱۸، ص ۴۶۵، بیروت)

علامہ اسمٰعیل حقی فرماتے ہیں:

وكلا اى كل واحد من الفريقين... وعد الله الحسنى اى التوبة الحسنى وهى الجنة لا الاولين فقط ولكن الدرجات متفاوتة

''اور سب سے یعنی دونوں گروہوں میں سے ہر ایک سے ......اللہ نے اچھے ٹھکانے یعنی حسنیٰ (جنت) کا وعدہ فرمایا ہے نہ کہ صرف اولین سے لیکن درجات میں تفاوت ہے۔''

(تفسیر روح البیان ج۹،ص ۳۵۷)

آگے سے مجدد صاحب کا حوالہ

حضرت امام قاضی ابوالمحاسن یوسف بن موسیٰ:

وکلا وعد اللہ الحسنی پس اس وعدے میں تمام صحابہ داخل ہیں

(المعتصر من المختصر من مشکل الآثار ج۲،ص۲۳۳)

امام کورانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من المنفقین السابقین واللاحقین موعود بالجنۃ وان تفاوت حالھم

''(فتح مکہ سے) پہلے اور بعد میں خرچ کرنے والے تمام حضرات صحابہ سے جنت کا وعدہ کیا جا چکا ہے۔ اگرچہ ان کے مراتب میں تفاوت ہے۔''

(غایۃ الامانی فی تفسیر الکلام الربانی ص ۹۴)

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے پر فیصلہ کن تصریحات:

قارئین کرام!

یہاں تک ہم نے قاری ظہور کے اٹھائے گئے اشکالات کے جوابات کے ضمن میں بھی ثابت کیا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔ اب ہم آپ کے سامنے وہ ثبوت پیش کرتے ہیں جن میں اس عقیدۂ مصطفیٰ کی تصریح بلیغ کی گئی ہے۔

امام اہلسنت الامام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فیه (دلالة) جواز تقلید الصحابة والاتباع (لهم) والاقتداء بهم لانه مدح عزوجل من اتبع المهاجرین والانصار بقوله "والذین اتبعوهم باحسان ثم اخبر عن جملتهم ان الله راض عنهم (دل) ان التقلید لهم لازم والاقتداء واجب و اذا اخبروا بخبر اوحدثوا بحدیث یجب العمل به ولا یسع ترکه

''اس آیت کریمہ (حدید ۱۰) میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید ان کی اتباع اور اقتداء کرنے کے جواز پر دلیل ہے۔ اس لئے کہ رب تعالیٰ نے اپنے اس قول ''والذین اتبعوھم باحسان'' میں مہاجرین و انصار کی اتباع کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ پھر رب تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے خبر دی ہے کہ وہ ان سب سے راضی ہے، (رب تعالیٰ کا یہ خبر دینا) دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام کی تقلید لازم اور ان کی اقتداء واجب ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کوئی خبر دیں یا حدیث بیان کریں تو اس پر عمل کرنا واجب ہے، اس کو ترک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔'' (تفسیر تاویلات اہلسنت والجماعۃ ج ۵، ص ۴۶۱)

مام ابن عادل دمشقی فرماتے ہیں:

ومعنی الآیت: ان المتقدمین السابقین والمتاخرین اللاحقین وعدهم الله جمیعا الجنة مع تفاوت الدرجات

''اس آیت کا معنی یہ ہے کہ متقدمین سابقین اور متاخرین لاحقین (یعنی بعد میں ملنے والے) ان میں درجات کے تفاوت کے باوجود ان سب سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔'' (تفسیر اللباب فی علوم الکتاب ج ۱۸، ص ۴۶۵، بیروت)

علامہ اسمٰعیل حقی فرماتے ہیں:

وکلا ای کل واحد من الفریقین... وعد اللہ الحسنیٰ ای التوبة الحسنی وھی الجنة لا الاولین فقط ولکن الدرجات متفاوتة

''اور سب سے یعنی دونوں گروہوں میں سے ہر ایک سے ...... اللہ نے اچھے ٹھکانے یعنی حسنیٰ (جنت) کا وعدہ فرمایا ہے نہ کہ صرف اولین سے لیکن درجات میں تفاوت ہے۔''

(تفسیر روح البیان ج ۹، ص ۳۵۷)

تفسیر المحرر الوجیز اور البحر المحیط میں ہے:

''والذین اتبعوھم باحسان'' یرید سائر الصحابة ویدخل فی ھذا اللفظ التابعون وسائر الامة لکن بشرط الاحسان

''والذین اتبعوھم باحسان'' سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں اور اس لفظ میں تابعین اور باقی ساری امت بھی داخل ہے، لیکن احسان کی شرط کے ساتھ۔''

(زیر آیت محوث عنہا، ج ۵، ص ۱۲۲)

تفسیر زاد المسیر میں ''السابقون الاولون'' کے بارے چھ اقوال نقل کئے گئے ہیں جن میں سے چوتھا یوں ہے:

والرابع، انهم اصحاب رسول الله ﷺ حصل لهم السبق لصحبته

چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام اصحاب رسول ہیں (اس لئے کہ) انہیں صحبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سبقت میسر آئی ہے۔ پھر چند سطور کے بعد مزید فرمایا ہے:

قوله تعالىٰ! ''والذين اتبعوهم باحسان'' من قال: ان السابقين جميع الصحابة، جعل هوء لاء تابعي الصحابة وهم الذين لم يصحبوا رسول الله ﷺ، وقد روى عن ابن عباس انه قال: والذين اتبعوهم باحسان الى ان تقوم القيامة

''رب تعالیٰ کا فرمان ''والذین اتبعوہم باحسان'' کے بارے جن مفسرین نے یہ کہا ہے کہ سابقین سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں، انہوں نے '......اتبعوا' سے مراد تابعین لئے ہیں۔ یعنی وہ لوگ کہ جنہیں صحبت نبوی میسر نہیں آئی۔ (اسی بابت) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''اتبعوا'' سے مراد قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہیں جو بھلائی کے ساتھ صحابہ کی پیروی کریں گے۔''

(تفسیر زاد المسیر زیر آیت ''السابقون الاولون ......'')

تفسیر مدارک میں ہے:

والذين اتبعوهم باحسان من المهاجرين و الانصار فكانوا سائر الصحابة وقيل هم الذين اتبعوهم بالايمان والطاعة الى يوم القيامة

''اور مہاجرین و انصار میں سے وہ جنہوں نے سابقون اولون کی اتباع کی پس (اس لحاظ سے ''اتبعوھم باحسان سے مراد) تمام صحابہ کرام ہوں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان اور اطاعت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کریں گے۔'' (ج۱،ص۷۰۵)

روح المعانی میں ہے:

او الذین اتبعوھم بالایمان والطاعة الی یوم القیامة فالمراد بالسابقین جمیع المھاجرین والانصار رضی اللہ عنھم و معنی کونھم سابقین انھم اولون بالنسبة الی سائر المسلمین و کثیر من الناس ذھب الی ھذا

''یا پھر ''الذین اتبعوھم باحسان'' سے قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان اور اطاعت میں ان کی پیروی کریں گے۔ پس سابقین سے تمام مہاجرین و انصار صحابہ مراد ہوں گے، اور ان کے سابقین ہونے کا معنی یہ ہے کہ بلاشبہ وہ تمام امت مسلمہ کی نسبت (کلمہ پڑھنے میں) اولین ہیں، کثیر مفسرین اسی طرف گئے ہیں۔'' (ج۶،ص۱۱)

تفسیر کبیر میں ہے:

ومنھم من قال: بل یتناول جمیع الصحابة لان جملة الصحابة موصوفون بکونھم اولین بالنسبة الی سائر المسلمین، وکلمة ''من'' فی قولہ من المھاجرین والانصار لیست للتبعیض

بل للتبیین، ای والسابقون الاولون الموصولون بوصف کونهم مهاجرین و انصارا کما فی قوله تعالیٰ ''فاجتنبوا الرجس من الاوثان'' و کثیر من الناس ذهبوا الی هذا القول

''اور مفسرین میں سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ بلکہ یہ آیت کریمہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شامل ہے۔ اس لئے کہ دیگر تمام مسلمانوں کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی (کلمہ پڑھنے میں) ''اولین'' سے موصوف ہیں اور رب کے فرمان ''من المهاجرین والانصار'' میں کلمہ ''من'' تبعیضیہ نہیں بلکہ بیانیہ ہے۔ (اب آیت کا معنی یوں ہو گا۔ فیضی) یعنی سابقون اولون صحابہ جو مہاجر اور انصار ہونے کی صفت سے متصف ہیں۔''

جیسا کہ اس فرمان الٰہی میں (بھی کلمہ ''من'' بیانیہ ہے) ''فاجتنبوا الرجس من الاوثان (ج ۴، ص ۱۲۹)

یہی مضمون ان تفاسیر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے:

ابی سعود ج ۳، ص ۱۸۵، جمل ج ۳، ص ۳۰۳، بغوی ج ۲، ص ۳۱۹، مظہری ج ۳، ص ۳۵۲)

تفسیر خازن میں ہے:

قوله تعالیٰ! ''والذین اتبعوهم باحسان'' قیل: هم بقیة المهاجرین و الانصار سوی السابقین الاولین فعلی هذا القول. یکون الجمیع من الصحابة، وقیل الذین سلکوا سبیل المهاجرین

والانصار فی الایمان والهجرة والنصرة الی یوم القیامة

''رب کے فرمان: ''والذین اتبعوهم باحسان'' کے بارے کہا گیا ہے کہ سابقین کے علاوہ اس سے بقیہ مہاجرین و انصار صحابہ مراد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہوں جو ایمان، ہجرت اور نصرت میں مہاجرین و انصار صحابہ کے رستے پر چلیں گے۔'' (زیر آیت ''السابقون الاولون'')

حمید بن زیاد سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے محمد بن کعب قرظی سے عرض کیا:

''کیا آپ مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین رونما ہونے والے مشاجرات کے بارے کچھ بتائیں گے؟''

تو آپ نے فرمایا:

ان الله تعالیٰ قد غفر لجمیعهم واوجب لهم الجنة فی کتابه محسنهم ومسیئهم

''بلاشبہ رب تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں تمام صحابہ کی مغفرت فرما دی ہے اور ان کے لئے جنت کو واجب کر دیا ہے۔'' عام ازیں کہ ان کے محسنین ہوں یا خطاء اجتہادی والے۔

میں نے عرض کیا:

''قرآن مجید کے کس مقام پر ان کے لئے جنت کا واجب قرار دی گئی ہے؟''

تو آپ نے (از حیرانگی) فرمایا:

سبحان اللہ!

''کیا تو نے رب تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟

السابقون الاولون

''اچھی طرح جان لو کہ''

انہ تعالیٰ اوجب لجمیع اصحاب النبی ﷺ الجنة والرضوان وشرط علی التابعین شرط

''رب تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کو جنت اور اپنی رضا سے نواز رکھا ہے اور ان کی پیروی کرنے والوں پر ایک شرط مقرر کر دی۔''

میں نے عرض کیا:

''وہ شرط کیا ہے؟''

فرمایا:

''یہ کہ وہ بھلائی کے ساتھ ان کی اتباع کریں، اس طرح کہ ان کے اعمال حسنہ میں ان کی اقتداء کی جائے اور ان کے خلاف اولیٰ اعمال میں اقتداء نہ کی جائے۔ (یعنی آپس کی جنگوں کے معاملات میں پڑنے سے گریز کیا جائے)''

یا یوں کہا جائے کہ:

ان یتبعوھم باحسان فی القول، و ان لایقولوا فیھم سوء وان لایوجھوا الطعن فیما اقدموا علیه

''گفتگو کرنے میں بھلائی سے اقتداء کی جائے یعنی ان کے اقدامات کی وجہ سے ان پر طعن و تشنیع نہ کی جائے۔''

حمید بن زیاد کہتے ہیں:

"(محمد بن کعب قرظی کا یہ جواب سن کر مجھے یوں لگا کہ)

فکانی ماقرات ھذہ الایۃ قط

"گویا کہ یہ آیت کریمہ میں نے کبھی پڑھی ہی نہیں۔"

(تفسیر روح المعانی ج٦، ص١١، تفسیر کبیر ج٦، ص١٢٩، تفسیر در منثور ج٤، ص٢٤٧، تفسیر بغوی ج٢، ص٣١٩، تفسیر مظہری ج٣، ص٣٥٢، وغیرہا)

حضرت امام قاضی ابو المحاسن یوسف بن موسیٰ:

وکلا وعد اللہ الحسنیٰ پس اس وعدے میں تمام صحابہ داخل ہیں

(المعتصر من المختصر من مشکل الآثار ج٢، ص٢٣٣)

امام کورانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من المنفقین السابقین واللاحقین موعود بالجنۃ وان تفاوت حالھم

"(فتحِ مکہ سے) پہلے اور بعد میں خرچ کرنے والے تمام حضراتِ صحابہ سے جنت کا وعدہ کیا جا چکا ہے۔ اگرچہ ان کے مراتب میں تفاوت ہے۔"

(غایۃ الامانی فی تفسیر الکلام الربانی ص٩٤)

(٢ صفحہ ١٤٠ کے ٢ اس صفحہ کے پیچھے والے)

٥۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سورہ فتح کی آیت نمبر ٢٩

وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات منھم کے تحت فرماتے ہیں:

وقد انعقد الاجماع علی ان الصحابة کلھم عدول وکلھم مغفور لھم

''اور اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں اور وہ تمام کے تمام ہی بخشے ہوئے ہیں۔ (تفسیر مظہری ج ۶، ص ۳۷۶)

صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔

قلت: واولی بالاحتجاج علی کون جمیع الصحابة فی الجنة قوله تعالیٰ ''لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئك اعظم درجه من الذین انفقوا من قبل الفتح و قاتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد الله الحسنی'' فانھا صریح فی ان جمیع الصحابة اولھم وآخرھم وعد الله تعالیٰ الحسنیٰ

''میں کہتا ہوں تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر اس آیت ''لایستوی منکم '' سے استدلال کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (بنسبت آیت توبہ کے) کیونکہ یہ آیت کریمہ اس بارے پوری صراحت سے دلالت کرتی ہے کہ اول تا آخر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رب نے جنت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔''

(تفسیر مظہری، ج ۳، ص ۳۵۳)

آپ سورۃ اللیل کی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فالایة تدل علی عدم دخول احد من الصحابة فی النار کیف وقد انعقد الاجماع علی ان الصحابة

كلهم عدول

''پس یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایک بھی دوزخ میں نہیں جائے گا اور جا بھی کیسے سکتا ہے جبکہ اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ (ایضا ج ۷، ص ۴۲۲)

بحر العلوم حضرت امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هذا التفضيل لجميع اصحابه رضی اللہ عنہم۔

''یہ افضلیت (یعنی وعدۂ حسنیٰ میں شامل ہونا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ہے۔''

(تفسیر سمرقندی، تحت آیت لایستوی منکم، سورہ حدید آیت ۱۰)

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

وقوله: وكلا وعد الله الحسنىٰ يعني المنفقين قبل الفتح وبعده كلهم لهم ثواب على ما عملوا وان كان بينهم تفاوت في تفاضل الجزاء

''یعنی فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد خرچ کرنے والے ان کے اعمال کے مطابق ان سب کے لئے ثواب ہے۔ اگرچہ ان کے مابین جزاء کی فضیلتوں میں تفاوت ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر، تحت آیت وکلا وعد اللہ الحسنیٰ)

حضرت امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

جميع اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

''(یعنی رب تعالیٰ نے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ سے

مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔" (ج ۱۳، جز ۲۶، ص ۱۹۴)

امام آجری فرماتے ہیں:

وكذلك جميع صحابته فمن الله عزوجل النبی ﷺ لايخزيه فيهم وانه يتم هم يوم القيامة نورهم ويغفرلهم ويرحمهم

"اسی طرح نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ضمانت دی ہے کہ وہ ان کے بارے آپ کو مایوس نہیں فرمائے گا اور قیامت کے دن ان کے لئے انکا نور مکمل فرمائے گا۔ ان کی مغفرت فرمائے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔" (الشریعہ ج ۵، ص ۲۳۴۶)

حضرت مجدد پاک فرماتے ہیں:

"علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید سے مفہوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ بہشتی ہیں۔"

(مکتوب شریف دفتر سوم مکتوب نمبر ۲۴، ج ۲، ص ۳۳۸)

اس کے بعد سورۃ حدید کی آیت ۱۰ نقل کر کے فرماتے ہیں:

"اس آیت میں حسنیٰ سے مراد جنت ہے اور سب صحابہ کے لئے جنہوں نے فتح سے پہلے یا بعد مال خرچ کیا اور لڑائی کی ہے۔ جنت کا وعدہ ہے۔" (ایضاً)

علامہ پرہاروی فرماتے ہیں:

"ہم اہلسنّت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مشاجرات صحابہ میں آنے والی روایات میں حتیٰ الامکان تاویل کرنا اور اگر تاویل کرنا ممکن نہ ہو تو اس روایت کو رد کرنا واجب ہے اور

خاموش رہنا اور طعن ترک کرنا واجب ہے۔''

(پھر اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا):

للقطع بان الحق سبحانه وعدهم المغفرة والحسنی

''کیونکہ یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور حسنیٰ (یعنی جنت) کا وعدہ فرمایا ہوا ہے:

(الناهيه ص٦٧)

حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں:

كل من دخل فی عنوان الصحابة ويصدق عليه هذا المفهوم فهو من اهل الجنة قطعا

''ہر وہ شخص جو صحابہ کے عنوان کے تحت داخل ہو (یعنی صحابی ہو) اور اس پر یہ مفہوم صادق آتا ہو تو وہ قطعی جنتی ہے۔

(تحقیق الاشارہ الی تعیم البشارہ ص ۷)

حضرت امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان الصحابة القطوع لهم بالجنة

''تمام صحابہ کے لئے جنت قطعی (طور پر ثابت ہے)

(زرقانی علی المواہب ج ۴، ص ۳۳۲)

مجدد وقت علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''پس ثابت ہوا کہ وہ سب اہل جنت میں سے ہیں۔ ان میں سے کوئی جہنم میں نہ جائے گا۔''

(الاسالیب البدیعہ مترجم ص ۴۷، نوریہ رضویہ)

امام اہلسنت فرماتے ہیں:

''بایں ہمہ اس (اللہ تعالیٰ) نے تمہارے (صحابہ کے) اعمال

جان کر حکم فرمایا کہ وہ تم سب سے جنت بے عذاب، و کرامت وثواب بے حساب کا وعدہ فرما چکا۔''

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹،ص ۳۶۲، ۳۶۳)

مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ البتہ ان کے درجات اور مراتب مختلف ہوں گے۔''

(فتاویٰ شارح بخاری ج ۲،ص ۶۴)

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے پر اعلیٰ حضرت کا تفصیلی فتویٰ:

''مسئلہ:''

حضرت ہادی و رہنمائے سالکاں قبلۂ دو جہاں دام فیضہ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، مسائل ذیل میں حضرت کیا فرماتے ہیں

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک روز خفا ہوئے اور روافض کہتے ہیں یہی وجہ ہے باغی ہونے کی پھر ایک کتاب مولانا حاجی صاحب کی تصنیف اعتقاد نامہ ہے جو بچوں کو پڑھایا جاتا ہے اس میں یہ شعر بھی درج ہے:

حق در آنجا بدست حیدر بود
جنگ با او خطا و منکر بود

''حق وہاں حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اس کے ساتھ جنگ غلط اور ناپسندیدہ تھی''

(۲) امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی واسطے دفع جنگ کے۔

الجواب:

(۱) روافض کا قول کذب محض ہے۔ عقائد نامہ میں ''خطا و منکر بود'' نہیں ہے

بلکہ خطائے منکر بود ہے، اہل سنت کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا خطاء اجتہادی تھی۔ اجتہاد پر طعن جائز نہیں، خطاء اجتہادی دو قسم ہے، مقرر و منکر، مقرر وہ جس کے صاحب کو اس پر برقرار رکھا جائے گا، اس سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ جیسے حنفیہ کے نزدیک شافعی المذہب مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا اور منکر وہ ہے جس پر انکار کیا جائے گا۔ جبکہ اس کے سبب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو جیسے اجلۂ اصحاب جمل رضی اللہ عنہم کہ قطعی جنتی ہیں اور ان کی خطا یقیناً اجتہادی جس میں کسی نام سنیت لینے والے کو محل لب کشائی نہیں، بایں ہمہ اس پر انکار لازم تھا جیسا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کیا باقی مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مداخلت حرام ہے۔ حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا!

''جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو زبان روکو۔''

دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ستکون لاصحابی بعدی زلۃ غفرھا اللہ لھم لسابقتھم ثم یاتی من بعدھم قوم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار

''قریب ہے کہ میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہوگی جسے اللہ بخش دے گا اس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے، پھر ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل جہنم میں اوندھا کر دے گا۔''

یہ وہ ہیں جو ان لغزشوں کے سبب صحابہ پر طعن کریں گے۔ اللہ عزوجل

نے تمام صحابہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن عظیم میں دو (۲) قسم کیا، مومنین قبل فتح مکہ و مومنین بعد فتح مکہ اول کو دوم پر تفضیل دی اور صاف فرمادیا:

''وکلا وعد اللہ الحسنیٰ ''سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمادیا، واللہ بما تعملون خبیر اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔ بایں ہمہ وہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا پھر دوسرا کون ہے کہ ان میں سے کسی کی بات پر طعن کرے۔ واللہ الہادی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بے شک امام مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد فرمائی اور اس سے صلح و بندش جنگ مقصود تھی اور یہ صلح وتفویض خلافت اللہ و رسول کی پسند سے ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن کو گود میں لے کر فرمایا تھا۔

ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔

''میرا یہ بیٹا سید ہے، میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔''

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگر خلافت کے اہل نہ ہوئے تو امام مجتبیٰ ہرگز انہیں تفویض نہ فرماتے نہ اللہ و رسول اسے جائز رکھتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹، ص ۳۳۵ تا ۳۳۷، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

تاج الفحول علامہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اما سائر الاصحاب فنشھد لھم عموما انھم من اھل الجنۃ

''بہرحال تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تو ہم ان کے بارے بالعموم گواہی دیتے ہیں کہ وہ جنتی ہے۔''

(احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام ص ۳۴)

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ خوارج و نواصب دونوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خارجی کا ان واقعات مذکورہ بالا میں سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کو اور اہل تشیع کا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے بغیر (علاوہ) تمام صحابہ پر حکم لگا دینا کہ معاذ اللہ یہ لوگ منافق و مرتد تھے اور ''مااتاکم الرسول فخذوہ وفنھا کم عنہ فانتھوا کے مخالف و منکر تھے۔ کیسا ظلم ہے؟
جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنتی فرماتا ہے۔ ان کے متعلق ایسا کہنا خود کفر سے کم ہے؟ اللہ تعالیٰ کے علم میں جن کا خاتمہ بالایمان نہیں یعنی جو منافق و مرتد ہیں؟ ان سے اللہ تعالیٰ عالم الغیب کیسے راضی ہوسکتا ہے اور وہ کیسے بہشتی ہو سکتے ہیں۔''

(تصفیہ مابین سنی و تشبیہ ص ۲۴۔۲۵)

سورۂ توبہ کی آیت ۱۰۰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس آیت میں مہاجرین و انصار کو جنتی فرمایا گیا ہے۔''

(ایضاً ص ۲۴)

مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت سے حاصل ہونے والے فوائد کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ سے چند فوائد حاصل ہوئے:..........

''تیسرا فائدہ: کوئی مسلمان کسی درجہ پر پہنچ کر صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ وہ حضرات سابقین اولین ہیں، تاقیامت تمام اقسام کے مومنین ان کے تابع ہیں۔ یہ اس آیت کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ جبکہ'' والذین اتبعو

"سے تا قیامت مومنین مراد ہیں۔"

آٹھواں فائدہ: تا قیامت وہی مسلمان حق پر ہیں جو حضرات صحابہ یعنی مہاجرین و انصار کے پیرو کار ان کے ثنا خوان ان کا ذکر خیر سے کرنے والے ہیں۔ یہ فائدہ "والذین اتبعوھم" کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جب رب تعالیٰ حضرات صحابہ کے غلاموں پیروکاروں سے راضی ہے تو خود ان سے کتنا راضی ہوگا۔ لہٰذا روافض وخوارج باطل پر ہیں۔

نواں فائدہ: سارے صحابہ عادل، ثقہ، متقی ہیں ان میں کوئی فاسق نہیں، یہ فائدہ "رضی اللہ عنھم" سے حاصل ہوا، دوسری جگہ فرماتا ہے، وکلا وعد اللہ الحسنیٰ"

جو تاریخی واقعہ ان کا فسق ثابت کرے وہ جھوٹا ہے قرآن سچا ہے۔

(تفسیر نعیمی ج۱۱، ص۲۹۔۳۰، تفسیر نور العرفان ص ۲۳۔۳۲۲)

مفتی جلال الدین امجدی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں صحابہ کے متعلق اعلان فرماتا ہے "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" (پارہ ۲۷، سورۂ حدید) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام صحابیوں سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔"

(فتاویٰ فیض الرسول ج۱، ص۱۱۰)

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جو مسلمان فتح مکہ سے قبل ایمان لائے اور جو بعد میں ایمان لائے سب کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"

وکلا وعد اللہ الحسنیٰ اللہ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمایا۔

(فتاویٰ شارح بخاری ج۲، ص۸۲)

مفتی محمد یونس صاحب رضوی قرآن وسنت کی کئی نصوص سے استدلال

کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مذکورہ عبارتوں سے صاف ہو گیا کہ سب صحابہ جنتی ہیں جو کسی صحابہ کو کافر کہے وہ جنتی کو کافر کہتا ہے اور جو ایسا عقیدہ رکھے خارج از ایمان ہے اور صحابہ کو کافر جان کر خود جہنمی بنتا ہے۔'' (فتاویٰ بریلوی شریف ص ۲۷۳)

فائدہ:

یاد رہے اس فتاویٰ پر مفتی اختر رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی عبدالرحیم بستوی، مفتی محمد ناظم علی قادری اور مفتی محمد مظفر حسین قادری صاحب کے بھی تصدیقی دستخط ہیں۔

مفتی محمد بدرالدین احمد صدیقی آیت حدید نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام صحابیوں سے جنت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ (فتاویٰ بدر العلماء، ص ۱۱۵)

مفتی سید محمد افضل حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جمہور علماء کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل صحابہ عدول (عدل والے) ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔'' (دفاع امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۱۵۹)

فائدہ:

یاد رہے مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں، شیخ الاسلام قمر الدین سیالوی اور سید ابو البرکات احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے پچاس (۵۰) کے قریب ہمارے اکابر کی تصدیقات سے مزین ہے۔

تمت بالخیر

قاری ظہور احمد فیضی کے متعلق مرکزِ اہلسنت دار العلوم جامعہ نعیمیہ لاہور کا تاریخی فتویٰ

دار الافتاء جامعہ نعیمیہ

علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور، پاکستان۔

کمپیوٹر نمبر: 11,635/16

daruliftajamianaeemia@gmail.com

تاریخ: 09/05/16

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب خصائص علی رضی اللہ عنہ کا ترجمہ اور تشریح تحریر کی۔ جس میں اسلاف صالحین کے معتقدات، تصریحات، تشریحات اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں صحیح نظریہ کے خلاف، روافض کو خوش کرنے کے لئے اپنی طرف سے احادیث کی ایسی من مانی تشریحات کی ہیں۔ جس میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت علی الاطلاق، ان کی خلافت بلافصل (ص:) کا انکار کیا۔ مثلاً لکھتا ہے۔ "اس عاجز کی دانست کے مطابق نبوت کے علاوہ اس حدیث میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے ہر فضیلت موجود ہے حتی کہ بالقوۃ خلیفہ بلافصل ہونے کی اہلیت بھی۔ (اس کی دلیل آئندہ صفحات میں آئے گی، ان شاء اللہ) کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے صرف نبوت کا استثناء فرمایا ہے اور نبوت کے علاوہ جو کوئی فضیلت متصور ہو سکتی ہے اس کی نفی نہیں فرمائی۔ نیز یہ عظمت اور اہلیت آپ کو دائمی طور پر عطا کر دی گئی تھی اور نبی کریم ﷺ کے غزوہ تبوک سے لوٹنے کے بعد واپس نہیں لی گئی تھی۔" (ص:۲۶۵-۲۶۶ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) دوسری عبارت "اس

سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب خلافت، ترتیب اہلیت وافضلیت کو مستلزم نہیں ہے بلکہ ترتیب خلافت میں خلفاء کرام کی وفات کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ایک مرتبہ آپ پھر حدیث شریف کو بغور پڑھ لیجئے ۔آپ کو حدیث شریف میں مذکور تینوں حضرات کی اہلیت خلافت پر دلالت کرنے والے الفاظ میں کوئی واضح تفاوت نظر نہیں آئے گا بلکہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد شدہ الفاظ ''**یأخذبکم الطریق المستقیم**''اور''**یقیمکم علی صراط مستقیم**'' میں زیادہ وزن نظر آئے گا۔''(ص:۳۱۷سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ)
اسی صفحہ پر مزید لکھتا ہے۔''اس لئے یہ کہنا بیجا نہیں ہوگا کہ جو ترتیب خلافت عملاً واقع ہوئی وہ ترتیب افضلیت کو لازم نہیں ۔آسان الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ضروری نہیں کہ جو شخص بعد میں خلیفہ ہوا وہ پہلے والے سے مرتبہ میں کم تھا۔''(ص:۳۱۷سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) مشکل گھڑی میں آپ کے خلیفہ ہونے میں راز کے عنوان کے تحت لکھتا ہے''علامہ ابن قیم کے کلام کا مطلب واضح ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے معابعد سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ خلافت نبوت سنبھال لیتے تو نبوت پر ملوکیت کا شبہ یقیناً لازم آتا اور جب وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے معابعد اہل بیت نبوت کے علاوہ دوسرے حضرات نے خلافت کی اور تقریباً چوبیس برس گزر گئے تھے تو اب کسی قسم کا اعتراض قائم نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے اس وقت میں مولی علی رضی اللہ عنہ نے خلافت قبول فرمائی تھی۔اس سے یہ نتیجہ کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی علمیت، عملیت، شجاعت، زہدیت اور قرب نسبیت کے باعث خلیفہ اول ہونے کی مکمل صلاحیت اور اہلیت رکھتے تھے مگر مذکورہ بالا حکمتوں کے پیش نظر قدرت نے آپ سے خلافت اولیٰ (ظاہری) کو دور رکھا اور اس وقت خلافت آپ کو سپرد کی گئی جب انتہائی کٹھن اور دشوار مرحلہ آن پہنچا۔ایسے دشوارترین مرحلے پر خلافت کا اہل بیت کی طرف پلٹنا دیکھ کر مجھے بے ساختہ وہ حدیث یاد آجاتی ہے جس میں ہے کہ

سخت ترین آزمائش انبیاء کرام علیہم السلام پر آتی ہے یا ان پر جو ان کے بعد سب سے افضل ہوں۔'' (ص:۳۲۰ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) اس کے علاوہ احادیث کی ایسی توضیحات بیان کیں جن سے صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طنز، طعن و تشنیع کی۔ مثلاً۔ غور کیجئے کہ جب جناب معاویہ نے تخت شاہی پر بیٹھ کر مولی علی پر سب و شتم کیا تو کیا ان کی رعایا اس گھناؤنی حرکت سے باز رہتی ؟ ہرگز نہیں کیونکہ یہ فطری بات ہے کہ اگر بادشاہ سے معمولی بے انصافی ہوجائے تو اس کے کارندے ظلم کے پہاڑ توڑ دیتے ہیں۔ (ص:۶۷ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) چونکہ بعد از وصال نبوی خلافت نبوت کا استقرار اور تمکن ظاہری ریاست سے ایسے استحکام پر موقوف تھا جس میں تمام دینوی امور و معاملات آتے ہیں اور ان امور کو سنبھالنے والے انسان پر سربراہ ریاست وغیرہ الفاظ کا اطلاق بھی ہوسکتا ہے۔ اس لئے خدا اور رسول کو منظور نہیں تھا کہ نبی کے اہل بیت ایسے دینوی مناصب پر فائز ہوں جس سے نبی کی شان پر دھبہ آئے اور لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ نبوت ایک ڈھونگ تھا اور در پردہ اپنی نسل کے لئے دینوی عیش و آرام کو جمع کرنا مقصود تھا۔ (ص:۴۵۵ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اس مرکزی دریا کی ہے جہاں سے ایسی مختلف نہریں نکلتی ہیں جن سے لوگ سیراب ہوتے ہیں۔ سو دریائے نبوت کی باطنی کمالات کا بہاؤ بالترتیب مولی علی اور دوسرے اہل بیت کرام کی طرف ہوتا ہے۔ اس لئے کسی انسان کی ان عظیم الشان نہروں کے علاوہ کسی اور مقام سے باطنی سیرابی نہیں ہوسکتی۔ (ص:۴۵۸ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع: ''لاتسبوا اصحابی'' (میرے صحابہ کو برا نہ کہا کرو) اس ممانعت کے اولین مخاطب وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے جو بعد میں مسلمان ہوئے تھے اور چونکہ وہ ابھی غیر تربیت یافتہ تھے۔ اس لئے اس سے افراط و تفریط ہوجاتی تھی۔ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مقابلہ میں سابقین اولین حضرات کو ''اصحابی'' (میرے صحابہ) فرمایا ہے۔'' (ص:۴۶۵ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ)'' اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ متاخرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابلہ میں سابقین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صحابی تھے اور بعد والوں کے لئے دونوں جماعتیں صحابی ہیں اور سب کی تعظیم لازم ہے مگر افسوس کہ بعد والے بعض صحابہ سابقین اولین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نہ صرف یہ کہ تعظیم سے محروم رہے بلکہ الشاان پر سب وشتم کرتے رہے اور وہ بھی اسی ہستی کو جو تمام صحابہ کرام پر (بجز سیدتنا خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے) اسلام اور صحابیت میں مقدم تھی۔'' (ص:۴۶۷-۴۶۸ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ)'' انتہائی دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ جناب معاویہ کو ان کے دور اقتدار میں حضرت مولیٰ علی کے مخصوص فضائل پر آگاہی ہوگئی تھی مگر اس کے باوجود وہ اپنی کابینہ اور ارکین حکومت کے ذہنوں کو صاف نہ کر سکے اور انہیں سبّ وشتم سے باز نہ رکھ سکے وہ فضائل مرتضوی کے معاملہ میں اخفاء کی اور ان پر سبّ وشتم کے معاملہ میں افشاء کی پالیسی پر کاربند رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ تک نے لکھ دیا کہ شیعان معاویہ میں سبّ علی رائج اور شائع تھا۔ فیا اسفاہ'' (ص:۴۸۵ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) بہرکیف ناصبی لوگ خطائے اجتہادی کی نسبت پر چیں بہ جبیں ہوتے رہیں لیکن صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے نزدیک اقدام معاویہ اجتہادی خطا بھی نہیں کھلی ضلالت (گمراہی) تھی، یہی وجہ ہے کہ ردشیعیت میں شہرت کے حامل علماء کرام نے بھی اس اقدام معاویہ کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔ (ص:۸۵۰ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) معلوم ہوا کہ حد سے تجاوز کرنا، حسد کرنا، ظلم کرنا اور امام برحق کی اطاعت سے روگردانی کرنا بغاوت ہے اور چونکہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے امام برحق کی اطاعت سے روگردانی کی اور جنگ کر کے حد سے تجاوز اور ظلم کے مرتکب بھی ہوئے تھے۔ اس لئے وہ اور ان کا گروہ باغی

ٹھہرا۔(ص:۸۶۰ سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ)اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ کا سیدنا علی المرتضی کوسب وشتم کرنا کرانا بغاوت تھا اور اپنی حکومت کو دوام دینے کے لئے تھا۔(ص:۹۰۳ سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) بلاشبہ حصول ملوکیت کے لئے حضرت معاویہ نے ہر طرح کی جائز وناجائز کوشش کی تھی حتی کہ بغاوت تک چلے گئے تھے۔جسے علماء اہل سنت نے کبیرہ گناہ لکھا ہے۔بہرحال وہ ایک متسلط بادشاہ تھے۔(۹۰۴ سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) حضرت امیر معاویہ کے کاتب وحی ہونے کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے۔مثلاً ''جب اہل تحقیق محدثین کی کتب معتمدہ سے کوئی صحیح اور مرفوع حدیث نبوی دستیاب نہیں ہوئی تو بنظریہ دفاع حضرت معاویہ کے نام کے ساتھ ہمیشہ کے لئے کاتب وحی کا لفظ نتھی کر دیا گیا حالانکہ انہیں فقط آخری دوسال صحبت نبوی کے میسر آئے تھے اور اس سے قبل مسلسل (۲۱) برس دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت علی ،حضرت عثمان، ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کاتب وحی رہے مگر ان حضرات کے اسماء مبارکہ کے ساتھ لفظ کاتب وحی ہمیشہ کے لئے نتھی کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کیونکہ ان کے فضائل میں صحیح اور مرفوع احادیث مبارکہ موجود ہیں۔''(ص:۹۱۰ سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) حضرت امیر معاویہ کے خال المؤمنین ہونے کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے۔مثلاً اسی طرح جب باتحقیق فضائل معاویہ میں کوئی صحیح اور صریح مرفوع حدیث نبوی میسر نہیں آسکی تو مدافعانہ نکتہ نظر سے حضرت معاویہ کو خال المومنین (مومنوں کا ماموں) کہا جانے لگا جو کہ ناجائز ہے۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مقدسہ فقط تعظیما اور اداباً تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں،نسباً نہیں۔''(ص:۹۱۰ سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ)''مکمل صحاح ستہ بلکہ پورے ذخیرہ حدیث میں فضائل معاویہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح اور صریح حدیث منقول نہیں۔''(ص:۹۱۴ سن طباعت،الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ)

''افضیلت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث ترمذی کو اپنی درایت کی بناء پر مشکوک خیال کیا۔'' (ص:۹۱۷۔۹۱۸ سن طباعت، الطبع الثالث ۱۴۳۲ھ) یہ محض بطور مثال ہے وگرنہ اس کتاب کے تقریباً ۸۰ سے زائد مقامات محل نظر ہیں۔اب ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے جو (۱) حضرات شیخین سیدنا ابوبکر صدیق وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی تفضیل کا ہر لحاظ سے کل امت پر قائل نہ ہو؟ (۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی احادیث سے ثابت فضیلت کو درایۃً مشکوک خیال کرے؟ (۳) مشاجرات اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین میں باعتبار تاریخ کلام کرے اوران پر زبان طعن دراز کرے۔ (۴) حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو گمراہ ،فاسق یا باغی کہے اوران پر بے جا الزامات تراشے؟ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے اور کیا ایسا شخص پیر بننے کا اہل ہے اور اہل سنت کی مسجد میں امامت کروانے کا اہل ہے؟ کیا ایسا شخص کسی دینی منصب پر فائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور جو انتظامیہ مسجد اس کے عقائد اور عبارات پر آگاہی کے باوجود اس کی تائید کرتی ہے۔ان کا کیا حکم ہے؟ اس حوالہ سے شرعی رہنمائی فرمائیں۔

سائلین: ارشد علی قادری (0333-0443163) محمد ذیشان عارف (03214677176) حکیم محمد اصغر علی (0323-2476321)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللّٰھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ،دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور رسل ملائکہ علیہم السلام کے بعد سابقہ اور خود اس امت میں علی الاطلاق سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور ترتیب خلافت ہی ترتیب افضلیت ہے۔ صدر اول تاھذا الیوم اس عقیدہ پر حضرات صحابہ کرام ،تابعین، آئمہ اہل بیت،

اتباع التابعین ،علماء وصوفیہ متقدمین ومتاخرین کااجماع واتفاق ہے۔حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کامعیارکثرت ثواب ہے نہ کہ کثرت فضائل۔امام ربانی حضرت مجددالف ثانی شیخ احمدسرہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔"چہ مقرر علماست کہ افضلیت بہ اعتبار کثرت ثواب نزدخدای جل وعلا اینجامراداست ، نہ افضلیتی کہ بہ معنی کثرت ظہور فضایل ومناقب بود، کہ نزدعقلااعتباردارد۔زیراکہ سلف ازصحابہ وتابعین آن قدرفضایل ومناقب کہ از(حضرت امیر)نقل کردہ اند،ازھیچ صحابی منقول نشدہ است حتی قال الامام احمدماجاء لاحدمن الصحابۃ من الفضائل ماجاء لعلی مع ذلک۔ ھم ایشان حکم کردہ اندبہ افضلیت خلفاء ثلاثہ۔ پس معلوم شدکہ وجہ افضلیت دیگراست، وراء این فضائل ومناقت ۔واطلاع برآن افضلیت مشاہدان دولت وحی رامیسراست کہ بہ صریح یابہ قراین معلوم نمودہ باشندوان صحابہ پیغمبرندعلیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات"؛"علماء کے نزدیک اس جگہ افضلیت سے مرادکثرت ثواب ہے نہ کہ وہ افضلیت جوبمعنی ظہورفضائل ومناقب ہے تاکہ عقلاء کے نزدیک معتبرٹھہرے۔کیونکہ صحابہ کرام اورتابعین رضی اللہ عنہم سے حضرت امیرکرم اللہ وجہہ الکریم کے جس قدروفضائل ومناقب منقول ہیں۔اس قدرکسی صحابی کے نہیں ہیں۔یہاں تک کہ امام احمدرحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جتنے فضائل بیان ہوئے ہیں اتنے کسی صحابی کے نہیں ہوئے باوجودیکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے خلفاء ثلاثہ کی افضلیت کاحکم کیاہے۔معلوم ہواافضلیت کی وجہ ان فضائل ومناقب کے علاوہ کوئی

اور چیز ہے اور اس وجہ افضلیت پر اطلاع انہی نفوس قدسیہ کو ہو سکتی ہے جن کو وحی الٰہی کا مشاہدہ حاصل تھا۔ صراحۃً یا قرائن سے ہوا اور وہ نفوس قدسیہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ تھے۔" (مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر:۲۶۶ طبع مکتبہ مدینہ لاہور) افضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر آیات قرآنیہ ملاحظہ ہوں۔ ارشار باری تعالیٰ ہے۔ "وسیجنبها الاتقی ٥ الذی یؤتی ماله یتزکی ٥" اور اس سے (بہت) دور رکھا جائے گا سب سے بڑا پرہیزگار ٥ جو اپنا مال (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) دیتا ہے کہ (اعلیٰ درجے کی) پاکیزگی حاصل کرے۔" (سورۃ اللیل، آیت:۱۷۔۱۸) حضرت قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "والآیات نزلت فی ابی بکر رضی الله عنه "، "یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئیں ہیں۔" (تفسیر بیضاوی، جزء:۵، ص:۳۱۸ طبع داراحیاء التراث العربی بیروت) میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "قال اکثر المفسرین وقد اعتمد علیه العلماء انها نزلت فی ابی بکر و هو اتقی و من هو اتقی هو اکرم عندالله تعالیٰ لقوله تعالیٰ ان اکرمکم عندالله اتقاکم و هو ای الاکرم عندالله اتقاکم هو الافضل فابوبکر افضل ممن سواه من الامة"، "اکثر مفسرین فرماتے ہیں اور اسی پر باقی علماء کرام کا بھی اعتماد ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ ہی سب سے بڑے متقی ہیں اور جو سب سے بڑا متقی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی فضیلت والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ" تم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑھ کر عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا متقی ہے۔" جو اکرم ہو وہی افضل ہوتا ہے

(ثابت ہوا) امت میں سب سے افضل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔" (شرح مواقف، ص:۴۷۱) حضرت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔" اجمع المفسرون مناعلی ان المرادمنه ابوبکر رضی اللّٰہ عنه"، " ہمارے تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔" (تفسیر کبیر للرازی، سورۃ اللیل، زیر تحت آیت ۱۷۔۱۸ بیروت) ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔" ولایأتل اولواالفضل منکم والسعة ان یؤتوااولی القربی والمسکین والمهجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا"، اور تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور وسعت والے ہیں اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہ دیں گے اور انہیں چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔" (سورۃ النور، آیت:۲۲) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔" انه نزل فی ابی بکر رضی اللّٰہ عنه وقدحلف ان لا ینفق علی مسطح بعدو کان ابن خالته وکان من فقراء المهاجرین (اولوالفضل منکم) فی الدین (والسعة) فی المال وفیه دلیل علی فضل ابی بکروشرفه رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه"، " یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی اس وقت جب آپ رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی (واقعہ افک) کے بعد، مسطح (بدری صحابی) پر خرچ نہیں کروں گا اور مسطح آپ رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد اور مہاجرین فقراء میں سے تھے۔ تم میں سے دین میں فضلیت والے اور مال میں فراوانی والے ایسی قسم نہ اٹھائیں۔ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کے فضل وشرف کی دلیل ہے۔"

(تفسیر بیضاوی، سورۃ النورزیرتحت آیت: ۲۲) مفتی حنفیہ قاضی ابوسعود ترکمانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔"(اولوالفضل) فی الدین وکفی به دلیلاعلی فضل الصدیق رضی اللّٰه عنه (والسعة) فی المال"اولوالفضل میں فضیلت سے مراددینی فضیلت ہے اوریہ سیدناابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پردلیل کے طورپرکافی ہے اوروالسعۃ سے مرادمال کی فراوانی ہے۔"(تفسیرابی سعود،سورۃ النورزیرتحت آیت:۲۲ مطبوعہ مکتبہ معروفیہ کوئٹہ) امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔"مفسرین کرام علیہم الرحمۃ کااس بات پراتفاق ہے کہ اس آیت مبارکہ میں موجودلفظ"اولوالفضل" سیدناابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پرعلی الاطلاق دال ہے۔(الی) یہ بات تواترکوپہنچی ہوئی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکررضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔"(تفسیرکبیر،سورۃ النور، آیت:۲۲ پارہ ۱۸)امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں ناقل ہیں۔"عن محمدبن الحنفیة قال قلت لابی ای الناس خیربعدالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ابوبکرقال قلت ثم من قال عمروخشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت قال ماانا الا رجل من المسلمین"" حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد(سیدناعلی رضی اللہ عنہ)سے عرض کیا۔سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعدسب سے افضل کون ہے۔فرمایاحضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ۔میں نے عرض کیاپھرکون؟فرمایا: حضرت عمررضی اللہ عنہ۔مجھے خوف ہواکہ ان کے بعدحضرت عثمان رضی اللہ عنہ کانام نہ لیں تومیں نے عرض کیاپھرآپ؟توسیدناعلی رضی اللہ عنہ نے(ازراہ تواضع)فرمایا: نہیں میں تومسلمانوں میں سے ایک

مخص۔" (بخاری، ج:۱، ص:۵۱۸ وزارۃ تعلیم، اسلام آباد) اہل السنۃ کے نزدیک ترتیب خلاف ہی ترتیب افضیلت بھی ہے۔ جس بارے علم کلام کی کثیر کتب میں عبارات وتصریحات موجود ہیں۔ ان میں سے چند حوالے ملاحظہ ہوں۔ امام احناف شیخ عمرالنسفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "وافضل البشربعدنبینا ابوبکرالصدیق ثم عمرالفاروق ثم عثمان ذوالنورین ثم علی رضی اللّٰہ عنہم وخلافتہم علی ھذاالترتیب"، "ہمارے نبی علیہ السلام کے بعد انسانوں میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان ذوالنورین پھر سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کی خلافت بھی اسی ترتیب پر ہے۔" (متن عقیدہ النسفیہ مع شرح عقائد، ص۲۲۱۔ ۲۲۲، مکتبہ امدادیہ ملتان) حامل صلاحیات اجتہادیہ امام ابن الھمام الحنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ "الاصل الثامن فضل الصحابة الاربعة علی حسب ترتیبهم فی الخلافة۔۔۔۔ فهذا علی نفسه مصرح بان ابابکر افضل الناس"، "آٹھواں قاعدہ یہ ہے کہ اصحاب اربعہ رضی اللہ عنہم کی باہمی فضیلت کی ترتیب وہی ہے جو ان کی خلافت کی ہے۔۔۔۔ یہ بنفس نفیس حضرت علی رضی اللہ عنہ صراحت فرما رہے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔" (المسائرہ، ص:۲۵۷۔ ۲۵۹ النوریہ الرضویہ لاہور) حجۃ المتأخرین علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اجمع الصوفیة علی تقدیم ابی بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللّٰہ عنہم"، "صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اجماع ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب (امت) پر مقدم پھر عمر فاروق پھر عثمان ذوالنورین پھر مولا علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔" (نبراس علی شرح العقائد، ص:۴۹۲

مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)اس اجماع میں سیدالصوفیہ الشیخ الاکبرمحی الدین ابن العربی،الشیخ نظامی ،الشیخ شہاب الدین سہروری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اقوال مرادہیں۔(کماصرح المحشی الملتانی)امام الائمہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کاارشادگرامی ہے۔''وافضل الناس بعدالنبيين ابوبكرالصديق، ثم عمربن الخطاب الفاروق، ثم عثمان بن عفان ذوالنورين ثم على بن ابى الطالب المرتضى رضوان الله عليهم اجمعين عابدين ثابتين على الحق ومع الحق نتولاهم جميعا''،''تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعدسب سے افضل حضرت ابوبکرصدیق، پھرحضرت فاروق اعظم، پھرحضرت عثمان غنی پھرحضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔یہ سب عبادت کرنے والے حق پراورحق کے ساتھ ثابت رہے ہم ان سب سے محبت کرتے ہیں۔''(متن الفقہ الاکبرمع شرح لعلی القاری ،ص:٦ مکتبہ رحمانیہ لاہور)حافظ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔''والحاصل ان افضل الناس بعدالانبياء عليهم الصلوة والسلام ابوبكرالصديق رضى الله عنه۔۔۔ فهوافضل الاولياء من الاولين والاخرين وقدحكى الاجماع على ذلك ولاعبرة بمخالفة الروافض هنالك ''خلاصہ کلام: بے شک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعدلوگوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ ہیں،پہلوں اوربعدوالے تمام اولیاء کرام سے بھی افضل ہیں۔اس پراجماع (امت) منقول ہے اورر افضیوں کی مخالفت کاکوئی اعتبارنہیں۔''(شرح علی قاری علی الفقہ الاکبر،ص:٦١ مکتبہ رحمانیہ لاہور)اس عقیدہ (بعدالانبیاء علیہم السلام افضل البشرصدیق اکبررضی اللہ عنہ) کامنکر تفضیلی رافضی بدعتی ضال مضل

ہے اور اگر خلافت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر ہے تو تصریح علماء اہل سنت کی روشنی میں کافر ہے۔جیسا کہ حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔''
ولوانکراحدخلافة الشیخین رضی اللّٰہ عنہم یکفر۔ اقول:ولعل وجهه انهاثبتت بالاجماع من غیرنزاع، اولان خلافةالصدیق رضی عنه باشارة صاحب التحقیق، وخلافة عمررضی اللّٰہ عنه بنصب الصدیق من غیرتردد فی امره،بخلاف خلافة الختنین ''،''اور اگر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔میں (علی قاری) کہتا ہوں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خلافت بالاجماع ثابت ہے بغیر کسی نزع کے یا اس لئے کہ خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ کی طرف خود صاحب التحقیق (ﷺ) نے اشارہ فرمایا۔اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت بغیر کسی تردد کے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے نصب کی گئی (بمع اجماع سائر اصحاب رسول رضی اللہ عنہم از مترجم) بخلاف حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضی اللہ عنہما کی خلاف کے۔''(شرح ملاعلی القاری علی الفقہ الاکبر،ص: ۱۶۳ مکتبہ رحمانیہ)
ایسے شخص کی بیعت،امامت وخطابت جائز نہیں اور اسکے علاوہ کسی بھی دینی منصب کا اہل نہ ہے۔

(2) اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ،خال المؤمنین ،کاتب وحی اور جنتی ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے''لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقتل۔اولئک اعظم درجة من الذین انفقوامن بعد وقاتلوا۔وکلاوعداللہ الحسنی،واللہ بماتعملون خبیر ''؛''(اے مسلمانو!)تم میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہوسکتا جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے (اللہ کی راہ

میں)خرچ کیااور(کافروں سے)قتال کیا۔ان کا(ان مسلمانوں سے)بڑادرجہ ہے جنہوں نے بعد میں (اللہ کی راہ میں)خرچ کیااور(کافروں سے)قتال کیا۔اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایاہے اوراللہ تمہارے کاموں کی خوب خبرر کھنے والا ہے۔''(سورۃ الحدید،آیت:۱۰)مذکورہ آیت میں مفسرین کرام نے لفظ''الحسنٰی ''کی تفسیر جنت کی ہے۔(تفسیرروح البیان،تفسیر بیضاوی،تفسیر جلالین)اوراہل تشیع میں سے صاحب تفسیر مجمع البیان نے ''الحسنیٰ'' کی تفسیر''الجنۃ والثواب فیھا''یعنی جنت اوراس میں ثواب (تفسیر مجمع البیان،ج:۵،ص:۲۳۲)نفس صحابیت میں تمام صحابہ برابرہیں مگردرجات ومراتب میں برابرنہیں۔جیسا کہ مذکورہ آیت بھی اس پر شاہد ہے لیکن وعدہ جنت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ہے۔چاہے وہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے یابعدمیں۔اورحضرت امیرمعاویہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے مگرفتح مکہ کے دن اسلام ظاہرکیا۔(مراۃ شرح مشکوۃ،ج:۱،ص:۱۷۶از مفتی احمد یارنعیمی رحمۃ اللہ علیہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)،حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں لہذا آپ رضی اللہ عنہ بھی جنتی ہیں۔کیونکہ''کلاوعداللہ الحسنیٰ''کے عموم میں شامل ہیں اوروعدہ جنت سے حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ عنہ کوخارج کرنے پرکوئی دلیل شرعی نہیں۔فضائل صحابہ پرواردا حادیث۔حضرت ابوسعیدخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''لاتسبوااصحابی فلوان احدکم انفق مثل احدذھبامابلغ مداحدھم ولانصیفہ''میرے صحابہ کوگالی نہ دوکیونکہ(خداکی بارگاہ میں ان کایہ مقام ہے کہ)اگرتم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابرسوناخیرات کرے تومیرے صحابہ کے ایک مداور آدھا مدغلہ خیرات کرنے

کو نہیں پہنچے گا۔" (مشکوۃ، ص:۵۵۳ مکتبہ الحسن لاہور، بخاری شریف، ج:۱، ص:۵۱۸، مسلم شریف، ج:۲، ص:۳۱۰) مزید ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "لوگو! میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو تنقید کا نشانہ نہ بنانا۔ پس جو ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت ہی کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے عداوت کرے گا وہ میرے ساتھ عداوت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ میرے صحابہ رضوان اللہ علیھم سے عداوت کر رہا ہے۔ جس نے میرے صحابہ کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ کو ایذاء دی اور جس نے اللہ کو ایذاء دی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو عذاب میں گرفتار کرے گا۔" (جامع الترمذی، ج:۲، ص:۷۰۶ مکتبہ رحمانیہ، مشکوۃ، ص:۵۵۴) ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی نہ دو بلاشبہ آخری زمانہ میں ایک قوم ایسی پیدا ہوگی جو میرے صحابہ کو گالی دیں گے۔ تو تم نہ ان پر نماز (جنازہ) پڑھنا نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا اور نہ ان سے شادی بیاہ کرنا اور نہ ان کے ساتھ مجالست کرنا اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرنا۔" (شفا، قاضی عیاض مالکی، اردو، ج:۲، ص:۳۹۳) ایک اور حدیث مبارک ہے۔ "عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لاتمس النار مسلماً رانی اورای من رانی (رواہ الترمذی)"؛ "حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔" (مشکوۃ، فضائل صحابہ، ص:۵۵۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی) اسی کی ترجمانی اہل سنت وجماعت کے ایک جید عالم دین سیف اللہ المسلول

حضرت علامہ شاہ رسول قادری عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے کی، لکھتے ہیں۔"ہم گروہ اہل سنت کا عقیدہ تمام صحابہ کو ان کے لئے عدالت ثابت مان کر ستھرا جاننا ہے اوران میں سے کسی کے لئے معصوم ہونے کا دعوی کئے بغیر اسی طرح ان کی تعریف کرنا، جس طرح اللہ تعالیٰ اوررسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی۔"(المعتقد والمنتقد، ص:۲۸۷ مکتبہ برکات المدینہ کراچی) ارشاد نبوی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"اذارایتم الذین یسبون اصحابی فقولو العنۃ اللہ علی شرکم"،"جب تم دیکھوان لوگوں کو جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔"(مشکوۃ، ص:۵۵۴ مجلس اشاعت المعارف ملتان) مذکورہ احادیث مبارکہ میں صحابہ کرام کی جو فضیلت آئی ہے اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور گستاخان صحابہ کے متعلق جو وعیدات آئی ہیں ان وعیدات کے مستحق وہ لوگ بھی ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخ ہیں۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی انفرادی فضیلت۔بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے۔"حدثنی ابن ابی ملیکۃقیل لابن عباس هل لک فی امیرالمؤمنین معاویۃفانه ماوترالابواحدة قال اصاب انه فقیه"،"ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ کیا آپ وجہ بیان فرمائیں گے کہ امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر کیوں پڑھتے ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جوابا فرمایا کہ وہ درست کرتے ہیں اس لئے کہ وہ فقیہ آدمی ہیں۔" (بخاری، ج:۱، ص:۵۳۱ قدیمی کتب خانہ) ایک اورحدیث مبارک ہے۔ "عنابن ابی ملیکۃ قال اوترمعاویۃ بعدالعشاء برکعۃ وعنده

مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال دعه فانه قدصحب رسول اللّٰہ ﷺ"،"ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد حضرت معاویہ نے وتروں کی ایک رکعت نماز ادا کی۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام بھی وہاں موجود تھے۔انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تذکرہ کیاتو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو۔وہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔" (بخاری، ج:۱ ص:۵۳۱ قدیمی کتب خانہ)ان احادیث مبارکہ سے چندامور کی تصریح ہوئی ۔(۱) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا۔(۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فقہاء صحابہ کرام میں شمار ہونا۔(۳)اس عمل کی وجہ سے ان پر طعن درست نہیں کیونکہ وہ ہمارے پیارے نبی کے صحابی ہیں۔خصائص علی کتاب کے مترجم وشارح نے اپنے بغض معاویہ کااظہار یوں کیاکہ صحیحین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کی کوئی صحیح حدیث نہیں۔کاش مترجم اپنے دل وچشم سے بغض صحابہ کرام کی پٹی اتار کر دیکھتاتو اسے سمجھ آتی کہ اہل بیت کے عظیم فرد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما،حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفقیہہ قرار دے رہے ہیں ۔توکیافقیہہ ومجتہد ہونافضیلت نہیں؟ اگر پھر بھی سمجھ نہیں آرہی تواحادیث ملاحظہ ہوں۔حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔"سمعت النبی ﷺ يقول من يرد الله به خيرا يفقهه فی الدين وانماانا قاسم والله يعطی"،"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔آپ ﷺ فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ جس بندے سے ہر قسم کی بھلائی کاارادہ فرماتا ہے۔اسے دین میں فقیہہ بنادیتا ہے اوراللہ تعالیٰ عطافرماتا ہے

اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔" (بخاری ،کتاب العلم، ج:۱،ص:۱۶ طبع قدیمی کتب خانہ) مشکوۃ شریف میں حدیث مبارک ہے۔"عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ فقیہ واحداشدعلی الشیطان من الف عابدرواہ الترمذی وابن ماجہ"؛"سیدناعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکاردوعالم ﷺ نے ارشادفرمایا:ایک فقیہ شیطان کے مقابلہ میں ایک ہزارعبادت گزاروں سے بھی زیادہ سخت ہوتاہے۔" (مشکوۃ،کتاب العلم،ص:۳۵ مکتبہ رحمانیہ) ایک اورحدیث مبارک ہے۔"عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ خصلتان لایجتمعان فی منافق حسن سمت ولافقہ فی الدین رواہ الترمذی"؛"سیدناابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:دوخوبیاں کسی منافق میں جمع نہیں ہوسکتیں۔پہلی حسن اخلاق اوردوسری تفقہ فی الدین" (مشکوۃ،کتاب العلم،ص:۳۵ مکتبہ رحمانیہ) مذکورہ تمام احادیث طیبہ فقیہ کی شان میں وارد ہیں اورخوداہل بیت نبوی رضی اللہ عنہم نے حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ عنہ کوفقیہ فرمایامگربغض صحابہ علی الخصوص بغض حضرت امیرمعاویہ میں ڈوبے ہوئے مذکورہ کتاب کے مؤلف کوکوئی صحیح حدیث اولاً اپنے دل کے اندھیرہونے کی وجہ سے نظرنہ آئی اورجونظرآئی اس پردرایتاًشک کااظہارکرکے ہاتھ صاف کرکے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خودحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت کااظہارفرمایا۔ابن کثیرنے البدایہ میں اورعلامہ علی المتقی الہندی نے کنزالعمال میں حارث اعورکے طریق سے لکھا۔"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹ کرفرمایا:اے لوگو!حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سر تمہارے کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کے پھل درخت سے گرتے ہیں۔" (البدایہ والنہایہ، ج:۵، ص:۳۴۷ دارالفکر بیروت) نبی کریم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی۔ بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" اول جیش من امتی یغزون البحرقداوجبوا"؛"میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا وہ (ان پر جنت) واجب ہوگئی۔" (بخاری شریف، ج:۱، ص:۴۱۰ قدیمی کتب خانہ کراچی) اس حدیث کے مصداق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ عمدۃ القاری میں ہے۔"قولہ (اول جیش من امتی یغزون البحر) ارادبه جیش معاویة وقال المهلب معاوية اول من غزالبحر"، "حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد فرمانا: سب سے پہلا لشکر جو دریا کی لڑائی لڑے گا۔ آپ کی مراد اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر ہے۔ مہلب کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دریا کی لڑائی لڑی۔" (عمدۃ القاری صحیح البخاری، جزء:۱۴، ص:۱۹۸، مطبوعہ بیروت طبع جدید) ابن کثیر نے لکھا۔"اللهم علم معاوية الكتاب"؛"اے اللہ تو معاویہ کو کتاب (قرآن) کا علم عطا فرما دے۔" (البدایہ والنہایہ، ج:۴، جزء ثامن، ص:۵۱۵) جیسا کہ حضرت پیر کرم شاہ صاحب الازہری لکھتے ہیں" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قبرص پر حملہ کرنے کے لئے ایک بحری بیڑا تیار ہوا، جس کی کمان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔" (ضیاء النبی، حضرت پیر کرم شاہ بھیروی، ج:۵،

ص:۵ ۸۴ ضیاء القرآن لاہور) علامہ ابن حجر مکی حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سب سے حلیم تر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حافظ حارث بن اسامہ نے ذکر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ ذکر فرمارہے تھے کہ ابوبکر میری امت میں سے بڑے نرم دل اور مہربان ہیں۔ پھر آپ نے بقیہ مناقب خلفائے اربعہ ذکر فرمائے۔ اس کے بعد صحابہ کرام کی دوسری جماعت کا آپ نے تذکرہ فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا، معاویہ بن ابی سفیان میری امتِ میں سے سب سے زیادہ بردبار اور سخی ہے۔ (تطہیر الجنان مع الصواعق المحرقہ، ابن حجر مکی، ص: ۱۳۹۰ النوریہ الرضویہ لاہور) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر صحابہ کے مناقب بیان کرتے ہوئے، حضرت امیر معاویہ کے متعلق یہ فرمایا'' وصاحب سری معاویۃ بن ابی سفیان فمن احبھم فقدنجا ومن ابغضھم فقدھلک''، ''اور میرا راز دار معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہے۔ لہذا جوان (صحابہ ومعاویہ رضی اللہ عنہ) سے محبت رکھے گا وہ نجات پائے گا اور جوان سے بغض رکھے گا وہ ہلاک ہوگا۔'' (تطہیر الجنان، ص: ۱۳۹۱ النوریہ الرضویہ لاہور) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل اور اسکے رسول کے محبوب ہیں۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ اپنی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے۔ اور وہ انہیں چوم رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ کیا تو اسے پسند کرتی ہے؟ عرض کی۔ میرا بھائی ہے۔ میں اس سے محبت کیوں نہ کروں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول دونوں اس سے محبت کرتے ہیں۔ (تطہیر الجنان، ص: ۱۳۹۲

لنوریہ الرضویہ لاہور) اہل بیت کے چشم و چراغ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول اور فقیہ و مجتہد ہیں۔ (بخاری، ج:۱، ص:۵۳۱ قدیمی کتب خانہ کراچی) ابوالقاسم بن عساکر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جان دوعالم ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ کے پاس ان کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ واپس پلٹے تو رسول اللہ ﷺ نے آواز دی۔ ''آؤ معاویہ اور ہمارے ساتھ بیٹھو۔'' وہ واپس پلٹے اور آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔ جان دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میری دلی تمنا ہے کہ جنت میں تم، ام حبیبہ اور میں اکٹھے جام طہور نوش کریں۔'' (سیدالوری، ج:۳، ص:۴۸۶ برائٹ بکس اردو بازار لاہور بحوالہ ابن عساکر) اسلاف بزرگان دین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں جو کچھ فرمایا، ان کی شخصیت پر جرأت کرنے والے کا جو حکم بیان فرمایا ملاحظہ ہو۔ الصارم المسلول میں ہے۔''وقال ابراھیم بن میسرة:مارایت عمربن عبدالعزیزضرب انساناقط، الارجلاشتم معاویة فضربه اسواطا، رواھماالللالکانی ''؛''حضرت ابراہیم بن میسرۃ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے اس شخص کو جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شتم کیا تھا، کوڑے لگائے۔ اس کے علاوہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی مجرم کو آپ نے (خود) مارا ہو۔'' (الصارم المسلول، ص:۴۱۲، مطبوعہ دارالکتب پشاور) امام ابوتوبہ الحلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''معاویۃ بن ابی

سفیان رضی اللہ عنہ ستراصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فاذاکشف الرجل الستراجتری علی ماوراہ ''،''حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اصحاب کے لئے پردہ کی مانند ہیں۔جوشخص اس پردے کوکھولتا ہے(حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدکلامی کرتا ہے)توان کے علاوہ دیگراصحاب کی شان پربھی جرأت کرے گا۔''(البدایہ والنہایہ تحت ترجمہ سیدناامیرمعاویہ،طبع بیروت)حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی رائے:''سمعت احمدیقول :مالهم ولمعاوية نسئل الله العافية وقال ياابالحسن اذارأيت احدايذكراصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بسوء فاتهمه بالاسلام ''،''ابوالحسن کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کوفرماتے ہوئے سنا:ہم اللہ سے عافیت کاسوال کرتے ہیں ،لوگوں کوحضرت امیرمعاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا(تعصب)ہے؟اے ابوالحسن جب توکسی ایسے شخص کودیکھے جواصحاب رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں سے کسی کابھی برائی سے ذکرکرے تواس کے اسلام(مسلمان ہونے)کومشکوک جان۔''(الصارم المسلول لابن التیمیۃ ،ص:۴۱۱،مطبوعہ دارالکتب پشاور)علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔''ان معاوية رضی الله عنه من كبارالصحابة ونجبائهم ومجتهديهم ولوسلم انه صغارهم فلاشک فی انه دخل فی عموم الاحاديث الصحيحة الواردة فی تشريف الصحابة رضی الله عنهم ''،''حضرت سیدنامعاویہ رضی اللہ عنہ کبارا ورنجباء صحابہ کرام میں سے ہیں اوراگرانہیں اصاغرصحابہ کرام میں سے بھی تسلیم کیاجائے تب بھی اس

بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ ان احادیث کے عموم میں شامل ہیں جو حضرات جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت افزائی میں وارد ہیں۔'' (نبراس، ص: ۵۵۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) حضرت قاضی ابن ابی العزالدمشقی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔''واول ملوک المسلمین معاویۃ رضی اللہ عنہ وھوخیرملوک المسلمین''، ''مسلمانوں کے سب سے اول بادشاہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ مسلمانوں میں سے بہترین بادشاہ ہیں۔'' (شرح عقیدہ طحاویہ، ص: ۴۵۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) حجت احناف علی بن سلطان الھروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔''ولانذکراحدامن اصحاب رسول اللہ ﷺ الا بخیر،یعنی وان صدرمن بعضھم بعض ماھوفی الصورۃ شر،فانہ امام کان عن اجتہادولم یکن علی وجہ فسادمن اصراروعناد،بل کان رجوعھم عنہ الی خیرمیعادبناء علی حسن الظن بھم،ولقولہ ﷺ "خیرالقرون قرنی" ولقولہ ﷺ "اذاذکراصحابی فامسکوا" ولذلک ذھب جمھورالعلماء الی ان الصحابۃ رضی اللہ عنہم کلھم عدول قبل فتنۃ عثمان وعلی وکذابعدھا،ولقولہ ﷺ "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" رواہ الدارمی وابن عدی وغیرھما۔وقال ابن دقیق العیدفی عقیدتہ:ومانقل فیماشجربینھم واختلفوافیہ فمنہ ماھوباطل وکذب فلایلتفت الیہ، وماکان صحیحااولناہ تأویلاحسنا،لان الثناء علیھم من اللہ سابق،وکان نقل من

الکلام اللاحق محتمل للتاویل، والمشکوک والموھوم لایبطل المحقق والمعلوم"؛"ہم(اہل سنت)تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذکر سوائے بھلائی کے نہیں کرتے اور وہ بعض معاملات جو بظاہر برے معلوم ہوتے ہیں۔وہ ازقبیل اجتھاد تھے۔جس سے انکا مقصد فساد وعناد نہیں تھا،ان کے بارے حسن ظن کی بناء پر(یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ)ان کا رجوع الی الحق ثابت ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان"خیرالقرون قرنی"؛"سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔""اذاذکراصحابی فامسکوا"؛"میرے اصحاب کا جب ذکر ہوتو خاموشی اختیار کرو۔"اسی وجہ سے جمہور(اہل سنت)کا مذہب یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام عادل تھے۔حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں فتنوں سے پہلے اور بعد بھی۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان"میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ان میں سے جس کی بھی اقتداء کروگے ہدایت ہی پاؤ گے"کی وجہ سے(اسے دارمی وابن عدی نے روایت کیا۔)امام ابن دقیق العید نے فرمایا: مشاجرات اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ بھی نقل کیا گیا وہ دو قسم پر ہے۔ایک تو وہ جو محض جھوٹ اور باطل پر مبنی ہے۔یہ قابل التفات نہیں اور جو صحیح طور پر منقول ہیں۔ان کی اچھی تاویل کرنا ہم پر لازم ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے انکی تعریف پہلے بیان فرمائی۔بعد میں جو چیزیں ان کی طرف منسوب ہوئیں وہ تاویل کا احتمال رکھتی ہیں۔(قاعدہ یہ ہے کہ(مشکوک اور وہم محض،معلوم ومحقق شئی کو باطل نہیں کرسکتا۔"(شرح الفقہ الاکبر للقاری ،ص:۱۷ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(3)جنگ جمل ،صفین ،قاتلین عثمان سے قصاص لینے یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے معاملہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جو منازعات

ہوئے وہ سب اجتہاد پر مبنی تھے جن میں حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطاء اجتہادی واقع ہوئی جس بناء پر وہ معذور بلکہ ایک گنا ثواب کے ضرور مستحق ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت یا استحقاق خلافت میں جھگڑا نہ تھا۔ یہ ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ تاریخی روایات کی بناء پر ان حضرات کے بارے طعن کرنا قطعاً حرام نصوص صریحہ پر جرأت کے مترادف ہے جس کا مرتکب بدعتی، رافضی ہے۔ وکیل احناف محقق اسلام ابن ہمام الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وماجری بین معاویة وعلی رضی الله عنهما کان مبنیا علی الاجتهاد لا منازعة من معاویة فی الامامة اذظن علي ان تسلیم قتلة عثمان مع کثرة عشائرهم واختلاطهم بالعسکر یؤدی الی اضطراب امر الامامة خصوصا فی بدایتها فرأی التاخیر اصوب الی ان یتحقق التمکن ویلتقطهم فان بعضهم عزم علی الخروج علی علیؓ وقتله لما نادی یوم الجمل بان یخرج عنه قتلة عثمان علی مانقل فی القصة من کلام الاشتر النخعی ان صح والله اعلم''۔ ''سیدنا علی اورسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جو منازعات ہوئے وہ مبنی براجتہاد تھے نہ کہ خلافت کے استحقاق میں کیونکہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ قاتلین عثمان کی قبائلی کثرت اور پھر ان کے لشکر اسلامیہ میں مختلط ہوجانے کی وجہ سے اگر ابھی فی الفور انہیں سپرد کیا گیا یا قصاصاً قتل کیا گیا تو یہ معاملہ خلافت میں اضطراب کا باعث ہوگا کیونکہ ابھی خلافت کی ابتداء ہے پس انہوں نے تاخیر کو بہتر جانا تاکہ تمکن متحقق ہوجائے

اور معاملہ کسی طرف لگ جائے۔ اس دوران اگر اشتر نخعی کا کلام صحیح ہوتو قاتلین عثمان ،حضرت علی رضی اللہ عنہ پرخروج اوران کے بھی قتل کاارادہ کرچکے تھے جب جنگ جمل کے روزآوازدی گئی کہ قاتلین عثمان ہم سے الگ ہوجائیں۔" (المسایرۃ،ص:۲۶۰۔۲۶۱ مکتبہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور پاکستان)حافظ ابوجعفرطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ اپناعقیدہ لکھتے ہیں۔"ونحب اصحاب رسول اللہ ﷺ ولانفرط فی حب احدمنهم ولانتبرامن احدمنهم ونبغض من یبغضهم وبغیرالخیریذکرهم ولانذکرهم الابخیرونری حبهم دینا وایمانا واحسانا وبغضهم کفراونفاقاوطغیانا"،"ہم نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں۔کسی ایک کی محبت میں بھی حد سے تجاوزنہیں کرتے اورنہ ہی کسی کے اصل مرتبہ کوکم کرتے ہیں،وہ شخص جوآقاکریم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی سے بھی بغض رکھے اوربھلائی کے علاوہ کسی اورطریقے سے انکاذکرکرے ہم اس سے نفرت کرتے ہیں اوران کاذکرہمیشہ ہی بھلائی سے کرتے ہیں،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (بشمول اہل بیت) کی محبت کو(اصل) دین ،ایمان اوراحسان اوران سے بغض رکھنا کفر، نفاق اورطغیان سمجھتے ہیں۔"(متن عقیدہ طحاویہ،ص:۲۰،مکتبۃ الحسن،حق سٹریٹ اردوبازارلاہور پاکستان۔شرح عقیدہ طحاویہ،ص:۴۳۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔"وقدکان امرطلحة والزبیرخطا غیرانهمافعلامافعلاعن اجتهادوکان من اهل الاجتهاد،فظاهرالدلیل یوجب القصاص علی قتل

العمدواستنصال شان من قصددم امام المسلمین بالاراقة علی وجه الفساد۔فاماالوقوف علی الحاق التاویل الفاسدبالصحیح فی حق ابطال المؤاخذة فهوعلی خفی فازبه علیؓ ،کماوردعن النبی ﷺانه قال له۔"انک تقاتل علی التاویل کماتقاتل علی التنزیل"ثم کان قتاله علی التنزیل حق ،فکذاکان قتاله علی التاویل حق وقدندماعلی مافعلا،وکذاعائشة رضی اللّٰه عنهاندمت علی مافعلت وکانت تبکی حتی تبل خمارها،ثم کان معاویة مخطئنا الاانه فعل مافعل عن تأویل فلم یصربه فاسقا"،"حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے خطاء اجتہادی واقع ہوئی (کیونکہ وہ مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے۔) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون فساد بپا کرنے کی غرض سے بہایا گیا۔دلیل کا ظاہر بھی یہی ہے کہ قتل عمد پر قصاص لازم ہوتا ہے مگر قاتلین کے مواخذہ میں خاموشی اختیار کرنا بر بناء علم خفی تھا۔جس میں بہرحال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برتری حاصل تھی۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:اے علی!تم سے تاویل پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ میرے ساتھ تنزیل پر کی گئی،چنانچہ بعدازاں حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما اپنے فعل پر افسردہ تھے۔حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی ندامت ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہا اتنا رویا کرتی تھیں کہ آپ کی اوڑھنی آنسوؤں سے تر ہوجاتی۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اگرچہ خطا پر تھے مگر آپ کے بھی تمام افعال تاویل کی بناء پر تھے جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ بھی فاسق نہیں۔"(شرح الفقہ الاکبر،ص:۶۷-۶۸ مکتبہ رحمانیہ لاہور) سیدی

امام احمدزروق شرح عقائد امام غزالی میں فرماتے ہیں:"وفی الخبر عنه (اذاذکر القدر فأمسکوا واذاذکر النجوم فأمسکوا واذاذکر اصحابی فأمسکوا) فیجب الامساک عماشجر بینهم، وأن لایبدی لعامی، ولا یکثر الخوض فیه۔ ومن أرادنظره من عالم ونحوه لنفسه فلیجزم عنده أن ذلک لایضرهم، وأن کلاً منهم علی اجتهاد صحیح، والقاتل والمقتول فی الجنة، فانهم أحق الناس أن یلتمس لهم أحسن المخارج ویظن بهم أحسن المذاهب"،"جب تقدیر کا تذکرہ ہوتو خاموش رہو اور جب ستاروں کا تذکرہ ہو تب بھی خاموش رہو اور جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو بھی خاموش رہو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین مشاجرات میں خاموشی واجب ہے۔ کسی بھی عام شخص کے لئے اس میں زیادہ غور کرنا جائز نہیں ۔علماء میں سے اگرکوئی ان حالات مشاجرات کا مطالعہ کرنا چاہے تو لازم ہے کہ اسے اس بات کا یقین ہو کہ اس سے اس کی ذات پر کوئی نقصان نہ ہوگا۔ان میں ہرایک اجتہاد صحیح پر تھا۔ان کے قاتل ومقتول سب جنتی ہیں۔وہ سب سے بڑھ کر حقدار ہیں اس چیز کے کہ ان کے تمام معاملات کو حسن ظن پر محمول کیا جائے۔"
(شرح عقائد امام غزالی ص:۱۶۰، مکتبہ النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی) شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔"اہل سنت وجماعت کے اعتقاد کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ اس وجہ سے نہ تھیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلافت کے متعلق کوئی جھگڑا تھا۔اس لئے کہ حضرت علی

رضی اللہ عنہ کی خلافت کی حقیت پر اجماع ہو چکا تھا۔جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔پس خلافت کی وجہ سے کوئی فتنہ پیدا نہیں ہوا بلکہ فتنہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اورآپ کے ساتھیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کوان کے سپرد کر دیں کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ،حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے چچازاد بھائی تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خیال سے ان کا مطالبہ پورا کرنے سے رکے رہے کہ قاتلین کے قبائل بکثرت تھے اور پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ملے ہوئے تھے۔ان کوفوری طور پر سپرد کرنے سے خلافت کے معاملہ میں بڑا تزلزل اور اضطراب پیدا ہو جائے گا چونکہ خلافت کے ذریعہ ہی اہل اسلام کو متحد کیا جاتا ہے اور خلافت ابھی مستحکم نہیں ہوئی تھی بلکہ ابتدائی حالت میں تھی توحضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو تاخیر سے سپرد کرنا زیادہ بہتر خیال کیا تا کہ وہ خلافت کے معاملہ میں مضبوط پوزیشن اختیار کر لیں اور انہیں خلافت کے معاملات میں تمکن حاصل ہو جائے اور مسلمان متحد و متفق ہو جائیں پھر اس کے بعد وہ ایک ایک کو پکڑ کر ان کے سپرد کر دیں گے۔"(الصواعق المحرقہ (مترجم)، ص:۹۳۔۹۴،شبیر برادرز) ماہر مذاہب اربعہ امام عبدالوھاب الشعرانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"وکیف یجوزالطعن فی حملة دیننا وفیمن لم یاتنا خبر عن نبینا الا بواسطتھم فمن طعن فی الصحابة فقدطعن فی نفس دینه فیجب سدالباب جملة واحدة لاسیماالخوض فی امرمعاویة وعمروبن العاص واضرابھما ولا ینبغی الاغتراربمانقله بعض الروافض عن

اهل البيت من كراهيتهم فان مثل هذه المسالة منزعها دقيق ولا يحكم فيها الا رسول الله ﷺ فانها مسألة نزاع بين اولاده واصحابه"؛ "ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کیسے کر سکتے ہیں حالانکہ وہ ہمارے دین کو اٹھانے (اولاً قبول کرنے) والے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے تمام دین انہیں کے واسطہ ہی سے ہم تک منقول ہوا۔ ان پر طعن، دین حق پر طعن کے مترادف ہے، سدِ ذرائع کے طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ و دیگر اصحاب کرام علیہم الرضوان کے معاملات میں غور نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی دھوکہ دہی پر مبنی ان روایات کی طرف التفات مناسب ہے۔ جو حضرات اہل بیت کرام علیہم الرضوان سے بعض رافضیوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے نفرت کے معنی میں روایت کی ہیں۔ یہ ایک باریک مسئلہ ہے۔ نزاع جب اللہ کے رسول ﷺ کی اولاد اور اصحاب کے مابین ہے تو ان کا فیصلہ بھی خود سید عالم ﷺ فرمائیں گے۔ (دوسرے کسی کو بولنے کا حق نہیں)" (الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر، جزء ثانی، ص: ۴۴۴۔۴۴۵، مکتبہ النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور) علامہ ابو عبداللہ فضل اللہ توریشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "وآنچه مهم دین عموم مسلمانان است آنست که بنظر تعظیم بدیشان نگرند وبه هیچ حال زبان طعن برایشان دراز نکنند که رسول الله ﷺ امت راازین فتنه تحذیر فرموده است وگفته ازخدا بترسید درحق اصحاب من پس ازمن ایشانرانشانه مکنید که بدان خدای که دارای جان محمد است که اگریکی ازشما مثل کوه

احد زر خرج کند یعنی درراه خدا یک مد طعام که یکی ازیشان خرج کرده باشد نرسد ونه به نیمه مد (الله الله فی اصحابی لاتتخذوهم بعدی غرضا فوالذی نفس محمد بیده ولوان احدکم انفق مثل احد ذهبا ماادرک مد احدهم ولا نصفه) وشیطان ازطریق هوا وعصبیت مردم را رتسویل کند که خصومت ایشان با بعضی ازصحابه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازبهردین است چه ایشان بعدازرسول سیرت بگردانیدند وبایک دیگرمنازعت بکردند تا بجای رسید که خونها ریخته شده واین مسلمانکه بدین فتنها مبتلا گشته است اول باید که بداند که ایشان آدمیان بوده اندنه ملائکه ونه انبیا که معصومند بلکه خطا برایشان روا بوداگرچه خدای تعالیٰ ایشانرا بشرف صحبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرامی کرده بود بلی یکی ازیشان چون درگناهی فتادی بران مصر نشدی وزود باحق گردیدی وبداند که مذهب اهل حق آنست که بنده بگناه کافر نشود ودلیل آن بعدازین گفته شود وچون کافر نباشد ضرورت مؤمن باشد وسب فساق اهل ایمان روانیست فکیف صحابه که حق تعالیٰ برعموم ایشان ثنا گفته است ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحفظ حرمت ایشان وصیت فرمود وازوقیعه درایشان زجر بلیغ کرد وگفته که ازاصحاب من چیزها پیدا شود که ذکرآن نیکو نباشد شما بدان ایشانرا ببدی یاد مکنید که حق تعالیٰ ببرکت صحبت من آنها راازیشان

عفو کند و درین باب احادیث بسیار است" ترجمہ "مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کو تعظیم کی نظر ہی سے دیکھیں، کسی حال میں بھی ان حضرات کے بارے زبان طعن دراز نہ کریں کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ نے اس فتنہ سے اپنی امت کو پہلے ہی آگاہ فرما دیا تھا۔ فرمایا: میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کی مثل بھی سونا خرچ کرے تب بھی میرے صحابی کے ایک مٹھی جو صدقہ کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ اس کے آدھ کو بھی نہیں۔ شیطان تعصب اور خواہشات نفسانیہ کی بنا پر لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈال دیتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آپسی مخالفت بوجہ دین تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ کے وصال باکمال کے بعد ان کی سیرتوں میں تبدیلی آگئی۔ بناء بریں انہوں نے آپس میں لڑائیاں کیں۔ قتل و غارت کی اور اہل اسلام کو فتنوں سے دوچار کیا۔ یاد رکھو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بہرحال انسان تھے، انبیاء و ملائکہ نہیں کہ انہیں معصوم کہا جائے۔ ان سے خطا کا صدور ممکن تھا مگر سرکار دو عالم ﷺ کی صحبت کے شرف کی وجہ سے اس پر اصرار ممکن ہی نہیں۔ جب کبھی ایسی صورتحال ہوئی تو حق واضح ہو جانے کے بعد انہوں نے حق کی طرف رجوع کر لیا۔ اہل حق (اہل سنت) کا مؤقف (مرتکب گناہ کبیر) کے بارے یہ ہے کہ بندہ محض گناہ کے ارتکاب سے ہی کافر نہیں ہو جاتا، جب کافر نہیں ہوتا تو لازماً مومن ہی رہتا ہے اور مومن اگر فاسق بھی ہو تو اس کو سب و شتم روا نہیں چہ جائیکہ اصحاب رسول ﷺ کو برا کہا جائے ،حق تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جس جماعت کی عزت افزائی فرمائی (یہ ظلم ہوگا۔)، ان کی عیب جوئی کی جائے؟ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ میں بعض غیر مناسب چیزوں کا ظہور ہوگا مگر اس دوران تم ان کی برائی مت کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے ان کے ان غیر مناسب اقدام سے درگزر فرمادے گا۔"(المعتمد فی المعتقد، ص: ۲۱۳۔۲۱۵ مطبوعہ النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور پاکستان) شیخ الاسلام احمد بن حجر الشافعی المکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔"اسی طرح مورخین کی خبروں اور صحابہ کے درمیان ہونے والے اختلاف واضطراب خصوصاً رافضیوں اور شیعوں کی جاہلانہ اور گمراہانہ باتوں اور بدعتیوں کی نکتہ چینیوں سے اعراض کرتے ہوئے ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو رہا ہو تو خاموش رہا کرو۔"(الصواعق المحرقہ ص: ۴۹۳، شبیر برادرز لاہور) رہا یہ اعتراض کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ وقت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی ہے۔اس اعتراض کا جواب آئمہ امت کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔اہلسنت کے عظیم امام علامہ یوسف مبہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب شواہد الحق میں لکھتے ہیں"معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اہل سنت کے مذہب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ہی ہیں۔جنہوں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا۔وہ اپنے کام میں مجتہد تھے۔لیکن علی المرتضی رضی اللہ عنہ صواب پر تھے اوران پر خروج کرنے والے غلطی پر تھے اور مجتہد کو بہرحال اجر ملتا ہے۔گناہ نہیں۔اگر صواب پر ہے تو دس نیکیاں اور غلطی پر ہے تو بھی اس کی نیت کے مطابق ایک نیکی ضرور ملتی ہے۔اور علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے والوں کی نیتیں صحیح تھیں۔کیونکہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیا جائے۔اور انہیں یہ علم تھا کہ یہ مطالبہ شرع شریف اور مصلحت عامہ کے موافق ہے تاکہ آئے دن فاجر لوگ نیک ائمہ کو قتل کرنے کی جرات نہ کرتے پھریں۔ان حضرات کی نیتیں اچھی تھیں مگر ان کے اجتہاد نے صحیح نتیجہ پر نہ پہنچایا۔لیکن اجتہاد ضروری تھا۔۔اس لئے ان کی عدالت اور تقوی پر کوئی اثر نہ پڑا۔اور نہ ہی ان سے دین کی باتیں حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ بنی۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں ۔جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔'' (شواہد الحق، ص:۵۲۹۔۵۳۱،فصل فی شیون روس الاصحاب الذین خالفوا علیہ) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں''حضرات صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات اور جھگڑے ہوئے ان کو اچھائی پر محمول کرنا چاہیے۔اور خواہش وہوس سے دور رکھنا چاہیے۔علامہ تفتازانی نے جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی محبت میں بہت بڑھا ہوا ہے۔کہا ہے۔حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو جھگڑا ہوا۔وہ خلافت کے بارے میں نہ تھا۔بلکہ اجتہادی خطاء کی وجہ سے تھا۔خیالی میں اس کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری سے انکار کیا۔حالانکہ ان سب کو اس بات کا اعتراف تھا کہ اس دور میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سب سے افضل تھے۔اور امامت کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔جھگڑے کی وجہ ایک شبہ تھی اور وہ یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص نہیں لیا جارہا تھا۔حاشیہ قرۃ الکمال میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی گئی۔آپ نے فرمایا''ہمارے

بھائیوں نے ہمارے خلاف سر اٹھایا ہے۔ وہ نہ تو کافر ہیں اور نہ ہی فاسق۔ کیونکہ ان کے پاس لڑائی کی تاویل ہے۔ اور خطائے اجتہادی بلاشک ملامت سے دور ہے اور اس پر طعن و تشنیع نہیں کیا جاسکتا۔'' (مکتوبات شریف، دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب: ۲۶۶، ص: ۱۳۱۔ ۱۳۲، رؤف اکیڈمی لاہور) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، محبوب سبحانی، غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام کی لڑائیوں کے متعلق لکھتے ہیں، ''حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی جناب طلحہ، زبیر، عائشہ صدیقہ اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگ کے بارے میں حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اس بارے میں خاموشی بہتر ہے۔ بلکہ تمام اختلافات جھگڑے اور ناراضگیاں جو صحابہ کرام کے مابین ہوئیں۔ ان سب کے بارے میں خاموشی چاہیے کیونکہ اللہ رب العزت قیامت کو ان کے کے درمیان ہونے والی تمام ناراضگیوں کو دور فرمادے گا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے ''ہم ان کے سینوں میں جو اپنے بھائیوں کے متعلق کھوٹ ہے، وہ کھینچ لیں گے اور وہ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر جلوہ فرما ہوں گے۔ اور اس لئے بھی کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ان لڑائیوں میں حق پر تھے۔ کیونکہ انہیں اپنی امامت کے صحیح ہونے کا یقین تھا۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس وقت کے موجود تمام صاحبان حل و عقد صحابہ کرام نے آپ کی خلافت و امامت پر اتفاق کر لیا تھا۔ لہذا جو شخص اسے نہ مانتے ہوئے ان کے خلاف خروج کرے وہ باغی متصور ہوگا۔ اور امام پر خروج کی وجہ سے قتل ہوگا۔ حضرت معاویہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کا مطالبہ یہ تھا کہ خلیفہ برحق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ اس کا قصاص لیا جائے۔ اور ان کے قاتلین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی فوج میں تھے۔ لہذا ہر فریق اپنے ہاں صحیح

تادیل رکھتا تھا۔ لہذا ہماری بہترین عقیدت یہی ہے کہ اس مقام پر خاموشی اختیار کی جائے۔ اور ان کا معاملہ رب ذوالجلال کے سپرد کر دیا جائے۔ کیونکہ وہی احکم الحاکمین اور خیر الفاصلین ہے۔ ہمیں اپنے گناہوں کو دیکھنا چاہیے۔ اور بڑے بڑے گناہوں سے اپنے دلوں کو پاک کرنا چاہیے۔ اور اپنے ظاہر کو بھی مہلک کاموں سے بچانا چاہیے۔ بہر حال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے کنارہ کش ہونے سے بعد ثابت اور صحیح ہے اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے کو بروئے کار لاتے ہوئے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تھی۔ اور اسی میں مصلحت عامہ بھی تھی۔ وہ یہ کہ خونریزی سے بچاؤ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو امام حسن کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔ وہ حق ثابت ہو گیا۔ وہ یہ کہ اللہ تعالی میرے اس سردار بیٹے کی بدولت مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ لہذا امام حسن رضی اللہ عنہ کی سبکدوشی اور ان کی بیعت کرنے پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت لازم اور واجب ہو گئی۔ اسی وجہ سے اس سال کو "عام الجمع" کہا جاتا ہے کیونکہ اختلاف ختم ہو گیا تھا اور تمام حضرات نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اتباع کر لی تھی۔" (شواہد الحق، ص: ۴۰۷ بحوالہ دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ، ج: ۱، ص: ۱۶۵۔۱۶۶، نوریہ حسینیہ لاہور) شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل، فاضل اور بہترین صحابہ کرام میں سے ایک ہیں اور وہ لڑائیاں جو ان کے اور دوسروں کے مابین ہوئیں تو ان میں ہر ایک فریق کے لئے شبہ تھا۔ جس کو وہ اپنے طور پر حق سمجھتے تھے۔ اور ہر فریق بہر حال عادل ہے اور انکی باہم

جنگوں میں اپنی اپنی تاویل ہے۔ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں۔جو ان کی عدالت کو ختم کر دیتی ہو۔کیونکہ وہ مجتہد تھے اور اجتہادی مسائل میں ان کا اختلاف ہوا۔جیسا کہ ان کے بعد آنے والے مجتہدین کے مابین کئی ایک مسائل میں اختلاف ہونے کے باوجود یہ بات ان میں نقص کا سبب نہیں بنتی۔''(مسلم شریف مع النووی، ج:۲،ص:۲۷۲،نور محمد کراچی)علامہ ابن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔''لکنه انما صار اماما حقا لمافوض اليه الحسن بن علی رضی الله عنهما الخلافة،فان الحسن رضی الله عنه بايعه اهل العراق بعد موت ابيه، ثم بعد ستة اشهر فوض الامر الی معاوية،وظهر صدق قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ان ابنی هذا سيد،وسيصلح الله به بين فئتين عظمتين من المسلمين)''، ''مگر ان کی امامت (ملوکیت) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری کے بعد ثابت ہوئی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب اہل عراق نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔تو اس بیعت کے چھ مہینے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے (معاملات ریاست برضا و رغبت) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے۔جس سے اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ''میرا یہ بیٹا حسن (سردار) ہے۔یقیناً اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروا دے گا''، کی حقانیت وصداقت کا ظہور ہوا۔''(شرح عقیدہ طحاویہ،ص:۴۵۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(4)حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے لشکر پر لفظ ''باغی'' کے اطلاق پر اہل السنۃ کا اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک انہیں باغی (بمعنی امام برحق پر خروج فقط) کہنا جائز جب کہ بعض کے نزدیک ناجائز ہے۔اولاً ہم باغی کی مستند تعریف پیش

کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ باغی کون ہوتا ہے اور اس لفظ کا اطلاق اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی پر کب جائز اور کب ناجائز ہے۔ باغی کی تعریف: باغی کی تعریف میں امام احناف امام ابوشکور السالمی الکبشی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "باغی سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو اپنا حق طلب کرے شبہ کے ساتھ" (تمہید سالمی (مترجم) ص: ۳۷۱ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور) مزید لکھتے ہیں۔ "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے دعویٰ میں شبہ ہوا۔ جس کی وہ تاویل کرتے تھے۔ جس سے انہیں خطا ہوئی۔ ان کی خطا گناہ کبیرہ نہیں کہ ان کی تکفیر یا تفسیق کی جائے۔" (تمہید سالمی (مترجم) ص: ۳۷۱ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور) عصر حاضر کے عظیم محدث و مدقق مفسر قرآن شارح بخاری و مسلم حضرت علامہ الاستاذ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لفظ باغی کے اطلاق کے بارے لکھتے ہیں۔ "میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت پر باغی کا اطلاق صوری اور ظاہر طور پر ہے۔ جس طرح قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ہے۔ "**وعصی آدم ربہ فغوی**"، "اور آدم علیہ السلام نے (بہ ظاہر) اپنے رب کی معصیت کی تو وہ (جنت سے) بے راہ ہو گئے۔" (سورۃ طہٰ، آیت: ۱۲۱) حقیقت میں حضرت آدم علیہ السلام کی بھی اجتہادی خطا تھی، معصیت نہ تھی۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی اجتہادی خطا تھی بغاوت نہ تھی۔" (شرح صحیح مسلم، ج: ۷، ص: ۹۰۷ فرید بک سٹال لاہور) مزید لکھتے ہیں۔ "اس آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کر رہی ہوں اور ان میں سے ایک حق پر ہو اور دوسری باطل ہو تو جو جماعت باطل پر ہو، اس سے اس وقت تک جنگ کی جائے جب تک وہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اس بناء پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس آیت کی روشنی میں جنگ جمل اور جنگ صفین کا کیا حکم ہے؟ ان میں سے کون سا فریق حق پر تھا اور کون سا فریق باطل پر تھا؟ اس کا جواب یہ ہے: ان میں سے کوئی فریق صریح باطل پر نہیں تھا۔ دونوں فریقوں کا مؤقف تاویل اور اجتہاد پر مبنی تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تاویل صحیح

تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل مبنی پر خطا تھی۔ اس کا فیصلہ اس حدیث سے ہو گیا۔ جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: افسوس ہے! عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ عمار ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ گروہ اس کو دوزخ کی طرف بلائے گا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۴۷) اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر نے قتل کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح اور حق تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل مبنی بر خطا تھی۔ ان کا مؤقف باطل محض نہیں تھا ورنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ان سے صلح نہ کرتے اور اگر وہ باغی ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے جنگ موقوف نہ کرتے اور جنگ موقوف کر کے تحکیم کو اختیار نہ کرتے اور تادم مرگ جنگ جاری رکھتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ"، "جو جماعت باغی ہے اس سے اس وقت تک قتال کرتے رہو حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔" (سورۃ الحجرات، آیت:۹) اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت صراحتاً باغی ہوتی تو وہ ان سے کبھی جنگ موقوف نہ کرتے اور کبھی تحکیم کو قبول نہ کرتے۔" (تبیان القرآن، ج:۱۱، ص:۲۸۴۔۲۸۵ فرید بک سٹال لاہور) جن لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر باغی کا اطلاق کیا۔ ان کے نزدیک بھی لفظ باغی سے مراد فاسق یا کافر ہونا نہ تھا محض مراد امام برحق سے شبہ کے ساتھ اپنا حق طلب کرنا تھا لیکن جب پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور بعد میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بغاوت کا الزام جاتا رہا۔ اور جن لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی بمعنی فاسق و کافر سمجھا انہوں نے فحش، سنگین اور سخت غلطی کی خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔" وقال فی الرسالة التی رواها ابو العباس احمد بن یعقوب الاصطخری وغیره: (وخیر الامة بعد النبی ﷺ ابوبکر، وعمر بعد ابی

بکر، وعثمان بعدعمر،وعلی بعدعثمان ،ووقف قوم، وھم خلفا،راشدون مهدیون،ثم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعدھولاء الاربعۃ خیرالناس، لایجوزلاحدان یذکرشیئامن مساویھم، ولایطعن علی احدمنھم بعیب ولانقص، من فعل ذلک فقدوجب تادیبه وعقوبته، لیس له ان یعفوعنه ،بل یعاقبه ویستتیبه، فان تاب قبل منه، وان ثبت اعادعلیه العقوبۃ وخلده فی الحبس حتی یموت اویراجع "،"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعداس کائنات میں ہراعتبارسے سب سے بہترین شخصیت حضرت ابوبکر،ان کے بعدحضرت عمر،ان کے بعدحضرت عثمان اوران کے بعدحضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین (بعض قوم نے آخری دو کے بارے توقف اختیارکیا)اوریہی خلفاء ہدایت یافتہ ہیں۔ان چاروں کے بعدپھرباقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب لوگوں سے افضل ہیں ۔برے الفاظ میں ان میں سے کسی ایک کا ذکرناہرگز جائزنہیں اوران کی ذوات میں سے کسی ایک پرعیب یانقص کاطعن کرنابھی صحیح نہیں جوشخص ایساکرے تواسے سزادیناواجب ہے،معاف کرناجائزنہیں بلکہ سزادی جائے اورتوبہ کروائی جائے اوراگروہ قبل ازسزاتوبہ کرلے تواس کی توبہ قابل قبول ہے،اگراپنے قول وفعل پربرقراررہے تواسے ہمیشہ کیلئے قیدمیں ڈال دیاجائے یہاں تک کہ مرجائے یارجوع الی الحق کرے۔"(الصارم المسلول لابن التیمیۃ ص:۴۱۱،مطبوعہ دارالکتب پشاور)حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔"واماماوقع من امتناع جماعۃ من الصحابۃ عن نصرۃ علی رضی اللہ عنه والخروج معه الی المحاربۃ ومن محاربۃ طائفۃ منھم له کمافی حرب الجمل وصفین ،فلایدل علی عدم صحۃ خلافته ولاعلی تضلیل مخالفیه فی ولایته، اذلم یکن ذلک عن نزاع فی حقیۃ امارته، بل کان عن خطا فی اجتھادھم حیث

انکروا علیہ ترک القود من قتلۃ عثمان رضی اللہ عنہ ،بل زعم بعضہم انہ کان ماثلاالی قتلہ، والمخطی فی الاجتہاد لا یضلل ولا یفسق علی ماعلیہ الاعتماد""وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مدد سے باز رہے اور دیگر وہ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جنگی غرض سے خروج کیا"کمافی الجمل والصفین "اس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ برحق نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی بالمقابل آنے والے اصحاب کا گمراہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔اصل نزاع امیرالمؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے میں نہیں بلکہ حضرت امیرالمؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص میں تھا۔یہ اختلاف مبنی براجتھاد ثابت ہے۔اورقانون یہ ہے کہ مختارقول کے مطابق اگرمجتھد سے اس کے اجتھادمیں غلطی ہوجائے تواسے گمراہ کہاجائے گانہ ہی فاسق۔لہذافریق ثانی کی تضلیل وتفسیق قطعاً جائزنہیں۔"(شرح الفقہ الاکبر،ص:٦٥ مکتبہ رحمانیہ)حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "وقدکان امرطلحۃ والزبیرخطا غیرانہمافعلامافعلاعن اجتہادوکان من اہل الاجتہاد،فظاہرالدلیل یوجب القصاص علی قتل العمدواستئصال شان من قصددم امام المسلمین بالاراقۃ علی وجہ الفساد۔فاماالوقوف علی الحاق التاویل الفاسدبالصحیح فی حق ابطال المؤاخذۃ فہوعلی خفی فازبہ علی ،کماوردعن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال لہ "انک تقاتل علی التاویل کماتقاتل علی التنزیل"ثم کان قتالہ علی التنزیل حق ،فکذاکان قتالہ علی التاویل حق وقدندماعلی مافعلا،وکذاعائشۃ رضی اللہ عنہاندمت علی مافعلت وکانت تبکی حتی تبل خمارھا،ثم کان معاویۃ مخطئنا الاانہ

فعل مافعل عن تأويل فلم يصر به فاسقا،واختلف اهل السنة والجماعة فى تسميته باغيا،فمنهم من امتنع من ذلك ،والصحيح من اطلق لقوله ﷺ لعمار"تقتلك الفئة الباغية""؛"حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے خطاء اجتہادی واقع ہوئی (کیونکہ وہ مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے۔) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون فساد بپا کرنے کی غرض سے بہایا گیا۔دلیل کا ظاہر بھی یہی ہے کہ قتل عمد پر قصاص لازم ہوتا ہے مگر قاتلین کے مواخذہ میں خاموشی اختیار کرنا بناء برعلم خفی ۔جس میں بہرحال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برتری حاصل تھی۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:اے علی!تم سے تاویل پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ میرے ساتھ تنزیل پر کی گئی،چنانچہ بعدازاں حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما اپنے فعل پر افسردہ تھے۔حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی پچھتائیں اور اتنا رویا کرتی تھیں کہ آپ کی اوڑھنی تر ہوجاتی۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اگرچہ خطا پر تھے مگر آپ کے بھی تمام افعال تاویل کی بناء پر تھے جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ بھی فاسق نہیں ۔رہا آپ کا باغی ہونا تو اس میں اہل سنت وجماعت کا اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک آپ باغی نہیں ۔صحیح قول کے مطابق نبی کریم ﷺ کا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کیلئے فرمان " تقتلك فئة الباغية""؛"اے عمار آپ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔" کے اطلاق کی بناء پر یہ لفظ حضرت امیر معاویہ کے گروہ پر بولا گیا ہے۔(شرح الفقہ الاکبر،ص:۶۷۔۶۸ مکتبہ رحمانیہ) شیخ الاسلام احمد بن حجر الشافعی المکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔"امام ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے (جو کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے اجل شیوخ میں سے ہیں) کہ جب تو کسی شخص کو اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی کی تنقیص کرتے دیکھے تو سمجھ لے کہ وہ شخص زندیق ہے۔اس لئے کہ رسول کریم ﷺ قرآن پاک اور جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے،سب برحق ہے اور یہ صحابہ ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے پس جو صحابہ پر جرح کرتا ہے وہ کتاب وسنت کو باطل قرار دیتا ہے اور ایسے شخص پر جرح کرنا اور اس کی

ضلالت ،زندقت اور کذب وفساد کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور درست ہے۔''(الصواعق المحرقہ ص: ۴۸۳،شبیر برادرز)حضرت امام دارالہجرت مالک ابن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''ومن شتم اصحابه ادب وقال ایضامن شتم احدامن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابابکراوعمراوعثمان اومعاوية اوعمروبن العاص فان قال کانوافی ضلال قتل وان شتم بغیرهذامن مشاتمة الناس نکل نکالا شدیدا''؛''جو شخص سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو گالی دے تو اسے سزا دی جائے اور جو شخص سیدالعالمین کے اصحاب میں سے سیدنا ابوبکر یا سیدنا عمر یا سیدنا عثمان یا حضرت معاویہ یا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالی بکے، انہیں (نعوذ باللہ) گمراہی پر خیال کرے تو اسے قتل کیا جائے گا لیکن اس کے علاوہ کوئی مشاتمت کرے کہ عام لوگوں کی (آپس میں)طرح کوئی جملہ کہے تو اسے سخت سے سخت سزا دی جائے۔(قتل کے علاوہ)''(تنبیہ الولاۃ والحکام،ص:۱۶۸ مطبوعہ مرکز البحوث الاسلامیہ مردان)حضرت امام ابن حجر الہیتمی المکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔''باقی رہے وہ بدعتی جو آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق دشنام طرازی اور لعنت کو مباح کہتے ہیں تو اس بارے میں حضرات شیخین حضرت عثمان اور اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے لئے نمونہ ہیں۔پس ان باتوں کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ ان پر اعتماد کر کیونکہ یہ باتیں احمق ،جاہل، غبی اور سرکش لوگوں سے صادر ہوئی ہیں۔اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔اس نے ان پر بری طرح لعنت کر کے انہیں چھوڑ دیا ہے اور ان کے سروں پر اہل سنت کی تلواریں اور واضح دلائل وبراہین دے کر کھڑا کر دیا ہے جو انہیں عظیم الشان ائمہ کی تنقیص کرنے سے روکتے رہتے ہیں۔(الصواعق المحرقہ ص: ۵۰۰،شبیر برادرز)حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفاء میں امام سحنون علیہ الرحمہ کا فرمان نقل فرماتے ہیں۔جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ حضرت علی المرتضیٰ رضی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وغیرہ،جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تکفیر کی۔اسکو سخت سزادی جائے۔سحنون سے ابومحمد بن ابی زید بیان کرتے ہیں۔کہ جوشخص یہ کہتا ہے کہ ابوبکر صدیق،عمر،عثمان اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم یہ سب گمراہی پر تھے۔اور یہ کافر تھے۔اسے قتل کردیا جائے۔اور جو ان خلفائے اربعہ کے علاوہ دوسرے صحابہ مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کو گالی دیتے ہیں۔اور گزشتہ قول ان کے متعلق کہتا ہے تو اسے عبرت ناک سزادی جائے۔"(شرح شفاء ملاعلی قاری،محشیٰ نسیم الریاض،ج:۴،ص:۵۶۶)اب ہم آخر میں امام اہل سنت مجدد دین وملت سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چند ایک ملفوظات پیش کرتے ہیں جو اس مقام پر حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسلاف بزرگان دین کی تحقیق کا نچوڑ ہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں"مگر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے سردار طعن ان پر بھی کار فجار جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں عیاذاً باللہ اسد اللہ کے سبقت واولیت وعظمت واکملیت سے آنکھ پھیرے وہ ناصبی یزیدی اور جو علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت ونسبت بارگاہ حضرت رسالت بھلادے وہ شیعی زیدی۔یہی روش آداب بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہل توسط واعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے۔"(فتاوی رضویہ،ج:۱۰،ص:۲۰۱)علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔"جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔" (اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب،مصنف اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (مترجم)ص:۴۳۔۴۴فرید بک سٹال لاہور)"جنگ جمل وصفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے لیکن اہل نہروان جو مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کرکے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق،فجار،طاغی اور باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی وساتھی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور امت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے

ہیں۔"(اعتقادالاحباب فی الجمیل دالمصطفی والآل والاصحاب،مصنف اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (مترجم)ص:۴۴فرید بک سٹال)حضرت سیدناامیر معاویہ رضی اللہ عنہ پرطعن کرنے والابدمذھب،ضال ومضل،جہنمی ہے۔ایسے شخص کی امامت وخطابت اور بیعت جائز نہیں اوراگرایساشخص کسی بھی دینی منصب پرفائز ہے تواسے فوراًمعزول کردیاجائے اورتمام مسلمانوں اس کامکمل بائیکاٹ کریں۔رہی اس مسجد کی انتظامیہ جواس کی تائید کرتی ہے تواس کاحکم یہ ہے کہ ایسی بددینی سوچ اورفکرر کھنے والے ضال،مضل اورواصل سقر(جہنم) کی تائیدحرام،سخت حرام ہے۔"وتعاونواعلی البروالتقوی ولا تعاونواعلی الاثم والعدوانواتقواالله ان الله شدیدالعقاب"(سورۃ المائدہ،آیت:۲)نیک کی نیکی پرمعاونت ضروری اوربددینی پھیلانے والے سے بچنااوردوسروں کوبچانالازم ہے ۔قرآن عزیزمیں ارشادگرامی ہے۔"ومن یتولھم منکم فانه منھم ان الله لایھدی القوم الظلمین"؛"اوراگرتم میں سے کسی نے انہیں(کافروں،بددینوں،گمراہوں کو)دوست بنایاتووہ انہی میں سے ہوگابیشک اللہ ہدایت نہیں فرماتاظالم قوم کو۔"(سورۃ المائدہ،آیت:۵۱)اگرانتظامیہ اس شخص کی تائیدکرنانہیں چھوڑتی تواہل علاقہ کے صاحب اختیار،اہل علم وعمل پرلازم ہے کہ فورااس انتظامیہ کومعزول کرکے ان کی جگہ صحیح العقیدہ سنی اہل علم لوگوں پرمشتمل کمیٹی تشکیل دیں۔جواس مسجد کے تمام ترانتظامی امورکی دیکھ بھال کرے۔----- ---- ---و الله و رسوله ا علم بالصواب

کتبـــــہ:مفتی محمدعبدالعلیم سیالوی غفرلہ

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ بمطابق ۹ مئی ۲۰۱۶ء

رئیس دارالافتاء

ماخذ و مراجع

کتاب	مصنف
قرآن مجید	کلام الٰہی
کنز الایمان ترجمۃ القرآن	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر طبری	امام محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر خازن	امام علی بن محمد بن خازن رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر مدارک	امام ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر بغوی	امام محی الدین حسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر ابن ابی حاتم	ابو محمد عبدالرحمن بن محمد رازی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر جلالین	امام جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ وامام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر در منثور	امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر ابن عباس	ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر ماوردی	امام ابو الحسن علی بن محمد ماوردی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر ابی سعود	امام ابو سعود بن محمد عمادی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر مظہری	امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر روح المعانی	امام ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر روح البیان	حضرت امام اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر ثعلبی	امام احمد بن محمد ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر صاوی	امام احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر جمل	امام شیخ سلمان جمل رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر قرطبی	امام ابو عبداللہ احمد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر تذکرہ الاریب	امام ابو الفرج عبدالرحمن بن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر صنعانی	امام ابو عبدالرزاق بن ہمام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر زاد المسیر	امام ابو الفرج عبدالرحمن بن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر جمالین	امام نور الدین بن سلطان ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر ماتریدی	امام اہلسنت امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود التریدی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر البحر المحیط	امام اکبر الدین محمد بن یوسف المعروف ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر ملا علی قاری	نور الدین علی بن سلطان ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر لطائف الاشارات	امام عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر کبیر	حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر جیلانی	غوث الثقلین حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر احکام القرآن	امام ابوبکر رازی جصاص رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر سمرقندی	امام نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر ابن کثیر	حافظ ابوالفداء عماد الدین بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر التحریر والتنویر	علامہ طاہر بن عاشور رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر بیضاوی	امام قاضی ناصر الدین بن عبداللہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر کشاف	ابوالقاسم محمود بن زمخشری معتزلی
تفسیر خزائن العرفان	صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر نعیمی	حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر رضوی	خلیفہ اعلیٰ حضرت مفتی حشمت خاں رضوی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر تبیان القرآن	شارح صحیحین علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازہری
تفسیر صراط الجنان	مفتی محمد قاسم مدنی العطاری
الاتقان فی علوم القرآن	حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
بخاری شریف	امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ
مسلم شریف	امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ
ترمذی شریف	امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ
ابوداؤد شریف	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ علیہ
نسائی شریف	امام عبدالرحمٰن نسائی رحمۃ اللہ علیہ
ابن ماجہ شریف	امام محمد بن یزید بن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ
زوائد ابن ماجہ	امام بن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ
مشکوٰۃ شریف	شیخ ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ
سنن کبریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسینی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ
معجم الکبیر	حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ
معجم اوسط	حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ
مسند امام احمد	حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ
کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام ہندی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ
شرح السنۃ	امام حسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ
صحیح ابن حبان	امام محمد بن حبان بن احمد رحمۃ اللہ علیہ

کتاب	مصنف
مستدرک	امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ
مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابو بکر عبداللہ بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ
الاحاد والمثانی	امام ابن ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ
فتح الباری شرح بخاری	علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
عمدۃ القاری شرح بخاری	علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن عینی رحمۃ اللہ علیہ
نزہۃ القاری شرح بخاری	فقیہ ملت مفتی شریف الحق امجدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
نعمۃ الباری شرح بخاری	علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ
شرح صحیح مسلم	علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ
شرح صحیح مسلم	امام یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
طیبی شرح مشکوٰۃ	امام شرف الدین ابو عبداللہ حسین بن عبداللہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ
اشعۃ اللمعات	شیخ محقق الشیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
فتح المغیث	امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ
زرقانی شرح موطا امام مالک	امام محمد عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ
فیض القدیر	امام عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ
جمع الجوامع	حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
جامع الاحادیث	حضرت علامہ حنیف خاں رضوی صاحب زید مجدہ
شرح الشفاء	امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
فضائل الصحابۃ	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
معرفۃ الصحابۃ	امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ
احیاء العلوم	امام محمد بن محمد بن محمد طوسی غزالی رحمۃ اللہ علیہ
الیواقیت والجواہر	امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ
غنیۃ الطالبین	حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
حلیۃ الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ
جامع بیان العلم وفضلہ	امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ
کشف الخفاء	امام اسمٰعیل بن محمد عجلونی رحمۃ اللہ علیہ
شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعت	امام ہبۃ اللہ طبری لالکائی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر اللباب	امام ابن عادل دمشقی رحمۃ اللہ علیہ
المعتصر من المختصر	امام قاضی یوسف بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
غایۃ الامانی	حضرت امام کورانی رحمۃ اللہ علیہ
الشریعہ	امام ابو بکر محمد بن حسین آجری رحمۃ اللہ علیہ

زرقانی علی المواہب	امام احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ
الروض الانف	امام ابو القاسم محمد بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ دمشق	امام ابو القاسم علی بن حسن المعروف ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ
الاسالیب البدیعہ	امام محمد یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
تحریر الاصول	علامہ کمال الدین بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ
المنار	امام ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ
افاضۃ الانوار	امام علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ
نور الانوار	رئیس الاصولیین ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ
شرح عقائد	علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ
شرح عقیدۃ الطحاویہ	امام ابن ابی العز حنفی رحمۃ اللہ علیہ
الصارم المسلول	ابو المحاسن شہاب الدین بن تیمیہ
مختصر تاریخ دمشق	امام محمد بن مکرم المعروف ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ
طبقات کبریٰ	محمد بن سعد بن منیع المعروف ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ
سیر اعلام النبلاء	حضرت امام امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
الکامل	حافظ ابو احمد بن عدی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ
الشریعہ	محمد بن حسین بن عبداللہ آجری رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ ابن خلدون	ابو زید عبدالرحمان بن محمد خلدون رحمۃ اللہ علیہ
الاستیعاب	امام ابو عمر یوسف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ
اسد الغابہ	عز الدین ابو الحسن بن محمد المعروف ابن امیر جزری رحمۃ اللہ علیہ
الاصابہ	امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
الجرح والتعدیل	عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ
الثقات	امام محمد بن حبان بن احمد بن حبان تیمی رحمۃ اللہ علیہ
العلل	امام عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ
الضعفاء	ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ
تہذیب الکمال	حافظ جمال الدین بن عبدالرحمن مزی رحمۃ اللہ علیہ
تہذیب التہذیب	امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
تقریب التہذیب	امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
تقریب مع التہذیب	حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ
سل السنان	شیخ سعد ین صعدان رحمۃ اللہ علیہ
تطہیر الجنان	امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
الغنیۃ	امام ابو سلیمان احمد بن محمد خطابی رحمۃ اللہ علیہ

الناہیہ	حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ
مکتوبات شریف	امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
خزانہ جلالیہ	حضرت خواجہ مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ
تحقیق الاشارہ	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
احسن الکلام	تاج الفحول عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ
اعتقاد الاحباب	اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ
خالص الاعتقاد	اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ
مقامات مظہری	حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
تصفیہ	حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بہار شریعت	صدر الشریعت مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
فتاویٰ شارح بخاری	مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ
فتاویٰ فیض الرسول	مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ
فتاویٰ بریلوی	مفتی عبدالرحیم بستوی، مفتی محمد یونس
فتاویٰ بدر العلماء	مفتی بدر الدین احمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
وصایا شریف	شیخ الاسلام قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ
دفاع امیر معاویہ	مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ
الصوارم الحیدریہ	علامہ غلام حسین قادری صاحب
الاحادیث الراویہ	علامہ ظفر القادری بکھروی صاحب زید شرفہ
شرح خصائص علی	قاری ظہور احمد فیضی
شرح اسنی المطالب	قاری ظہور احمد فیضی
شرح کتاب الاربعین	قاری ظہور احمد فیضی
صلح الامام الحسن	قاری ظہور احمد فیضی
مناقب الزہرہ	قاری ظہور احمد فیضی
الاحادیث الموضوعہ	قاری ظہور احمد فیضی
انوار العرفان	قاری ظہور احمد فیضی
اہل کساء کا مقام	قاری ظہور احمد فیضی
ترجمہ تفسیر غریب القرآن	قاری ظہور احمد فیضی
حقیقۃ التفضیل	قاری ظہور احمد فیضی
گھر والے اور در والے	قاری ظہور احمد فیضی
اہلبیت کرام اور علیہ السلام	قاری ظہور احمد فیضی

الخلافۃ الباطنیہ	قاری ظہور احمد فیضی
لطافت جسم مصطفیٰ	قاری ظہور احمد فیضی
تفسیر الاعظم	علی بن محمد بن علی الاعظم (زیدی شیعہ)
نہج البلاغہ	علامہ سید شریف رضی شیعہ

ضمیمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ملوث نہ ہونے کی تحقیق:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں صحابہ کرام کے ملوث نہ ہونے کی تحقیق کتب میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام آتا ہے کہ وہ شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں ملوث یا شامل تھے۔ مگر یہ یادر ہے کہ کسی کتاب میں بغیر سند یا ضعیف روایت کے نقل کرنے سے وہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی اور نہ وہ صاحب تصنیف کا موقف ہوتا ہے۔ اس مقام پر اختصار کے ساتھ ان صحابہ کرام کے ملوث ہونے کے رد میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

ا فروہ بن عمرو الانصاری:

جو بیعت عقبہ میں بھی موجود تھے اور السابقون الاولون کے رضی اللہ عنھم میں سے ہیں (استیعاب 3/1259)

اعتراض:

ابن عبدالبر نقل کرتے ہیں۔

كَانَ ممن أعان على قتل عُثمَان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

یعنی وہ شہادت عثمان میں شامل تھے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 3/1259، اسد الغابہ 4/57)

جواب:

اس اعتراض کو خود محدث ابن عبدالبر نے رد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

قل ابو عمر : هذا لا يعرف ،ولا وجه لما قالاه في ذلك ، و لم يكن لقائل هذا علم ،بمع كان من الانصاري يوم الدار۔

"مفہوم: یہ بات غیر معروف ہے اور ان دونوں (ابن وضاح

اور ابن مزین) نے جو الزام لگایا ہے اس کی کوئی دلیل نہیں،
اور اس قول کے قائل کو انصار کا اس فتنے میں جو طرز عمل تھا اس
کی کوئی خبر نہیں۔" (الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب 3/1259)

2۔ محمد بن عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ:

یہ وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کا نام بھی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا۔ (استیعاب ۳: ۲۳۴)

اعتراض:

يقال انه كان اشد الناس على عثمان المحمدون.
.... محمد بن عمر بن حزم ". (استیعاب ۳: ۲۳۴)

جواب:

محمد بن عمرو بن حزم الانصاری کی تاریخ ولادت دس ہجری ہے حوالہ ہے۔ (طبقات ابن سعد 5/69، الاستیعاب، الاصابہ ابن حجر)۔
طبقات ابن سعد میں انہیں تابعین میں شمار کیا گیا اور لکھتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَدِ اسْتَعْمَلَ عَمْرَو بْنَ حَزْمٍ عَلَى نَجْرَانَ الْيَمَنِ، فَوُلِدَ لَهُ هُنَالِكَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم سَنَةَ عَشْرٍ مِنَ الْهِجْرَةِ غُلَامٌ، فَأَسْمَاهُ مُحَمَّدًا، وَكَنَاهُ أَبَا سُلَيْمَانَ، وَكَتَبَ بِذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ أَنْ سَمِّهِ مُحَمَّدًا.

" جب یہ پیدا ہوئے ان کے والد نجران کے عامل تھے، یہ
پیدا ہوئے تو ان کے والد نے خط لکھ کے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے پوچھا کہ بچے کا کیا نام رکھوں تو آپ نے "محمد"

تجویز کیا۔ ان کی نبی کریم سے اس شیر خوارگی میں بھی ملاقات ثابت نہیں۔" (الطبقات الکبری 69/5)

علامہ ابن العراقی نے انہیں تابعی لکھا ہے:

(تحفة التحصیل فی ذکر رواة المراسیل 284/1)

حافظ العلائی نے انہیں تابعی لکھا ہے۔

(جامع التحصیل فی أحکام المراسیل 267/1)

استیعاب میں قتل عثمان میں شرکت کا ذکر ہی نہیں ہے، صرف اتنی سی بات ہے کہ وہ سیدنا عثمان کے شدید ناقد تھے:

محدظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔

یقال انه کان اشد الناس علی عثمان المحمدون،

.... محمد بن عمر بن حزم "

مذکورہ عبارت میں یقال کے الفاظ اس کے ضعف پر دلالت کر رہے ہیں۔

دوم: ابن سعد نے طبقات 3 / 73-74 میں اس کے بارے میں سند انقل کیا ہے۔

۳۔ جبلہ بن عمرو ساعدی:

اعتراض:

ان پر اعتراض ہے کہ یہ وہ صحابی تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو بقیع میں دفن نہیں ہونے دیا تھا۔

تاریخ مدینہ میں ان کے بارے میں ایک روایت ہے:

حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ دَابِهِ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَزْهَرَ: "لَمْ أَدْخُلْ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَإِنِّي لَفِي بَيْتِي إِذْ أَتَانِي الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوكَ. فَأَتَيْتُهُ

وَهُوَ قَاعِدٌ إِلَى جَنْبِ غِرَارَةِ حِنْطَةٍ فَقَالَ: هَلْ لَكَ إِلَى دَفْنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ؟ فَقُلْتُ: مَا دَخَلْتُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ، وَمَا أُرِيدُ ذَاكَ. فَاحْتَمَلُوهُ، مَعَهُمْ مَعْبَدُ بْنُ مَعْمَرٍ، فَانْتَهَوْا بِهِ إِلَى الْبَقِيعِ، فَمَنَعَهُمْ مِنْ دَفْنِهِ جَبَلَةُ بْنُ عَمْرٍو السَّاعِدِيُّ، فَانْطَلَقُوا إِلَى حُشِّ كَوْكَبٍ، وَمَعَهُمْ عَائِشَةُ بِنْتُ عُثْمَانَ، مَعَهَا مِصْبَاحٌ فِي حُقٍّ، فَصَلَّى عَلَيْهِ مِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ. ثُمَّ حَفَرُوا لَهُ. فَلَمَّا دَلَّوْهُ صَاحَتْ بِنْتُهُ، فَلَمْ يَضَعُوا عَلَى لَحْدِهِ لَبِنًا. وَأَهَالُوا عَلَيْهِ التُّرَابَ، وَانْصَرَفُوا".

(تاریخ المدینۃ لابن شبۃ 112/1)

قَالَ عَلِيٌّ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَزْهَرَ: لَمْ أَدْخُلْ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ فَإِنِّي لَفِي بَيْتِي إِذْ أَتَانِي الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوكَ. فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ قَاعِدٌ إِلَى جَنْبِ غِرَارَةِ حِنْطَةٍ فَقَالَ: هَلْ لَكَ إِلَى دَفْنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ؟ فَقُلْتُ: مَا دَخَلْتُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ وَمَا أُرِيدُ ذَلِكَ. فَاحْتَمَلُوهُ وَمَعَهُمْ مَعْبَدُ بْنُ مَعْمَرٍ. فَانْتَهَوْا بِهِ إِلَى الْبَقِيعِ فَمَنَعَهُمْ مِنْ دَفْنِهِ جَبَلَةُ بْنُ عَمْرٍو السَّاعِدِيُّ...

(تاریخ المدینۃ لابن شبۃ 1240/4)

یعنی۔ جبلہ بن عمرو ساعدی انصاری ؓ بدری۔ یہ وہ صحابی تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو بقیع میں دفن نہیں ہونے دیا تھا۔

جواب:

ابن شبہ کی بیان کردہ پہلی روایت میں علی بن دابہ کا تعین نہیں اور اس کے توثیق معلوم نہیں۔ اس سند میں شرحبیل بن سعد کو جمہور محدثین کرام نے ضعیف کہا ہے اور ان کا حافظہ بھی خراب تھا، جب تک یہ واضح نہ ہو کہ مختلط راوی کا شاگرد قبل از اختلاط مرویات بیان کرتا ہے تو ایسی روایات سے استدلال بھی نہیں کیا جاتا۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

شُرَحبيل بن سَعْد، أبو سعد المدني، مولى الأنصارِ: صدوقٌ اختَلَطَ بأُخَرَة.

(تقريب التهذيب رقم 2764)

اس پر محققین شعیب الارنووط اور بشار العواد لکھتے ہیں:

بل: ضعيفٌ، ضعَّفه ابن أبي ذئب، ومالك بن أنس، ويحيى بن معين، وأبو حاتم وأبو زرعة الرازيان، والنسائي، والدارقطني، وما علمنا أحدًا ذكره في الثقات سوى ابن حبان، بل خبر ابن عدي أحاديثه، وقال: "وفي عامة ما يرويه إنكار ... وهو إلى الضعف أقرب".

(تحرير تقريب التهذيب للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني 110/2 رقم 2764)

دوسری روایت میں شرحبیل بن سعد موجود ہے جس کے ضعف پر جمہور علماء کی تصریحات اختصار کے ساتھ نقل کر دی گئی ہیں۔ اور پھر شرجیل بن سعد اس روایت کو بعض اہل مدینہ سے نقل کر رہے ہیں، اس لیے اس مجہول بعض اہل مدینہ کی وجہ سے بھی یہ روایت ضعیف ہے۔

ابن جریر طبری نے واقدی کی سند سے ان پر حضرت عثمان غنی پر

اعتراض کرنے والا لکھا ہے۔

پہلی سند: ابن جریر لکھتے ہیں:

قال محمد بن عمر: وحدَّثني محمد بن صالح عن عبيد الله بن رافع بن نقاخة، عن عثمان بن الشَّريد، قال: مرّ عثمان على جَبلة بن عمرو الساعدي وهو بفناء داره، ومعه جامعة، فقال: يا نعثل، (تاریخ الطبری 365/4)

دوسری سند: ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔

حدثني محمد، قال: حدَّثني أبو بكر بن إسماعيل عن أبيه، عن عامر بن سعد، قال: كان أوّل من اجترأ على عثمان بالمنطق السيّئ جبَلة بن عمرو الساعدي، مرّ به عثمان وهو جالس في ندي قومه، وفي يد جبلة بن عمرو جامعة، فلما مرَّ عثمان سلّم، فردّ القوم! . فقال جبلة: لم تردون على رجل فعل كذا و كذا! قال: ثم أقبل على عثمان...

(تاریخ الطبری 365/4)

یعنی: ''جب سیدنا عثمان پر اعتراضات ہوئے ان اعتراض کرنے والوں میں حضرت جبلہ بھی تھے۔''

جواب:

ان دونوں حوالہ جات میں واقدی راوی متروک ہے۔ اس لیے مثالب صحابہ میں تو اس کی روایت کسی طور پر قابل قبول نہیں ہوتی۔ جیسے کہ علماء نے وضاحت کر رکھی ہے۔ واقدی کے بارے میں صرف حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کے قول پیش خدمت ہیں۔

واقدی کے بارے میں ابن حجر عسقلانی کا موقف:

1- محمد بن عمر بن واقد الأسلمی الواقدی . متروك مع سعة علمه (ق). تقريب التهذيب رقم 6175

2- "ليس بمعتمد". "الهدى" (417).

3- "لا يحتج به". "الفتح" (73/4).

4- "لا يحتج به إذا انفرد فكيف إذا خالف؟ ! ". "الفتح" (48/8).

5- "ضعيف". "المطالب" (61/2).

6- ضعيف "النكت" (666/2).

7- ضعيف و "الفتح" (166/5).

8- ضعيف "التلخيص" (191/4).

9- "غير حجة". "التهذيب" (617/3).

10- "معروف بالضعف". "التلخيص" (278/3).

11- "حسبك به فى الضعف". "المهرة" (134/6).

12- "ضعيف جدًا". "المطالب" (122/1).

13- "شديد الضعف إذا انفرد فكيف إذا خالف". "الفتح" (157/8).

14- "على طريقة أهل المدينة فى الإنحراف على أهل العراق". "الهدى" (443).

15- "واه". "الدراية" (121/2).

16- "واه". "الإصابة" (565/5).

17- "ليس بحجة وقد تعصب مغلطاى للواقدى فنقل كلام من قواه ووثقه. وسكت عن ذكر من وهاه واتهمه وهم أكثر

عددًا وأشد إتقانًا وأقوى معرفة به من الأولين. ومن جملة ما قواه به أن الشافعي روى عنه. وقد أسند البيهقي عن الشافعي: "أنه كذبه". ولا يقال فكيف روى عنه؛! لأنا نقول: رواية العدل ليست بمجردها توثيقًا. فقد روى أبو حنيفة عن جابر الجعفي. وثبت عنه أنه قال: ما رأيت أكذب منه". "الفتح" (113/9).

18- "لو قبلنا قوله في المغازي مع ضعفه فلا يرد به الأحاديث الصحيحة والله الموفق". "التهذيب" (126/3).

19- "متروك". "الفتح" (139/8).

20- "متروك". و"التلخيص" (339/1).

21- "متروك". و"المهرة" (260/17).

22- "متروك". و"التغليق" (286/2).

23- "متروك الحديث". "النكت" (722/2).

24- "من الكذابين" "اللسان" (707/5). ترجمة: ابن النديم.

25- "كذاب". "الإصابة" (266/2).

26- "ما كان يستحي من الكذب فسبحان من خذله حتى روى هذه الأشياء المتناقضة". "المهرة" (186/4).

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی مختلف کتب میں تقریبا 26 مقامات پر اس کے متروک وضعیف ہونے کی تصریح ہے، اور ہمارے مہربان اس سے فضائل سے در کنار مثالب صحابہ پر استدلال کر رہے ہیں۔

مذکورہ روایت کے دوسرے راوی محمد بن صالح کا تعین اور توثیق بھی نہیں ہے۔

تاریخ طبری کی دوسری سند میں بھی متعدد علتیں موجود ہیں۔

اول: واقدی متروک

دوم: اور ابو بکر بن اسماعیل کی توثیق ثابت نہیں
سوم: عامر بن سعد کا اس فتنہ کے وقت ہونا ثابت بھی نہیں۔
اس لیے ایسی روایات سے کسی لاعلم شخص کو تو گمراہ کیا جاسکتا ہے مگر علمی میدان میں اس کے حجت ہرگز نہیں۔
4۔عبداللہ بن بُدیل بن ورقاء خزاع رضی اللہ عنہ کی، یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لاچکے تھے۔

اعتراض:

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

روى الْبُخَارِيّ فِي " تاريخه " أنّه ممّن دخل على عُثْمَان، فطعن عُثْمَان فِي وَدَجِه، وعلا التنوخيّ عثمان بالسيف.

''امام بخاری کے بقول یہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا گلا کاٹا تھا۔'' (سیر أعلام النبلاء 2/532.)

جواب:

علامہ ذہبی نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا اس کو امام بخاری نے اپنی کتاب تاریخ الاوسط میں کچھ اس سند سے نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا محمد , قال : حدثنا محمد بن أبي بكر المقدمي ، قال : حَدَّثَنَا حصين بن نمير ، قال : حَدَّثَنَا جبير ,قال: حدثني جهيم الفهري قال أنا شاهد الأمر كله قال عثمان ليقم أهل كل مصر كرهوا صاحبهم حتى أعزله عنهم وأستعمل الذي يحبون فقال أهل البصرة رضينا بعبد الله بن عامر فأقره وقال أهل الكوفة اعزل عنا

سعید بن العاص واستعمل أبا موسی ففعل وقال أهل الشام قد رضينا بمعاوية فأقره وقال أهل مصر اعزل عنا بن أبي سرح واستعمل علينا عَمْرو بن العاص ففعل فدخل علينا (4) أبو عَمْرو بن بديل الخزاعي والبجوي (5) أو التنوخي فطعنه أبو عَمْرو في ودجه وعلاه الآخر بالسيف فقتلاه فأخذهم (6) معاوية فضرب أعناقهم. التاريخ الأوسط "572/1، رقم 305

مزید یہ کہ حصین بن نمیر کے شیوخ جبیر نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ حصین بن عبدالرحمن ہے۔ امام بخاری نے تاریخ الکبیر 3/10 رقم 37 پر حصین بن نمیر کے شیوخ میں حصین بن عبدالرحمن کو لکھا ہے، واضح ہوتا ہے کہ قلمی مخطوط میں ناسخ کی خطاء ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

حصين بن عبد الرحمن السلمي أبو الهذيل الكوفي ثقة تغير حفظه في الآخر. تقريب التهذيب، رقم 1369

"حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے یہ واضح ہوگیا کہ آخر میں اس کا حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔"

اس مقام پر یہ بات ضروری ہے کہ اس کے حافظہ متغیر ہونے سے پہلے اور بعد کے راویوں کے بارے میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

متفق على الإحتجاج به إلا أنه تغير في آخر عمره. وأخرج له البخاري من حديث شعبة والثوري وزائدة وأبي عوانة وأبي بكر بن عياش وأبي كدينة وحصين بن نمير وهشيم وخالد الواسطي

وسليمان بن كثير العبدى وأبى زيد عبثر بن القاسم وعبد العزيز العمى وعبد العزيز ابن مسلم ومحمد بن فضيل عنه.
فأما شعبة والثورى وزائدة وهشيم وخالد فسمعوا منه قبل تغيره. وأما حصين بن نمير فلم يخرج له البخارى من حديثه عنه سوى حديث واحد وأما محمد بن فضيل ومن ذكر معه فأخرج من حديثهم ما توبعوا عليه". "الهدى" (398).

''یعنی اس سے احتجاج کرنے پر اتفاق ہے مگر یہ کہ اس کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہوگیا تھا،اس کی حدیث امام بخاری نے شعبہ،ثوری،زائدہ،ابوعوانہ،ابوبکر عیاش اور ابن کدینہ، حصین بن نمر ھشیم ،خالد الواسطی ،سلیمان بن کثیر ،ابی زید عبثر بن القاسم،عبدالعزیز العمی اور عبدالعزیز بن مسلم اور محمد بن فضیل سے بیان کی۔''

مگر شعبہ،ثوری،زائدہ، ھشیم ،خالد سے اس سے حافظہ خراب ہونے سے پہلے سنا،اور حصین بن نمیر سے سوائے ایک حدیث کے علاوہ کوئی روایت اس کے واسطہ سے نہیں اور محمد بن فضیل اور اس کے ساتھ دیگر کے ساتھ حدیث کا اخراج کیا جس کی متابعت تھی۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حصین بن عبدالرحمن سے روایت کرنے والا حصین بن نمیر قدیم السماع شاگرد نہیں بلکہ اس سے حافظہ خراب ہونے کے بعد کا راوی ہے اور صحیح بخاری میں جو حصین بن عبدالرحمن سے حصین بن نمیر سے روایت لی ،اس کی متابعت موجود ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت حصین بن عبدالرحمن کے حافظہ

خراب ہونے اور جہیم اللھری کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

5۔ محمد بن ابو بکر رضی اللہ عنہ:

یہ حجۃ الوداع کے سال میں پیدا ہوئے۔

اعتراض:

علامہ ذہبی نقل کرتے ہیں۔

وَقَالَ الْوَاقِدِيُّ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ تَسَوَّرَ مِنْ دَارِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَلَى عُثْمَانَ، وَمَعَهُ كِنَانَةُ بْنُ بِشْرٍ، وَسُودَانُ، وَعَمْرُو بْنُ الْحَمِقِ، فَوَجَدُوهُ عِنْدَ نَائِلَةَ يَقْرَأُ فِي الْمُصْحَفِ، فَتَقَدَّمَهُمْ مُحَمَّدٌ، فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ وَقَالَ: يَا نَعْثَلُ قَدْ أَخْزَاكَ اللَّهُ، فَقَالَ: لَسْتُ بِنَعْثَلٍ وَلَكِنَّنِي عَبْدُ اللَّهِ، وَأَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ.

(تاریخ الإسلام 242/2، تاریخ طبری 393/4۔494)

مفہوم: محمد بن ابی بکر نے نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا اور ان کی ڈاڑھی کو پکڑ کر کہا: اے یہودی! خدا تمہیں ذلیل ورسوا کرے۔۔۔

جواب:

محمد بن ابی بکر حجۃ الوداع کے سفر میں پیدا ہوئے، اس لیے ان کا صحابی ہونے پر علماء مختلف فیہ نظریہ رکھتے ہیں۔

پیش کردہ اعتراض کے روایت کے راوی واقدی پر تو علماء محققین متروک ہونے کے قائل ہیں، اور پھر یہ روایت مثالب صحابہ کے بارے میں ہے اس لیے واقدی کی روایت صحابہ کرام کے خلاف قابل قبول ہرگز نہیں ہوتی۔

اور اس کے دوسرے راوی عبدالرحمن بن عبدالعزیز کو حافظ ابن حجر عسقلانی ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (فتح الباری 3/ 210). (ہدی الساری 356)

اس کے برعکس مورخ خلیفہ بن خیاط نے صحیح سند سے نقل کیا ہے۔

حدثنا المعتمر عن أبيه الحسن: أن ابن أبي بكر أخذ بلحيته فقال عثمان: لقد أخذت مني مأخذًا أو قعدت مني مقعدًا ما كان أبوك ليقعده. فخرج وتركه.

''جب محمد بن ابی بکر نے داڑھی پکڑی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھ سے جگہ لی یا تم نے مجھ سے ایسی جگہ لی کہ تمہارے والد نہ بیٹھے ہوں گے، چنانچہ وہ باہر نکلے اور اسے چھوڑ دیا۔'' (تاریخ خلیفہ/ 174) (الطبری 4/ 383).

حضرت عثمان کی شہادت میں کسی مہاجرین اور انصار شامل نہ تھے۔

خلیفہ بن خیاط نے سند صحیح سے امام حسن بصری کا قول نقل کیا ہے۔

حدثنا عبد الأعلى بن هيثم قال = حدثني أبي قال: قلت للحسن: أكان فيمن قتل عثمان أحد من المهاجرين والأنصار؟ قال: لا كانوا أعلاجًا من أهل مصر (تأريخ خليفة/ 176)

مفہوم: امام حسن بصری سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت عثمان کو قتل کرنے والے مہاجرین اور انصار میں سے تھا؟ امام حسن بصری نے کہا: نہیں۔۔۔

اس نکات سے واضح ہوا کہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں کوئی صحابی مہاجرین اور انصار میں سے نہ تھا۔

6: عمرو بن حمق رضی اللہ عنہ:

یہ بھی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنہوں نے امام مزی کے بقول حجۃ

الوداع کے موقع پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔

اعتراض:

علامہ ذہبی نقل کرتے ہیں۔

وقال الواقدی: حدثنی عبد الرحمن بن عبد العزیز،.....قال عبد الرحمن بن عبد العزیز: فسمعت ابن أبی عون یقول: ضرب کنانة بن بشر جبینه بعمود حدید، وضربه سودان المرادی فقتله، ووثب علیه عمرو بن الحمق، وبه رمق، وطعنه تسع طعنات، وقال: ثلاث لله، وست لما فی نفسی علیه.

''حضرت عمرو بن حمق نے حضرت عثمانؓ پر خنجر کے پے در پے نو وار کرتے ہوئے کہا: تین خنجر خدا کے لئے مار رہا ہوں اور چھ اس چیز کے بارے میں جو تیرے بارے میں میرے دل میں ہے!۔'' (سیر اعلام النبلاء 484/2)

اس متن کو ابن سعد نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، .....قال عبد الرحمن بن عبد العزیز: فسمعت ابن أبی عون یقول: ضرب کنانة بن بشر جبینه بعمود حدید، وضربه سودان المرادی فقتله، ووثب علیه عمرو بن الحمق، وبه رمق، وطعنه تسع طعنات، وقال: ثلاث لله، وست لما فی نفسی علیه. الطبقات الکبری 74/3

''مفہوم: حضرت عمرو بن حمق نے حضرت عثمانؓ پر خنجر کے

پے در پے نو وار کرتے ہوئے کہا: تین خنجر خدا کے لئے مار رہا ہوں اور چھ اس چیز کے بارے میں جو تیرے بارے میں میرے دل میں ہے۔"

اسی روایت کو واقدی کی سند سے مورخ ابن جریر طبری نے تاریخ طبری جلد 4 ص 394 پر بھی نقل کیا ہے۔

اسی متن کو ابن شبہ نے اپنی کتاب میں بھی سند سے نقل کیا ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، عَنْ عِيسَى بْنِ يَزِيدَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: دَخَلَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بِشَرٍّ يَانَ كَانَ مَعَهُ، فَضَرَبَهُ فِي حَشَائِهِ حَتَّى وَقَعَتْ فِي أَوْدَاجِهِ فَخَرَّ، وَضَرَبَ كِنَانَةُ بْنُ بِشْرٍ جَبْهَتَهُ بِعَمُودٍ، وَضَرَبَهُ أَسْوَدَانُ بْنُ حُمْرَانَ بِالسَّيْفِ، وَقَعَدَ عَمْرُو بْنُ الْحَمِقِ عَلَى صَدْرِهِ فَطَعَنَهُ تِسْعَ طَعَنَاتٍ. وَقَالَ: عَلِمْتُ أَنَّهُ مَاتَ فِي الثَّانِيَةِ فَطَعَنْتُهُ سِتًّا لِمَا كَانَ فِي قَلْبِي عَلَيْهِ۔ (تاریخ المدینۃ لابن شبۃ 4/1232)

مفہوم: حضرت عمرو بن حمق نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر خنجر کے پے در پے نو وار کرتے ہوئے کہا: تین خنجر خدا کے لئے مار رہا ہوں اور چھ اس چیز کے بارے میں جو تیرے بارے میں میرے دل میں ہے۔

جواب:

گذارش ہے کہ مذکورہ روایت کی مکمل سند ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات ابن سعد 3 / 74 پر واقدی کی سند سے نقل کیا ہے۔اس لیے اس پر چند نکات پیش خدمت ہیں۔

اول: واقدی متروک راوی ہے اور مثالب صحابہ میں اس کی روایت ہرگز

قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ صحابہ کرام کے خلاف مثالب بیان کرنے میں جری ہے۔

دوم: اور اس کے دوسرے راوی عبدالرحمن بن عبدالعزیز کو حافظ ابن حجر عسقلانی ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (فتح الباری 3/210)۔ (ہدی الساری رقم 356)

سوم: دوسری سند تاریخ ابن شبہ کی روایت میں ابن شبہ کے شیخ علی کا تعین نہیں ہے، قطع نظر اس کے تعین کہ اس کی سند میں عیسی بن یزید المدنی راوی ماہر انساب ہونے کے باوجود بھی متروک ومنکر الحدیث راوی ہے۔

(ملاحظہ کیجئے لسان المیزان 4/408، رقم 1250)

اس تحقیق سے ایسی روایات کا ضعف اور ناقابل حجت ثابت ہوتا ہے۔

7۔ عبدالرحمن بن عدیس رضی اللہ عنہ:

اعتراض:

حضرت عبدالرحمن بن عدیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایات نقل کی گئی ہیں کہ

كان الأمير على الجيش الذى قدم من مصر الذين حاصروه وقتلوه. ولم يقل أحد أنه كان هو قاتل عثمان.

یعنی: یہ مصر ان کے ان لوگوں کے سردار تھے جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

(الاستیعاب 1445 والجرح والتعدیل 5/248 تاریخ الاسلام 3/319 الاعلام 3: 316 تبصیر المنتبہ 3/10029 بغیۃ الطلب 916 المعرفۃ والتاریخ 3/ المصنف لابن أبی شیبۃ: 7/492 الاکمال لابن ماکولا: 6/150. الاصابۃ لابن حجر: 4/281. 358 المعرفۃ والتاریخ 2/ 488. 489، وکشف الأستار زوائد البزار 3/177-178)

جواب:

گذارش ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عدیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی جتنی بھی مرویات ہیں، ان میں چند علتیں واضح موجود ہیں۔

اول: وہ سب محمد بن عمرو الواقدی کی سند سے ہیں۔

دوم: ان تمام حوالہ جات میں بنیادی راوی عبداللہ بن لھیعۃ راوی ہے جس کا حافظہ خراب بھی تھا، اور اس کی کتابیں جل گئی تھیں، اس لیے اس کی مرویات کو محدثین نے قبول نہیں کیا۔ اس پر تفصیل کے ساتھ کتب اسماء الرجال میں لکھ گیا ہے۔

سوم: اس کے علاوہ مسند بزار کی روایت میں بشر بن آدم کے بارے میں حافظ ابن حجر اپنی کتاب تقریب التہذیب رقم 675 پر صدوق فیہ لین لکھتے ہیں۔

دوسری روایت کی تحقیق:

تاریخ طبری 4/381 پر بھی اسی طرح کی مفہوم کی ایک روایت نقل کی گئی ہے:

حدثني أحمد بن عثمان بن حكيم قال: حدثنا عبد الرحمن بن شريك، قال: حدثني أبي عن محمد بن إسحاق عن يعقوب بن عتبة بن الأخنس، عن ابن الحارث بن أبي بكر، عن أبيه أبي بكر بن الحارث بن هشام قال.... الطبري (التريخ 4/ 381).

مذکورہ روایت میں چند راویوں کے ضعف پر محدثین کی رائے پیش خدمت ہیں۔

اول۔ عبد الرحمن بن شريك بن عبد الله النخعي، الكوفي، صدوق يخطيء۔ (التقريب/3893).

دوم۔شريك بن عبد الله النخعي- صدوق يخطيء كثيرا تغير حفظه۔ (تقريب التهذيب 1/266 رقم 2787)

سوم۔محمد بن إسحاق بن يسار المطلبي، المدني، إمام المغازي، صدوق يدلس، ورمي بالتشيع والقدر۔ (التقريب/5725).

چهارم۔الحارث بن أبي بكر بن عبد الرحمن بن

الحارث بن هشام لمخزومی۔۔ مجهول.

(الجرح والتعدیل 70/3.)

تیسری روایت کی تحقیق:

معجم الکبیر طبرانی 1/ 83 میں اَن رجلاً من الاَنصار اور حضرت محمد بن ابی بکر کا ذکر ہے۔ مگر اس میں بھی مبارک بن فضالہ تیسرے طبقہ کے مدلس ہیں، جس کی وجہ سے یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

چوتھی روایت کی تحقیق:

خلیفہ بن خیاط نے تاریخ خلفیہ بن خیاط ص 158 پر ابوالحسن المدائنی کے قول کو نقل کیا ہے۔ مگر ان کا قول بھی بطور مورخ ہی ہے۔ اور انہوں نے یہ دور نہیں پایا تھا۔ اس لیے ان کی بغیر سند کے ایسی باتوں کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

اصحاب شجرہ کے قطعی جنتی ہونے پر روایت:

ویسے بھی اصحاب شجرہ جنہوں نے بیعت رضوان میں بیعت کی تھی، ان کے بارے میں نص قطعی قران اور احادیث رسول ﷺ کی موجود ہے۔

حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ مُبَشِّرٍ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ عِنْدَ حَفْصَةَ: »لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللهُ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ، الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا« قَالَتْ: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ فَانْتَهَرَهَا، فَقَالَتْ حَفْصَةُ: {وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا} [مريم: 71] فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَدْ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: {ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا} [مریم: 72].

"ابو زبیر نے خبر دی کہا: انھوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، کہہ رہے تھے۔ مجھے ام مبشر رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حفص رضی اللہ عنہا کے ہاں یہ فرتے ہوئے سنا، "ان شاء اللہ اصحاب شجرہ (درخت والوں) میں سے کوئی ایک بھی جس نے اس کے نیچے بیعت کی تھی جہنم میں داخل نہ ہوگا ۔وہ (حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا) کہنے لگیں۔ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیوں نہیں !(داخل تو ہوں گے۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جھڑک دیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آیت پڑھی: "تم میں سے کوئی نہیں مگر اس پر وارد ہونے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فر یا:" (اس کے بعد) اللہ تعالیٰ نے یہ (بھی) فرمایا ہے۔ پھر ہم تقویٰ اختیار کرنے والوں کو (جہنم میں گرنے سے) بچالیں گے اور ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل پڑا رہنے دیں گے۔"

(صحیح مسلم رقم الحدیث 6569)

قطعی نصوص کے مدمقابل ضعیف، متروک اور مورخین کے غیر ثابت اقوال کیسے قبول کیے جاسکتے ہیں؟ علمی میدان میں جس کی کوئی نہ حیثیت نہ وقعت۔

الزامی جواب:

اگر کوئی بدعتی شخص بضد ہو کہ جرح وتعدیل کو ہم نہیں مانتے اور اگر یہ ضعیف ہیں تو پھر ان روایات کو مورخین اور علماء نے کتابوں میں نقل ہی کیوں کیا ہے۔

تو پھر ایسے شخص کے لیے الزامی جواب یہ ہے کہ اس طرح کی مرویات تو آپ کے نزدیک بھی مسلمہ صحابی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی

ہے۔ پھر شوق پورا کیجئے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ کے خلاف ہونے کا فتوی جڑ دیجئے۔

الزامی طور پر چند حوالہ جات حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی پیش خدمت ہیں۔

1 المسند امام احمد بن حنبل (بتحقيق أحمد شاكر 349/1).
2 أسد الغابة (487/3).
3 تاريخ دمشق (ترجمة عثمان 246).
4 حلية الأولياء (140/1).

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی مرویات سے استدلال کرنا باطل و مردود ہے، اگر چہ اس کو متعدد کتب میں ہی نقل کیوں نہ کیا گیا ہو۔ قاری ظہور احمد فیضی کے ایک اعتراض کے ضمن میں دیگر صحابہ کرام کے بارے میں بھی اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے، تحقیق پیش کی ہے تاکہ حقائق واضح ہو سکیں اور بھولی بھالی عوام الناس کو صرف کتاب دکھا کر بہکانے کی کوشش نہ کرے۔ یہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ جو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ایسے اقوال پیش کرے، ان کی تحقیق ضرور کیجئے، اور دوسری بات یہ کہ قران اور احادیث کے نص کے مقابلہ میں مثالب صحابہ کی کوئی حیثیت نہیں۔

حضرت عبید اللہ بن جحش پر نصرانی ہونے کا الزام:

اسی طرح عبید اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نصرانی ہونے کے بارے میں متعدد کتب سے پیش کی جاتی ہیں۔

جواب:

عبید اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نصرانی ہونے کی مرویات ثابت نہیں۔ ابن اسحاق سیرۃ

ابن اسحاق ص 90, 241۔ بحوالہ الروض الانف 2/ 347 ,طبقات ابن سعد 8/ 97, رقم 4191بحواجہ واقدی کذاب ,تاریخ طبری 2/ 312,مستدرک حاکم رقم 6847مرسل,ابو معرفة الصحابه ابو نعیم رقم 6776,مرسل زھری,طبرانی الکبیر رقم 404,ابن لھیعة کا ضعف اوختلاط مروایت پیش کی جاتی ھیں۔

تمام روایات ضعیف، متروک ومرسل اور نہ قابل استدلال ہیں۔
بلکہ حقائق اس کے مترادف ہیں۔

بلکہ سنن ابی داود کتاب النکاح,باب الصداق (رقم 2093) اور سنن نسائی کتاب النکاح, القسط فی الأصدقة (6/ 119) وصححه الألبانی, صحیح النسائی (2/705).

میں تو حضرت عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نصرانی ہونے کا ذکر تک نہیں۔

عبداللہ بن سعد بن ابی السرح پر نصرانی ہونے کا الزام:

اسی طرح عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کے نصرانی ہونے پر تاریخ طبری، مستدرک حاکم، سیرۃ بن اسحاق، فتوح البلدان کے حوالہ سے الزام لگایا جاتا ہے۔

جواب:

یہ تمام حوالہ جات بھی قابل استدلال نہیں کہ ان روایت میں کلبی، واقدی اور دیگر متروک راوی یا مرسل روایات ہیں۔اس لیے ایسی مرویات کے سہارے اتنا بڑا الزام کسی پر ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے۔یہ بات پہلے بیان ہوچکی ہے کہ علماء

نے یہ بات واضح کی ہے کہ نقل سے ثبوت کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ اس کا دارومدار اسانید پر ہے، اور اگر اسانید ثابت نہیں تو نقل سے توثیق ثابت نہیں ہوتی۔ قارئین کرام کے لیے علامہ تاج الدین سبکی کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ ''قاعدۃ فی المؤرخین نافعۃ جدا'' کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

فان اهل التاريخ ربما وضعوا من اناس ورعوا اناسا اما لتعصب او لجهل او لمجرد اعتماد على نقل من لا يوثق به او لغير ذلك من الاسباب والجهل فى المؤرخين اكثر منه فى اهل الجرح والتعديل و كذلك التعصب قل ان رايت تاريخا خاليا من ذلك واما تاريخ شيخنا الذهبى غفر الله له فانه على حسنه وجمعه مشحون بالتعصب المفرط لا واخذه الله فلقد اكثر الوقيعة فى اهل الدين اعنى الفقراء الذين هم صفوة الخلق واستطال بلسانه ... فالرأى عندنا ان لا يقبل مدح ولا ذم من المؤرخين الا بما اشترطه امام الأئمة وحبر الامة وهو الشيخ الامام الوالد رحمه الله حيث قال ونقلته من خطة فى مجامعه يشترط فى المؤرخ

1. الصدق
2. واذا نقل يعتمد اللفظ دون المعنى
3. وان لا يكون ذلك الذى نقله اخذه فى المذكرة و كتبه بعد ذلك

4- وان يسمى المنقول عنه

فهذه شروط أربعة فيما ينقله

ويشترط فيه ايضا لما يترجمه من عند نفسه ولما عساه يطول فى الترجم من النقول ويقصر

1- ان يكون عارفا بحال صاحب الترجمة علما ودينا وغيرهما من الصفات وهذا عزيز جدا

2- وان يكون حسن العبارة عارفا بمدلولات الالفاظ

3- وان يكون حسن التصوير حتى يتصور حال ترجمته جميع حال ذلك الشخص ويعبر عنه بعبارة لا تزيد عليه ولا تنقص عنه

4- وان لا يغلبه الهوى فيخيل اليه هواه الاطناب فى مدح من يحبه والتقصير فى غيره بل اما ان يكون مجردا عن الهوى وهو عزيز واما ان يكون عنده من العدل ما يقهر به هواه ويسلك طريق الانصاف فهذه اربع شروط اخرى ولك ان تجعلها خمسة لان حسن تصويره وعلمه قد لا يحصل معهما الاستحضار حين التصنيف فيجعل

5- حضور التصور زائدا على حسن التصور والعلم فهى تسعة شروط فى المؤرخ واصعبها الاطلاع على حال الشخص فى العلم فانه يحتاج الى المشاركة فى علمه والقرب منه حتى يعرف

مرتبته انتهى وذكر ان كتابته لهذه الشروط كانت بعد ان وقف على كلام ابن معين فى الشافعي وقول احمد بن حنبل انه لا يعر الشافعي ولا يعرف ما يقول

مفہوم: اہل تاریخ بعض دفعہ کچھ لوگوں کو ان کے مقام و مرتبہ سے گرا کر اور کچھ کو اونچا کر کے پیش کرتے ہیں، یہ یا تو تعصب، یا جہل، یا غیر موثوق راوی کے نقل پر اعتمادِ محض وغیرہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔شاید ہی کسی تاریخ کو آپ اس سے خالی پائیں گے۔اس بارے میں صحیح و صائب رائے ہمارے نزدیک یہ ہے کہ چند شرائط کے بغیر مؤرخین کی نہ تو کسی مدح کو قبول کیا جائے اور نہ ہی جرح کو، وہ شرائط یہ ہیں:

۱:......مؤرخ صادق ہو۔

۲:......روایت باللفظ پر اعتماد کیا ہو، نہ کہ روایت بالمعنی پر۔

۳:......اس کی نقل کردہ روایت مجلسِ مذاکرہ میں سن کر بعد میں نہ لکھی گئی ہو۔

۴:......جس سے نقل کر رہا ہو، اس کے نام کی صراحت کرے۔

۵:......اپنی طرف سے کسی کے حالات بیان نہ کرے۔

۶:......تراجم میں کثرتِ نقل کو اختیار نہ کرے۔

۷:......مترجم لہٗ کے علمی اور دینی حالات سے پوری طرح واقف ہو۔

۸:......حسنِ عبارت کا مالک ہو اور الفاظ کے مدلولات سے واقف ہو۔

۹:......حسنِ تصور والا ہو، یہاں تک کہ مترجم لہٗ کے تمام حالات اس کے سامنے ہوں، اس کے بارے میں ایسی عبارت لائے جو نہ اُسے اس کے حقیقی مقام سے اونچا کرے اور نہ گرا دے۔

۱۰:......ہوئی پرستی کا شکار نہ ہو کہ وہ اس کو اپنی محبوب شخصیت کی مدح میں اطناب

اور دیگر کے بارے میں تقصیر پر مجبور کرے، یا تو ہوئی سے بالکل پاک ہو یا اس میں ایسا عدل ہو جو اس کے ہوئی کو مغلوب کر کے انصاف پر مجبور کرے۔
(قاعدۃ فی المؤرخین ص66)

طبری کا اپنا موقف ومنہج:

طبری نے تو خود اس کا بیان کیا ہے کہ

فما یکن فی کتابی ھذا من خبر ذکرناہ عن بعض الماضین مما یستنکرہ قارئہ، أو یستشنعہ سامعہ، من أجل أنہ لم یعرف لہ وجھا فی الصحۃ، ولا معنی فی الحقیقۃ، فلیعلم انہ لم یؤت فی ذلک من قبلنا، وإنما أتی من قبل بعض ناقلیہ إلینا، وإنا إنما أدینا ذلک علی نحو ما أدی إلینا

(تاریخ الطبری: 8/1)

ترجمہ: ''اس کتاب میں جو بعض ایسی روایات ہیں جنہیں ہم نے پہلے لوگوں سے نقل کیا ہے، جن میں ہماری کتاب پڑھنے والے یا سننے والے اس بنا پر نکارت وعجب سا محسوس کریں گے کہ اس میں انہیں صحت کی کوئی وجہ اور مطلب ومفہوم میں کوئی حقیقت نظر نہ آئے تو انہیں جاننا چاہیے کہ ان کو بیان کرنا ہم نے خود اپنی طرف سے نہیں کیا۔ بلکہ اس کا منبع وہ ناقل ہیں جنہوں نے وہ روایات ہمیں بیان کیں، اور ہم نے وہ روایات اسی نقل کر دی جس طرق سے وہ ہمیں پہنچیں۔''

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ نقل عبارت ہی کافی نہیں بلکہ اس کے مندرجات کا ثابت ہونا اور نصوص کے خلاف اور عقائد اہل سنت سے متصادم نہ ہونا ہے۔
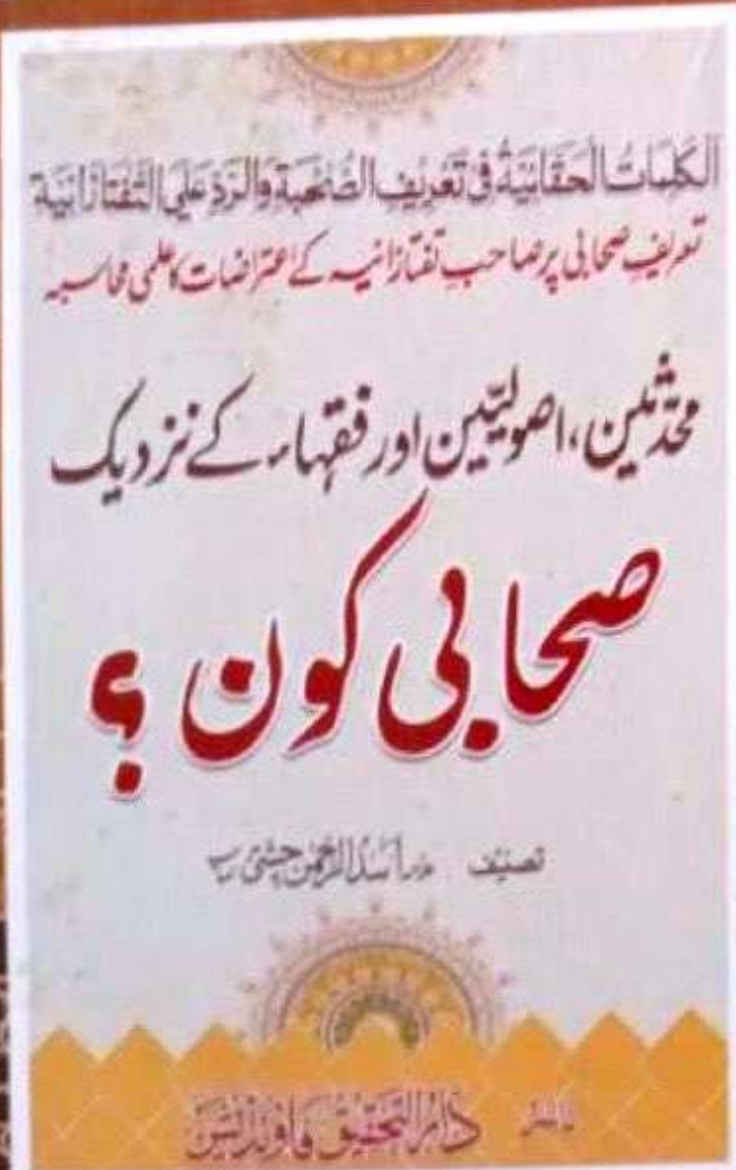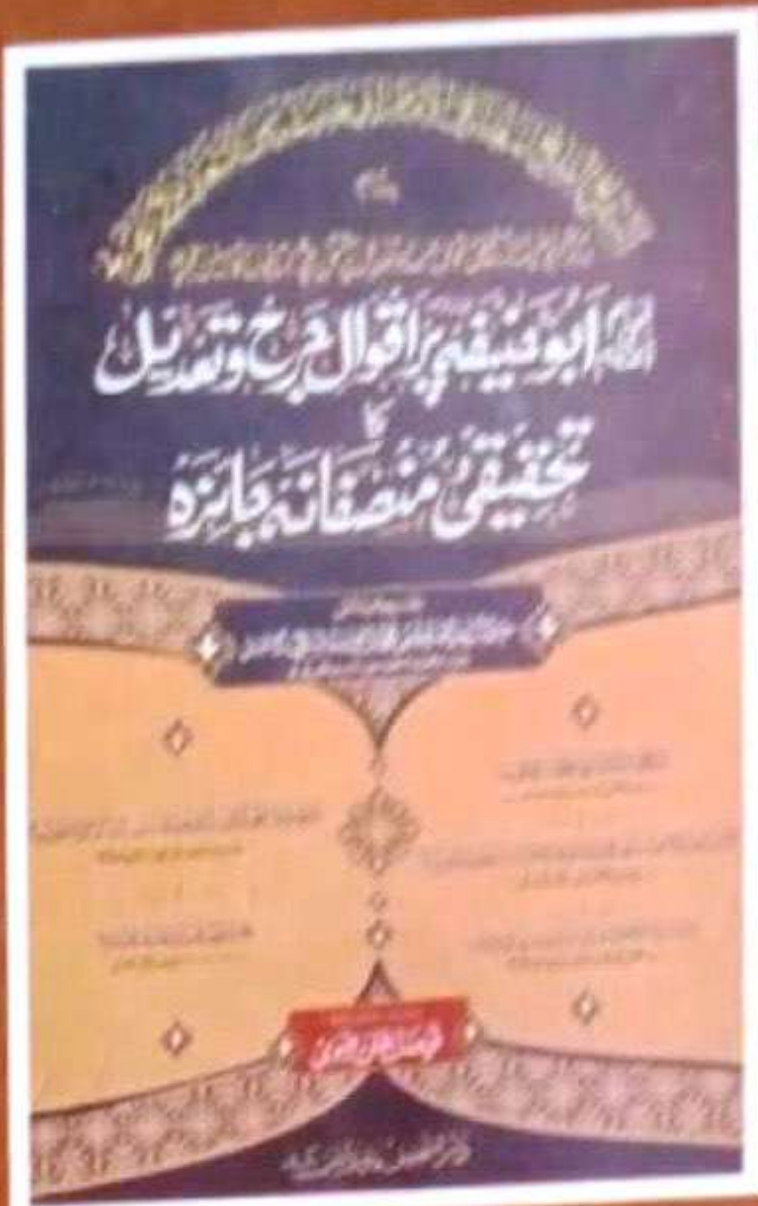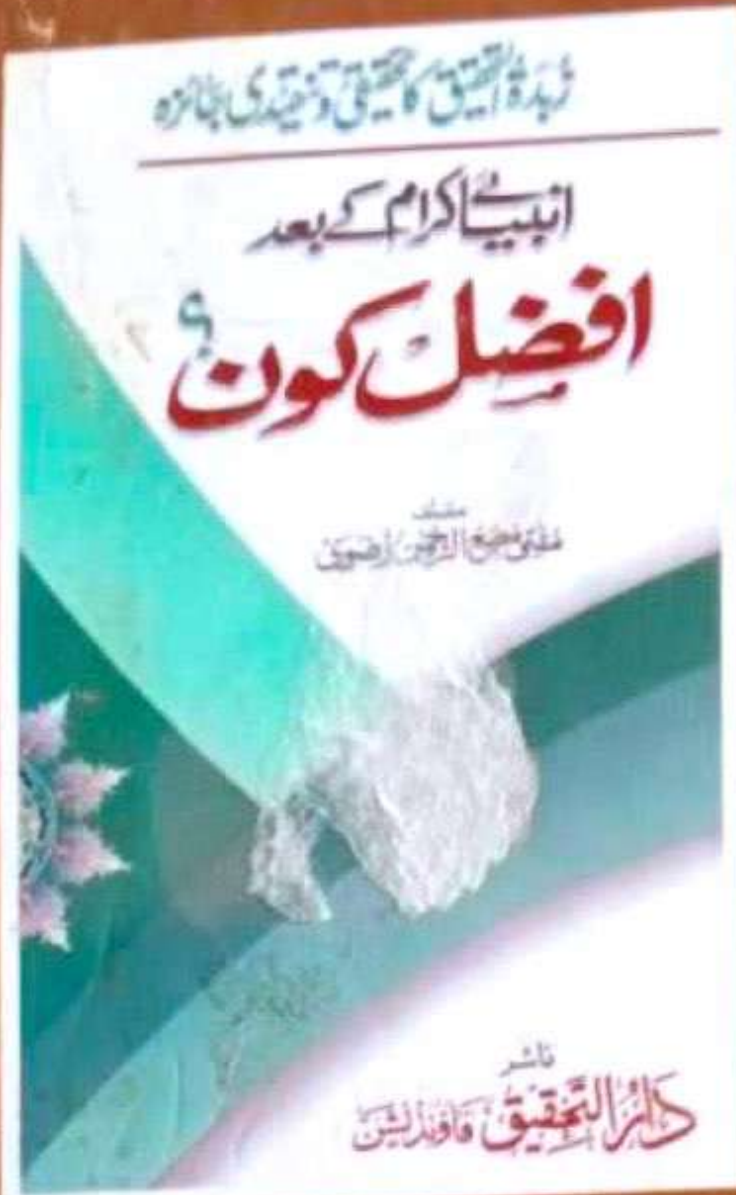
دار التحقیق فاؤنڈیشن پاکستان

اقبال مارکیٹ، اقبال روڈ، مری روڈ، راولپنڈی موبائل: 0335-5989777